سیرتِ رسولِ اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم

از

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رح

ناشر

مجلسِ نشریاتِ اسلام

۱۔کے۔۳۔ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

لقد کان لکم رسول اللہ اسوۃ حسنۃ

سیرت رسول اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم

از

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

ناشر

مجلس نشریات اسلام

۱۔کے ۳۰ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

ختم نبوت ﷺ زندہ باد　　　　عظمت صحابہ زندہ باد

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ:

معزز ممبران: آپ کا وٹس ایپ گروپ ایڈ من "**اردو بکس**" آپ سے مخاطب ہے۔

آپ تمام ممبران سے گزارش ہے کہ:

- گروپ میں صرف PDF کتب پوسٹ کی جاتی ہیں لہذا کتب کے متعلق اپنے کمنٹس / ریویوز ضرور دیں۔ گروپ میں بغیر ایڈ من کی اجازت کے کسی بھی قسم کی (اسلامی وغیر اسلامی، اخلاقی، تحریری) پوسٹ کرنا سختی سے منع ہے۔
- گروپ میں معزز، پڑھے لکھے، سلجھے ہوئے ممبرز موجود ہیں اخلاقیات کی پابندی کریں اور گروپ رولز کو فالو کریں بصورت دیگر معزز ممبرز کی بہتری کی خاطر ریموو کر دیا جائے گا۔
- کوئی بھی ممبر کسی بھی ممبر کو انباکس میں میسیج، مس کال، کال نہیں کرے گا۔ رپورٹ پر فوری ریموو کر کے کاروائی عمل میں لائے جائے گی۔
- ہمارے کسی بھی گروپ میں سیاسی و فرقہ واریت کی بحث کی قطعاً کوئی گنجائش نہیں ہے۔
- اگر کسی کو بھی گروپ کے متعلق کسی قسم کی شکایت یا تجویز کی صورت میں ایڈ من سے رابطہ کیجئے۔
- سب سے اہم بات:

گروپ میں کسی بھی قادیانی، مرزائی، احمدی، گستاخِ رسول، گستاخِ امہات المؤمنین، گستاخِ صحابہ و خلفائے راشدین حضرت ابو بکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان غنی، حضرت علی المرتضیٰ، حضرت حسنین کریمین رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین، گستاخ اہلبیت یا ایسے غیر مسلم جو اسلام اور پاکستان کے خلاف پراپیگنڈا میں مصروف ہیں یا ان کے روحانی وذہنی سپورٹرز کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے لہذا ایسے اشخاص بالکل بھی گروپ جوائن کرنے کی زحمت نہ کریں۔ معلوم ہونے پر فوراً ریموو کر دیا جائے گا۔

- تمام کتب انٹرنیٹ سے تلاش / ڈاؤنلوڈ کر کے **فری آف کاسٹ** وٹس ایپ گروپ میں شیئر کی جاتی ہیں۔ جو کتاب نہیں ملتی اس کے لئے معذرت کر لی جاتی ہے۔ جس میں محنت بھی صرف ہوتی ہے لیکن ہمیں آپ سے صرف دعاؤں کی درخواست ہے۔
- عمران سیریز کے شوقین کیلئے علیحدہ سے عمران سیریز گروپ موجود ہے۔
- **لیڈیز کے لئے الگ گروپ کی سہولت موجود ہے جس کے لئے ویریفکیشن ضروری ہے۔**
- اردو کتب / عمران سیریز یا سٹڈی گروپ میں ایڈ ہونے کے لئے ایڈ من سے وٹس ایپ پر بذریعہ میسیج رابطہ کریں اور جواب کا انتظار فرمائیں۔ برائے مہربانی اخلاقیات کا خیال رکھتے ہوئے موبائل پر کال یا ایم ایس کرنے کی کوشش ہر گز نہ کریں۔ ورنہ گروپس سے تو ریموو کیا ہی جائے گا بلاک بھی کیا جائے گا۔

نوٹ: ہمارے کسی گروپ کی کوئی فیس نہیں ہے۔ سب فی سبیل اللہ ہے

0306-7163117	0343-7008883	0333-8033313
محمد سلمان سلیم	پاکستان زندہ باد	راؤ ایاز

پاکستان زندہ باد　　　　پاکستان پائندہ باد

اللہ تبارک تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

اپنی حیات میں مندرجہ ذیل اداروں کے ذمے دار رہے

- ناظم دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
- رکن مجلس شوریٰ دارالعلوم دیوبند
- صدر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام لکھنؤ
- صدر مجلس انتظامی ومجلس علمی دارالمصنفین اعظم گڑھ
- رکن عربی اکادمی دمشق
- رکن مجلس شوریٰ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ
- رکن مجلس تاسیس رابطۂ عالم اسلامی مکہ معظمہ
- رکن مجلس عاملہ موتمر عالم اسلامی بیروت
- صدر آل انڈیا مسلم پرسنل لابورڈ
- صدر رابطۃ الادب الاسلامی العالمیۃ
- رکن مجلس انتظامی اسلامک سینٹر جنیوا
- سابق وزیٹنگ پروفیسر دمشق یونیورسٹی ومدینہ یونیورسٹی
- صدر آکسفورڈ سینٹر فار اسلامک اسٹڈیز آکسفورڈ یونیورسٹی آکسفورڈ۔

نام کتاب	———	سیرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
تصنیف	———	مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
طباعت	———	شکیل پرنٹنگ پریس۔ کراچی
ضخامت	———	۳۶۲ صفحات

ٹیلیفون : ۶۲۱۸۱۷

اسٹاکسٹ: مکتبہ ندوہ قاسم سینٹر اردو بازار کراچی

ناشر

فضل ربی ندوی

مجلس نشریاتِ اسلام ۱۔کے۔۳ ناظم آباد مینشن۔ ناظم آباد ۱ کراچی ۷۴۶۰۰

فہرست

23386

صفحہ	عنوانات	نمبر شمار

مُقدّمَہ:

از: مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ، مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلحَمدُ لِلّٰہِ رَبِّ العٰلَمِینَ، وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالیٰ عَلیٰ رَسُولِہٖ مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَصَحبِہٖ اَجمَعِینَ۔

رسولِ کریم خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کو کہیں قرآن مجید میں " ھُوَ الَّذِی بَعَثَ فِی الاُمِّیّٖنَ رَسُولًا مِنھُم یَتلُو عَلَیھِم اٰیَاتِہٖ وَیُزَکِّیھِم وَیُعَلِّمُھُمُ الکِتَابَ وَالحِکمَۃَ وَاِن کَانُوا مِن قَبلُ لَفِی ضَلَالٍ مُّبِینٍ "[1] فرمایا گیا، کہ وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب یعنی اس کی فرمائی ہوئی باتوں کی تعلیم دیتے ہیں، اور دانائی کی باتیں بتاتے ہیں اور اخلاق کی درستگی سکھاتے ہیں۔ اور کہیں فرمایا گیا، کہ " اِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیمٍ "[2] کہ عظیم اخلاق وکردار کے حامل ہیں۔ اور کہیں فرمایا گیا " وَلَکُم فِی رَسُولِ اللّٰہِ اُسوَۃٌ حَسَنَۃٌ لِّمَن کَانَ یَرجُو اللّٰہَ وَالیَومَ الاٰخِرَ وَذَکَرَ اللّٰہَ کَثِیرًا "[3] کہ تمہارے لئے

---

[1] سورہ جمعۃ، آیت ۲، [2] سورہ قلم، آیت ۴، [3] سورہ احزاب، آیت ۲۱،

23386

اللہ کے رسولؐ میں اچھا نمونہ ہے، یہ اس کے لئے ہے جو اللہ سے امید کرتا ہو
اور آخرت کے دن سے امید رکھتا ہو، اور جس نے اللہ کو بہت یاد کیا ہو۔"
الغرض یہ کہ مومن کے لئے اللہ کے آخری اور برگزیدہ رسول حضرت محمد
مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم روشنی کا مینار ہیں، اپنی زندگی کے لئے اُن سے
روشنی حاصل کرنا، اور ان کے نقش قدم پر چلنا، اور زندگی کے کردار و اخلاق و
صفات میں ان کو اپنے لئے نمونہ بنانا ہر مسلمان کا فرض ہے، اس کیلئے اسی میں
صلاح و فلاح ہے، اور یہی مردِ مومن کا وطیرہ و طریقہ ہے، اور جب اور جس
نے اس وطیرہ اور طریقہ سے انحراف کیا یا تغافل برتا، وہ صحیح راستہ سے دور
ہوا، اور اس کی زندگی جادۂ مستقیم سے ہٹ گئی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ سمجھنے اور ان کی پیروی کرنے کیلئے
دو اہم شرطیں ہیں، ایک تو یہ کہ آپؐ سے وفادارانہ اور محبّانہ تعلق ہو اور
وہ ایسا ہو، کہ اس ذات عظیم پر سب کچھ قربان کیا جا سکتا ہو، صرف زبان سے
محبت کا اظہار نہ ہو، بلکہ وہ حقیقت ہو، اور اس میں اخلاص ہو، جیسا کہ
صحابۂ کرامؓ کو تھا۔ کہ اسلام کی وفاداری کی سزا میں قتل کئے جا رہے ہیں،
اور اُن سے پوچھنے والا پوچھتا ہے کہ بتاؤ کیا تم اس کو قبول کرو گے کہ تمہاری
جگہ اس وقت تمہارے نبی محمدؐ ہوتے اور تم بچ جاتے۔ وہ جواب
دیتے ہیں کہ میں تو اس کیلئے بھی تیار نہیں کہ آپؐ کے قدم مبارک میں کانٹا
چبھے اور میں اس کے عوض میں موت سے بچ جاؤں۔ حضرت حسّان بن

ثابت انصاری رضی اللہ عنہ اپنے ایک مدحیہ شعر میں کہتے ہیں ؎

انّ اَبی و والـدہٗ و عرضی　　لعرض محمّد منکم وقاءُ

(کہ میرے باپ اور دادا اور خود میری عزت و آبرو سب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت کی حفاظت کیلئے نشانہ اور ڈھال ہے)

بلکہ اور ایک جنگ سے واپس آنے والوں سے ایک خاتون پوچھتی ہیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں، جواب دینے والا کہتا ہے مگر تمھارے والد شہید ہوگئے، وہ پوچھتی ہیں کہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں، وہ جواب دیتے ہیں کہ تمھارے شوہر بھی کام آگئے، وہ پوچھتی ہیں کہ یہ بتاؤ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم خیریت سے ہیں، وہ کہتی ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رہیں تو ہر مصیبت کمتر ہے۔" اگر مومن میں ایسی یا اس سے قریب تر محبّت نہ ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّی اور مخلصانہ پیروی، تابعداری اور وفاداری نہیں ہوسکتی۔

دوسری شرط یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ یعنی اخلاق و صفات، بندگانِ خدا سے آپؐ کی ہمدردی، آپؐ کا حسن معاملہ، اپنے سے برا چاہنے والوں کے ساتھ آپؐ کا حسن سلوک، رضائے الٰہی کی آپؐ کی طلب، آخرت کی فکر، ہر ایک کیلئے ہمدردی اور خیر طلبی، دنیا و دین میں اس کی کامیابی کی فکر، اس کے صلاح و فلاح کا خیال، یہ سب جاننے کی کوشش نہ کی جائے اور یہ معلوم نہ کیا جائے کہ آپؐ انسانوں کے ساتھ اخلاق و محبّت کا کیا برتاؤ کرتے تھے، اپنے

اہل و عیال کے ساتھ کیسی شفقت کرتے تھے، غیروں اور دوسروں کے ساتھ کیسی ملاطفت و ہمدردی کرتے تھے، لوگوں کی دینی اصلاح اور ان میں خدا طلبی کا جذبہ کس طرح پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے، آپؐ پروردگار کی رضا کے حصول اور اس کی ناراضگی کے کاموں سے بچنے کیلئے کیسی تربیت و تلقین کرتے تھے۔

یہ دو شرطیں ہیں جن کے ذریعہ ایک مومن کو اپنی زندگی سنوارنا، اور اپنے ایمان کو سچا بنانا ہوتا ہے، یہ شرطیں پوری ہوں تو یہ مقصد حاصل ہوتا ہے، اور یہ شرطیں نہ پوری ہوں تو مقصد حاصل نہیں ہوتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ معلوم کر کے اس کی پیروی نہ کرنا اور یہ دعویٰ کرنا کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابعدار ہیں جوڑ نہیں کھاتا۔

بعض وقت آدمی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑی محبت ہے۔ لیکن آپؐ کی سیرت طیبہ کو جاننے کی کوئی فکر نہیں کرتا، اور اس سیرتِ طیبہ کے مطالعہ سے حاصل ہونے والے اخلاق و صفات کو اپنانے کی کوشش نہیں کرتا، ایسے آدمی کا دعویٰ کیسے سچا مانا جائے گا۔

لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کی باتیں ہر شخص کو کتابوں میں تلاش کرنا مشکل ہوتا ہے، اس کیلئے علماء کی تقریریں، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر لکھی گئی کتابیں سب سے بڑا ذریعہ ہیں، ہر مومن کو ان کی طرف رجوع کرنا چاہیے لیکن بعض کتابیں بڑی عالمانہ ہیں، بعض بہت سی ایسی تفصیلات پر بھی مشتمل ہیں

جن کو جاننے کے لئے وقت چاہیئے۔ اس لئے ہر کس وناکس کے لئے آسانی نہیں پیدا ہوتی ہے۔

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن حسنی ندوی مدظلہٗ العالی نے تبلیغی مراکز کے ہفتہ واری اجتماع میں پڑھنے کے لئے سیرتِ طیبہ کے واقعات، اخلاق وصفات، دعوتی واصلاحی طرز پر مشتمل حصّوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کی بڑی کتابوں سے نکال نکال کر ایک مستقل کتاب کی شکل میں ترتیب دی تھی جو تبلیغی مراکز میں قلمی مسوّدہ سے پڑھی جاتی تھی، ان سے حاضرین کو بہت فائدہ ہوتا تھا، سیرتِ طیبہ کے یہ واقعات زندگیوں کو سدھارنے، ان میں ایمانی جذبہ پیدا کرنے کا بڑا کام دیتے تھے، یہ سلسلہ چلتا رہا، حتیٰ کہ عزیزی سید بلال عبدالحی حسنی ندوی سلمہٗ نے جو حضرت مولانا کے مسوّدات سے واقف تھے، وہ مسوّدہ نکالا، اور اس کو قابلِ طباعت واشاعت بنانے کا ضروری کام انجام دیا۔ اَب یہ کتاب پریس سے جلد باہر آنے والی ہے۔ کتاب کی ضخامت نہ زیادہ ہے نہ کم ہے۔ وہ نہ محض فضائل و معجزات کی حامل ہے، اور نہ ہی تاریخی واقعات کا دفتر ہے۔ وہ ایمانی تربیت، اخلاقی درستگی، خداطلبی، انسانی ہمدردی، خدا کی بندگی اور مخلوقِ خدا کی خدمت کے واقعات پر مشتمل ہے، اور اس طرح وہ ایک مومن کے کردار کو سنوارنے اور بنانے والی ہے۔ ضرورت ہے کہ اس کو بہت عام کیا جائے، تاکہ وسیع فائدہ ہو۔ عزیزی مولوی بلال حسنی سلمہٗ نے مجھ کو بھی اس سعادت میں شریک کرنے کے لئے دیباچہ کی فرمائش کی،

جو میں اپنے کم قیمت الفاظ اور کمتر حیثیت کی عبارت میں اس شرف میں شرکت کی غرض سے لکھ رہا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائے (آمین)

محمد رابع حسنی ندوی

ندوۃ العلماء لکھنؤ

۱۱ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ

عرضِ حال :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ :

راقمِ آثم خدا کے سامنے سر بسجود ہے اور اس کی زبان حمد و ثنا بیان کرنے سے قاصر ہے کہ آج سیرتِ نبویؐ پر ایسی کتاب پیش کرنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے جو تقریباً پچاس سال قبل اللہ کے ایک مخلص و محبوب بندے کے ہاتھوں مرتب ہوئی تھی اور ایک عرصہ تک دعوتی اجتماعات میں پڑھ کر سنائی جاتی رہی لیکن زیورِ طبع سے آراستہ نہیں ہو سکی ۔

دس سال قبل ہمارے شیخ و مرشد حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندوی دامت برکاتہم محفوظ خاندانی مخطوطات و نوادرات ملاحظہ فرما رہے تھے کہ اچانک یہ کتاب سامنے آئی جو مسودہ کی شکل میں تھی اس سلسلہ میں حضرتِ والا مدظلہ نے فرمایا کہ جب ہمارا قیام مسجد مرکز تبلیغ و دعوت لکھنؤ میں تھا اس وقت یہ احساس پیدا ہوا کہ سیرتِ نبویؐ پر کوئی مجموعہ مرتب ہونا چاہیئے جو تبلیغی و دعوتی اجتماعات میں بھی پڑھ کر سنایا جا سکے ۔ اس کے لئے علامہ شبلی کی سیرت النبیؐ[1] اور قاضی سلیمان صاحب منصور پوری کی "رحمۃ للعالمین" کو سامنے رکھ کر ان مؤثر واقعات کا انتخاب کیا گیا جو دعوت کا کام

[1] یہ ملحوظ رہے کہ بیشتر حصہ سیرۃ النبیؐ سے ہی ماخوذ ہے ۔

کرنے والوں کیلئے رہنما ہوں، اور ساتھ ساتھ دل کو حرارتِ ایمانی اور جوشِ اسلامی سے معمور کرنے والے ہوں:

اس وقت ناکارہ کے دل میں داعیہ پیدا ہوا کہ اس کی طباعت کا انتظام ہونا چاہیئے، لیکن اس کے اظہار کی ہمت نہ ہوئی، "وَکَانَ اَمْرُ اللّٰہِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا"

رمضان المبارک میں عرصہ سے حضرت کا قیام دائرہ شاہ علم اللہ تکیہ کلاں میں رہتا ہے۔ حضرت سے تعلق رکھنے والوں کی ایک تعداد رمضان المبارک یکسوئی سے گزارنے کیلئے موجود رہتی ہے، جن کی تعلیم وتربیت کی خاطر دروس کا اہتمام ہوتا ہے۔ اور مختلف دینی و دعوتی کتابیں بھی پڑھ کر سنائی جاتی ہیں۔ دو سال قبل عم مخدوم ومعظم مولانا سید محمد رابع صاحب ندوی مدظلہٗ العالی نے فرمایا کہ سیرت پر بھی کوئی مختصر کتاب ہونی چاہیئے، اس عاجز کا ذہن اسی کتاب کی طرف گیا جو ابھی تک مخطوطہ تھی، برادرِ اکبر مشفق ومکرم مولانا عبداللہ حسنی صاحب ندوی مدظلہٗ العالی نے بھی کتاب ملاحظہ فرماکر اس کی تائید فرمائی اور کتاب پڑھی جانے لگی۔ اس کا مجمع پر ایسا اثر ہوا کہ ہر طرف سے اس کی طباعت کا تقاضا شروع ہو گیا۔ حضرتِ والا سے عرض کیا گیا تو حضرت نے اجازت مرحمت فرمادی اور اس ناکارہ کو اس کی مراجعت کا حکم فرمایا، دوسری ایک مشکل یہ بھی درپیش تھی کہ درمیان کی صفحات غائب تھے خاص طور پر وفات کا پورا واقعہ اس میں مذکور نہ تھا۔ مگر محض اللہ کا فضل تھا کہ اس نے مراجعت کی بھی توفیق عطا فرمائی، اور یہ اہتمام بھی کیا گیا کہ صحاح کی کتابوں میں اگر حوالہ مل سکے تو اس کو درج کیا جائے، جو نقص رہ گیا تھا وہ علامہ شبلیؒ

کی سیرت النبیؐ" اور حضرت مدظلہٗ العالی کی "نبی رحمت" کو سامنے رکھ کر پورا کردیا گیا، عنوانات نبی رحمت کو سامنے رکھ کر قائم کردیئے گئے، اب الحمدللہ! یہ مکمل کتاب آپ کے سامنے ہے، اللہ تبارک وتعالیٰ اس کو قبول فرمائے، اس کے نفع کو عام کرے، اس کو نجات ومغفرت کا وسیلہ بنائے۔

یہاں پر یہ بات عرض کردینا بھی ضروری ہے کہ یہ سیرت کی ایک مختصر اور مؤثر کتاب ہے اور عام لوگوں کیلئے مفید تر ہے، اور اس قابل ہے کہ مساجد ومجامع میں پڑھ کر سنائی جائے لیکن محققین وباحثین اور سیرت کا تفصیل سے مطالعہ کرنے والوں کیلئے خود مصنفِ کتاب نے "السیرۃ النبویہ" کے نام سے ضخیم کتاب تصنیف فرمائی، جس میں حضرت مدظلہ العالی نے سیرت کے بعض ایسے پہلو بیان کئے ہیں جن کی طرف عام سیرت نگاروں کی نگاہ نہیں جاتی۔ عالمی جاہلیت پر تفصیل سے مغربی مآخذ کو سامنے رکھ کر روشنی ڈالی گئی ہے، اس کا اردو میں ترجمہ راقم کے والد ماجد مولانا سید محمد الحسنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے اور کتاب "نبی رحمت" کے نام سے مقبولِ عام ہے اور اس کے کئی ایڈیشن مختلف زبانوں میں شائع ہوچکے ہیں۔

اخیر میں ان تمام حضرات کا شکریہ ادا کیا جاتا ہے جنھوں نے کسی بھی شکل میں اس سلسلہ میں تعاون فرمایا، عم مخدوم ومعظم مولانا سید محمد رابع صاحب حسنی ندوی مدظلہٗ نے کتاب پر مقدمہ تحریر فرماکر اس ناچیز کی ہمت افزائی فرمائی۔

عزیزی القدر مولوی مختار احمد ندوی نے تحریر وکتابت اور مقابلہ میں بڑا تعاون کیا۔ اور محترم ومعظم مولانا محمد رضوان صاحب ندوی نے طباعت کے مرحلہ پر بڑی مدد فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر مرحمت فرمائے اور اس عمل کو قبول فرماکر ذخیرۂ حسنات بنائے[۱] وما توفیقی إلا باللہ علیہ توکلت وإلیہ أنیب، ولہ الحمد والمنۃ وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

بلال عبدالحی حسنی ندوی

دارعرفات، دائرہ شاہ علم اللہ، رائے بریلی

---

[۱] محترمی مولوی سید محمد سلمان نقوی ندوی صاحب اور محترمی ماسٹر خورشید اختر صاحب مدرس مدرسہ ضیاء العلوم بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ کتابت جیسے دشوار گذار مرحلہ میں ان دونوں نے تعاون کیا۔

ولادتِ باسعادت:
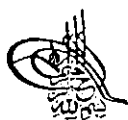
ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم موسم بہار میں دوشنبہ کے دن ۹ ربیع الاوّل[1] عام الفیل[2] مطابق ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بعد از صبح صادق و قبل از طلوع آفتاب پیدا ہوئے۔ حضورؐ اپنے والدین کے اکلوتے فرزند تھے[3]۔ والدِ بزرگوار کا آنحضرتؐ کی پیدائش سے پہلے انتقال ہو گیا تھا[4]۔

---

[1] ابن اسحاق نے ۱۲ ربیع الاوّل کی تاریخ نقل کی ہے' ابن ہشام ج ۱ ص ۱۷۱' صحیح روایات میں دوشنبہ کے دن کی صراحت موجود ہے۔ صحیح مسلم کتاب الصیام' باب استحباب صیام ثلاثۃ أیام من کل شہر۔

[2] سیرت ابن ہشام ج ۱ ص ۱۷۱' عام الفیل کی روایت امام ترمذی نے سُنن کی کتاب المناقب میں نقل کی ہے اور اس کی تحسین بھی فرمائی ہے۔

[3] "رحمۃ للعٰلمین" قاضی سلیمان صاحب منصور پوری۔

[4] مصنف عبدالرزاق ج ۵' ص ۳۱۷' مستدرک حاکم ۲ ' ۶۰۵ حاکم نے اس

بقیہ ص ۲۱ پر

عبد المطلب آنحضرتؐ کے دادا نے خود بھی یتیمی کا زمانہ دیکھا تھا، اپنے ۲۴ سالہ نوجوان پیارے فرزند عبداللہ کی اس یادگار کے پیدا ہونے کی خبر سنتے ہی گھر میں آئے اور بچہ کو خانۂ کعبہ میں لے گئے اور دعا مانگ کر واپس لائے[۱] ساتویں دن قربانی کی اور تمام قریش کی دعوت کی۔ دعوت کھا کر لوگوں نے پوچھا کہ آپ نے بچے کا نام کیا رکھا۔ عبد المطلب نے کہا "محمدؐ"۔ لوگوں نے تعجب سے پوچھا کہ آپ نے اپنے خاندان کے سب مروجہ ناموں کو چھوڑ کر یہ نام کیوں رکھا؟ کہا میں چاہتا ہوں کہ میرا بچہ دنیا بھر کی ستائش اور تعریف کا شایان قرار پائے[۲]۔

ایّامِ رضاعتؐ:

سب سے پہلے آنحضرتؐ کو آپ کی والدہ نے اور دو تین روز کے بعد ثُوَیبہ نے دودھ پلایا، جو ابولہب کی لونڈی تھی[۳] اس زمانہ میں دستور تھا کہ شہر کے رؤسا اور شرفا شیر خوار بچوں کو اطراف کے قصبات اور دیہات

(بقیہ صفحہ ۲ کا) روایت کو مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے اور امام ذہبی نے توثیق فرمائی ہے۔

[۱] سیرت ابن ہشام ۱-۱۶۰، طبقات ابن سعد ۱-۱۰۳، تہذیب تاریخ دمشق ۱-۲۸۲،

[۲] تہذیب تاریخ دمشق ۱-۲۸۲، البدایہ والنہایۃ ۲-۲۶۴،

[۳] صحیح بخاری کتاب النکاح، باب لا یتزوج اکثر من اربع کے بعد والا باب۔

میں بھیج دیتے تھے۔ یہ رواج اس غرض سے تھا کہ بچے بدوؤں میں پل کر فصاحت کا جوہر پیدا کرتے تھے اور عرب کی خالص خصوصیات محفوظ رہتی تھیں آنحضرتؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کے چند روز بعد قبیلہ ہوازن کی چند عورتیں بچوں کی تلاش میں آئیں ان میں حضرت حلیمہ سعدیہ بھی تھیں اتفاق سے انکو کوئی بچہ ہاتھ نہ آیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ نے ان کو مقرر کرنا چاہا تو ان کو خیال آیا کہ یتیم بچہ کو لے کر کیا کروں گی' لیکن خالی ہاتھ بھی نہ جا سکتی تھیں اس لئے حضرت آمنہ کی درخواست قبول کی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر گئیں' دو برس کے بعد حلیمہ آپ کو مکہ میں لائیں اور آپ کی والدہ ماجدہ کے سپرد کیا لیکن چونکہ اس زمانہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی' آپ کی والدہ نے فرمایا کہ واپس لے جاؤ' دوبارہ گھر میں لائیں[1] حضرت حلیمہ کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بے انتہا محبت تھی۔ حضرت حلیمہ کے شوہر یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے رضاعی باپ کا نام حارث بن عبدالعزّیٰ ہے، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

---

[1] سیرت النبی ج ۱، ص ۱۷۲-۱۷۳، حضرت حلیمہ سعدیہ کی رضاعت کا ذکر مشہور عام ہے۔ اصحاب سیر نے اس کا تذکرہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ حاکم نے مستدرک ۲-۲۱۶' میں' امام احمد نے مسند ۴-۱۸۴ میں' دارمی نے سنن ۱-۸ میں' طبرانی نے معجم میں اور ابن حبان نے موارد الظمآن میں' حضرت حلیمہ کی رضاعت بیان فرمائی ہے۔ اور شقِ صدر کا مشہور واقعہ جو طفولت میں پیش آیا بنو سعد میں قیام کے دوران پیش آیا تھا۔ اس واقعہ کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان فرمایا ہے۔ کتاب الایمان باب الاسراء برسول اللہ علیہ وسلم۔

کے بعد کہ میں آئے اور اسلام لائے۔ حارث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا یہ تم کیا کہتے ہو آپؐ نے فرمایا ہاں وہ دن آئیگا کہ میں آپ کو دکھا دونگا کہ میں سچ کہتا تھا، حارث مسلمان ہوگئے[1]

والدہ اور دادا کی وفات اور چچا ابوطالب کی کفالت:

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر جب چھ برس کی ہوئی تو آپ کی والدہ آپ کو لے کر مدینہ گئیں چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا کا ننہال خاندانِ نجار میں تھا، وہیں ٹھہریں۔ اس سفر میں ام ایمن بھی ساتھ تھیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دایہ تھیں۔ ایک مہینہ تک مدینہ میں مقیم رہیں۔ واپس آتے ہوئے جب مقام ابواء میں پہنچیں تو ان کا انتقال ہوگیا اور یہیں مدفون ہوئیں۔ ام ایمن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لے کر مکہ آئیں[2]۔

والدہ ماجدہ کے انتقال کے بعد عبدالمطلب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے دامنِ تربیت میں لیا ہمیشہ آپ کو ساتھ رکھتے تھے[3] عبدالمطلب نے بیاسی برس کی عمر میں وفات پائی اس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر آٹھ برس کی تھی[4] عبدالمطلب کا جنازہ اٹھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی

---

[1] الاصابہ ابن حجر عسقلانی ج ۱ ص ۲۸۳۔

[2] سیرت بن ہشام ۱۔ ۱۵۵، طبقات بن سعد ۱۔ ۱۱۶، دلائل النبوۃ للبیہقی ۱۔ ۱۸۸۔

[3] مصنف عبدالرزاق ۵۔ ۳۱۸۔

[4] دلائل النبوۃ للبیہقی ج ۲، ص ۲۲۔ السیرۃ النبویۃ للذہبی ص ۲۵۔

ساتھ تھے۔ اور فرطِ محبّت سے روتے تھے۔ عبدالمطلب نے مرنے کے وقت اپنے بیٹے ابوطالب کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت سپرد کی ابوطالب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس قدر محبّت رکھتے تھے کہ آپ کے مقابلہ میں اپنے بچّوں کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ سوتے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر سوتے اور باہر جاتے تو ساتھ لے کر جاتے[1]

غالباً جب آپ کی عمر دس بارہ برس کی ہوئی تو آپ نے بکریاں چرائیں[2]۔ یہ عالم کی گلہ بانی کا دیباچہ تھا۔ زمانۂ رسالت میں آپ اس سادہ اور پُرلطف مشغلہ کا ذکر فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپؐ صحابہؓ کے ساتھ جنگل میں تشریف لے گئے صحابہؓ بیریاں توڑ توڑ کر کھانے لگے' آپ نے فرمایا جو زیادہ سیاہ ہو جاتے ہیں زیادہ مزے کے ہوتے ہیں۔ یہ میرا اس زمانہ کا تجربہ ہے جب میں بچپن میں یہاں بکریاں چرایا کرتا تھا[3]

ابوطالب تجارت کا کاروبار کرتے تھے۔ قریش کا دستور تھا، سال میں ایک دفعہ تجارت کی غرض سے شام جایا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر تقریباً بارہ برس کی ہوگی کہ ابوطالب نے حسبِ دستور شام کا ارادہ کیا'

---

[1] سیرت النبی ج ۱، ص ۱۷۷۔

[2] صحیح بخاری کتاب الاجارہ' باب رعی الغنم علی قراریط۔

[3] طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۸۰۔

سفر کی تکلیف یا کسی اور وجہ سے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ نہیں لے جانا چاہتے تھے، لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو طالب سے اس قدر محبت تھی کہ جب ابو طالب چلے تو آپ ان سے لپٹ گئے ابو طالب نے آپ کی دلشکنی گوارا نہ کی اور ساتھ لے لیا[۱]

حربِ الفجار اور حلف الفضول میں شرکت:

عرب میں اسلام کے آغاز تک لڑائیوں کا جو متواتر سلسلہ چلا آتا ہے، ان میں جنگِ فجار سب سے زیادہ مشہور اور خطرناک تھی، یہ لڑائی قریش اور قیس کے قبیلہ میں ہوئی تھی۔ چونکہ قریش اس جنگ میں برسرجنگ تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی شرکت فرمائی لیکن آپ نے کسی پر ہاتھ نہیں اٹھایا[۲]

لڑائیوں کے متواتر سلسلہ نے سیکڑوں گھرانے برباد کر دیے تھے اور قتل وسفاکی موروثی اخلاق بن گئے تھے۔ یہ دیکھ کر بعض طبیعتوں میں اصلاح کی تحریک پیدا ہوئی، جنگِ فجار سے لوگ واپس پھرے تو زبیر بن عبدالمطلب نے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا اور خاندان کے سرکردہ تھے، یہ تجویز پیش کی، چنانچہ خاندانِ ہاشم، زہرہ، اور تیم عبداللہ بن جدعان کے گھر میں

---

[۱] سننِ ترمذی بابُ المناقب، باب ما جاء فی بدء النبوۃ صلی اللہ علیہ وسلم۔

[۲] سیرت ابن ہشام ۱، ۱۹۵۔ الروض الانف سہیلی ۱، ۱۲۰۔

جمع ہوئے اور معاہدہ ہوا کہ ہم میں سے ہر شخص مظلوم کی حمایت کرے گا اور کوئی ظالم مکہ میں نہ رہنے پائے گا[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس معاہدے میں شریک تھے۔ اور عہد نبوت میں فرمایا کرتے تھے کہ "معاہدہ کے مقابلہ میں اگر مجھ کو سرخ رنگ کے اونٹ بھی دئے جاتے تو میں نہ بدلتا اور آج بھی ایسے معاہدہ کیلئے کوئی بلائے تو میں حاضر ہوں"[2]

ابوطالب کے ساتھ آپؐ بچپن میں بھی بعض تجارتی سفر کر چکے تھے ہر قسم کا تجربہ حاصل ہو چکا تھا اور آپؐ کے حسنِ معاملہ کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی، عبداللہ بن ابی الحمسا ایک صحابیؓ بیان کرتے ہیں کہ بعثت سے پہلے میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خرید و فروخت کا کوئی معاملہ کیا تھا کچھ معاملہ ہو چکا تھا کچھ باقی تھا میں نے وعدہ کیا کہ میں پھر آؤں گا اتفاق سے تین دن تک مجھ کو اپنا وعدہ یاد نہ آیا، تیسرے دن جب وعدہ گاہ پر پہنچا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ منتظر پایا، لیکن اس وعدہ خلافی سے آپ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا صرف اس قدر فرمایا کہ تم نے مجھے زحمت دی، میں اسی مقام پر تین دن سے موجود ہوں[3]

---

[1] طبقات بن سعد ج ۱، ص ۸۲ -

[2] مستدرک حاکم ۲ ۰ ۲۱۹-۲۲۰ - امام ذہبی نے اس روایت کی تصحیح کی ہے - امام بخاری نے الادب المفرد اور بیہقی نے سنن میں اس کی تخریج کی ہے -

[3] سنن ابوداؤد کتاب الادب باب فی الوعد -

حضرت خدیجہؓ سے رشتۂ ازدواج: مکہ میں نہایت شریف خاندان کی ایک بیوہ عورت خدیجہؓ تھیں، وہ بہت مالدار تھیں، اپنا روپیہ تجارت میں لگائے رکھتی تھیں انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیاں اور اوصاف سن کر اور آپؐ کی سچائی، دیانتداری، سلیقہ شعاری کا حال معلوم کرکے خود درخواست کردی کہ ان کے روپئے سے تجارت کریں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کا مال لیکر تجارت کو گئے، اس تجارت میں بڑا نفع ہوا، اس سفر میں خدیجہؓ کا غلام میسرہ بھی تھا۔ اس نے آنحضرتؐ کی ان تمام خوبیوں اور بزرگیوں کا ذکر خدیجہؓ کو سنایا جو سفر میں خود دیکھی تھیں، ان اوصاف کو سن کر خدیجہؓ نے درخواست کرکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نکاح کرلیا۔ حالانکہ خدیجہؓ اس سے پہلے بڑے بڑے سرداروں کی درخواستِ نکاح رد کرچکی تھیں [1]

کعبہ کی تعمیرِ نو اور ایک بڑے فتنہ کا سدِّ باب: ان دنوں میں لوگوں کے دلوں پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی اور بزرگی کا اتنا اثر تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[1] حضرت خدیجہؓ کے تجارتی مال کو لیکر سفر شام کا تذکرہ حاکم نے مستدرک میں کیا ہے ۳: ۱۸۲ اور امام ذہبی نے اس کی تصحیح کی ہے۔ نکاح کا بھی امام حاکم نے ذکر کیا ہے۔ اور زرقانی نے اس کے حالات تفصیل سے بیان فرمائے ہیں۔ صحیح بخاری میں زبانِ نبوت سے ان کے فضائل کا تذکرہ موجود ہے۔

کو نام لے کر نہیں بلاتے تھے بلکہ الصادق یا امین کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر ۳۵ سال کی تھی جب قریش نے کعبہ کی عمارت کو (جس کی دیواریں سیلاب کے صدمہ سے پھٹ گئی تھیں) از سرِ نو تعمیر کرایا[1]۔ عمارت کے بنانے میں تو سب ہی شامل تھے مگر جب حجرِ اسود کے قائم کرنے کا موقع آیا تو سخت اختلاف ہوا کیونکہ ہر ایک یہی چاہتا تھا کہ یہ کام اسی کے ہاتھ سے سرانجام پائے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ تلواریں کھنچ گئیں۔ عرب میں دستور تھا جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تھا تو پیالہ میں خون بھر کر اس میں انگلیاں ڈبو لیتا تھا، اس موقع پر بھی بعض دعویداروں نے یہ رسم ادا کی چار دن تک یہ جھگڑا برپا رہا پانچویں دن ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ معمر تھا رائے دی کہ کل صبح کو جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے وہی ثالث قرار دیدیا جائے۔ سب نے یہ رائے تسلیم کی۔ خدا کی قدرت اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا تھا کہ "ھٰذا الامین رضیناہ" کے نعرے لگ گئے (امین آگیا ہم اس کے فیصلے پر سب رضامند ہیں) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک چادر بچھائی اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا پھر ہر ایک قبیلے کے

---

[1] مصنف عبدالرزاق ۱۰۲۰۵۔ امام ذہبی نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔

سردار کو کہا کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے جہاں قائم کرنا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر اسے اٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا[۱] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مختصر تدبیر سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا ورنہ اس وقت کے اہلِ عرب میں ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے، جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی۔

آسمانی تربیت: آپؐ بچپن اور شباب میں بھی جب کہ منصبِ پیغمبری سے ممتاز نہیں ہوئے تھے مراسمِ شرک سے ہمیشہ مجتنب رہے۔ ایک دفعہ قریش نے آپؐ کے سامنے کھانا لا کر رکھا یہ کھانا بتوں کے چڑھاوے کا تھا، جانور جو ذبح کیا گیا تھا کسی بُت کے نام پر ذبح کیا گیا تھا آپؐ نے کھانے سے انکار کیا[۲] آپؐ نے نبوّت سے پہلے بُت پرستی کی برائی شروع کر دی تھی اور جن لوگوں پر آپ کو اعتماد تھا ان کو اس بات سے منع فرماتے تھے[۳]

---

[۱] مسند احمد ۳، ۴۲۵۔ ۱۔ ۴۵۸، مستدرک حاکم ۳، ۴۵۸ وکتب سیر۔

[۲] صحیح بخاری میں اس طرح کے واقعات مذکور ہیں کتاب المناقب مناقب ذکر زید بن عمرو بن نفیل [۳] مستدرک حاکم ۳۔ ۲۱۶، معجم کبیر طبرانی ۵ ۔ ۸۸ ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں پیدا ہوئے مکّہ بت پرستی کا مرکز اعظم تھا۔ خود کعبہ میں تین سو ساٹھ بت تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندان کا تمغائے امتیاز صرف اس قدر تھا کہ اس بتکدہ کے متولی اور کلید بردار تھے، بایں ہمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بتوں کے آگے سر نہیں جھکایا، دیگر رسوم جاہلیت میں بھی کبھی شرکت نہیں کی۔ قریش نے اس بناء پر کہ ان کو عام لوگوں سے ہر بات میں ممتاز رہنا چاہیئے، یہ قاعدہ قرار دیا تھا کہ ایامِ حج میں قریش کیلئے عرفات جانا ضروری نہیں اور یہ کہ جو لوگ باہر سے آئیں وہ قریش کا لباس اختیار کریں، ورنہ ان کو برہنہ ہو کر کعبہ کا طواف کرنا ہوگا چنانچہ اسی بناء پر طوافِ برہنہ کا عام رواج ہو گیا تھا۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں میں کبھی اپنے خاندان کا ساتھ نہ دیا۔[1]

عرب میں افسانہ گوئی کا عام رواج تھا، راتوں کو لوگ تمام اشغال سے فارغ ہو کر کسی مقام میں جمع ہوتے تھے، ایک شخص جس کو اس فن میں کمال ہوتا تھا داستان شروع کرتا، لوگ بڑے ذوق وشوق سے رات رات بھر سنتے تھے۔ بچپن میں ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس جلسہ میں شریک ہونا چاہا تھا لیکن اتفاق سے راہ میں شادی کا کوئی جلسہ تھا دیکھنے کیلئے کھڑے ہو گئے وہیں نیند آگئی اٹھے تو صبح ہو چکی تھی۔ ایک دفعہ اور ایسا ہی اتفاق

---

[1] اس کا بھی ذکر بخاری میں موجود ہے۔

ہوا اس دن بھی یہی اتفاق پیش آیا، چالیس برس کی مدت میں صرف دو دفعہ اس قسم کا ارادہ کیا لیکن دونوں دفعہ توفیقِ الٰہی نے بچا لیا[۱] کہ "تیری شان ان مشاغل سے بالاتر ہے"۔

اِنسانیت کی صبح صادق اور بعثتِ مبارک:

بعثت کا زمانہ جس قدر قریب ہوتا گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مزاج میں خلوت گزینی کی عادت بڑھتی جاتی تھی، آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم اکثر پانی اور ستو لیکر شہر سے کئی کوس پرے سنسان جگہ کوہِ حرا کے ایک غار میں جا بیٹھتے، عبادت کیا کرتے، اس عبادت میں اللہ کا ذکر بھی شامل تھا، اور قدرتِ الٰہیہ پر غور و فکر بھی، جب تک پانی اور ستو ختم نہ ہو جائے شہر نہ آیا کرتے اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب نظر آنے لگے۔ خواب ایسے سچے ہوتے تھے کہ جو کچھ رات کو خواب میں دیکھ لیا کرتے، دن میں ویسا ہی ظہور میں آجاتا۔ ایک دن جبکہ آپ حسبِ معمول غارِ حرا میں تھے کہ فرشتہ نظر آیا، اس نے کہا پڑھئے آپؐ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔ اس نے آپؐ کو اس زور سے بوچا کہ آپکی ساری طاقت صرف ہوگئی، پھر اس نے آپؐ کو چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھئے آپؐ نے فرمایا کہ میں پڑھا ہوا نہیں ہوں، پھر اس نے آپکو پوری طاقت سے دبوچا پھر چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھئے، آپؐ نے کہا کہ میں پڑھا نہیں ہوں، اس نے

[۱] الروض الانف سہیلی ۱: ۱۱۲۔

پھر پوری قوت کے ساتھ دبوچا اور چھوڑ دیا اور کہا کہ پڑھئے آپ نے پھر وہی جواب دیا اس نے یہ آیتیں پڑھیں :

بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي	"شروع ہے اللہ کے نام سے جو کمال رحمت
خَلَقَ. خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ	اور نہایت رحم والا ہے۔ پڑھئے اپنے پروردگار
عَلَقٍ ۔ إِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ	کے نام سے جس نے (سب کچھ) پیدا کیا جس نے
الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ	انسان کو پانی کے کیڑے سے بنایا (ہاں)
الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۔	پڑھتے چلے جائیے آپ کا پروردگار تو بہت

کرم والا ہے جس نے قلم کے ذریعہ سے تعلیم دی (جس نے) انسان کو وہ سب کچھ سکھایا جو وہ نہ جانتا تھا۔"

اس واقعہ کے بعد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فوراً گھر میں آئے اور لیٹ گئے، بیوی سے کہا کہ مجھ پر کپڑا ڈال دو جب طبیعت میں ذرا سکون ہوا تو بیوی سے فرمایا کہ میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔ خدیجۃ الکبریٰ نے کہا' نہیں آپ کو ڈر کا ہے کا' میں دیکھتی ہوں کہ آپ اقربا پر شفقت فرماتے' سچ بولتے' رانڈوں' یتیموں' بیکسوں کی دستگیری کرتے مہمان نوازی فرماتے' اہل مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں خدا آپ کو کبھی غمگین نہ فرمائے گا۔ اب خدیجۃ الکبریٰ کو خود بھی اپنے اطمینان قلب کی ضرورت ہوئی اس لئے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ساتھ لے کر اپنے رشتہ کے چچیرے بھائی

ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو عبرانی زبان جانتے تھے اور توریت و انجیل کے ماہر تھے، حضرت خدیجہؓ کی درخواست پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ورقہ بن نوفل کے سامنے جبرئیلؑ کے آنے، بات کرنے کا واقعہ بیان فرمایا ورقہ جھٹ بول اٹھے یہی وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا کاش میں جوان ہوتا، کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب قوم آپ کو نکال دیگی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا قوم مجھ کو نکال دے گی؟ ورقہ بولے ہاں اس دنیا میں جس کسی نے ایسی تعلیم پیش کی اس سے (شروع میں) عداوت ہی ہوتی رہی، کاش میں ہجرت تک زندہ رہوں اور حضورؐ کی نمایاں خدمت کروں [1]

ایک دن روح الامین نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دامنِ کوہ میں لائے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے خود وضو کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی وضو کیا پھر دونوں نے مل کر نماز پڑھی روح الامین نے نماز پڑھائی۔

اسلام کی تبلیغ و دعوت:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ شروع کر دی خدیجہؓ (بیوی) علیؓ (بھائی عمر آٹھ سال) ابوبکرؓ (دوست) زیدؓ بن حارثہ (مولیٰ) پہلے ہی دن مسلمان ہو گئے۔

---

[1] پورا واقعہ صحیح بخاری کے باب بدء الوحی اور صحیح مسلم کے کتاب الایمان باب بدء الوحی میں مفصل مذکور ہے اسکی بھی صراحت ہے کہ اسوقت آپکی عمر شریف چالیس سال تھی۔

[2] الانساب للبلاذری ۱ - ۱۱۱ ۔

ان اشخاص کا ایمان لانا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی چالیس سالہ ذرا ذرا سی حرکات و سکنات سے واقف تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اعلیٰ صداقت اور راست بازی کی روشن دلیل ہے۔ بلال، عمر بن عنبسہ و خالد بن سعد بن عاص بھی چند روز کے بعد ہی مسلمان ہو گئے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ بڑے مالدار تھے، تجارت کرتے تھے مکہ میں ان کی دوکان بزازی کی تھی، لوگوں سے ان کا بہت میل ملاپ تھا، ان کی تبلیغ سے عثمانِ غنی رضؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوفؓ، طلحہؓ، سعد بن وقاصؓ مسلمان ہوئے پھر ابوعبیدہ، عامر بن عبداللہ بن الجراح جن کا لقب بعد میں (امین الامۃ) ہوا۔ عبدالاسد بن بلال، عثمان بن مظعون، عامر بن فہیرہ ازدی ابوحذیفہ بن عنبہ، سائب بن عثمان مظعون اور ارقم مسلمان ہوئے۔ عورتوں میں خدیجہؓ ام المومنین کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا عباس کی بیوی ام الفضلؓ، اسماء بنت عمیسؓ، اسماء بنت ابوبکرؓ اور فاطمہؓ خواہر عمر فاروقؓ نے اسلام قبول کیا۔[1]

ان دنوں مسلمان پہاڑ کی گھاٹی میں جا کر نماز پڑھا کرتے تھے۔ ایک دفعہ آپ حضرت علیؓ کے ساتھ کسی درہ میں نماز پڑھ رہے تھے۔ اتفاق سے

---

[1] صحیح بخاری، سنن ترمذی، مصنف عبدالرزاق، مستدرک اور مصنف بن ابی شیبہ کی صحیح روایات میں ان حضرات کے اسلام میں شرفِ تقدم کا ذکر موجود ہے۔

آپؐ کے چچا ابوطالب آنکلے ان کو اس جدید طریقۂ عبادت پر تعجب ہوا کھڑے ہو گئے اور بغور دیکھتے رہے، نماز کے بعد پوچھا کہ یہ کون دین ہے آپؐ نے فرمایا کہ ہمارے دادا ابراہیم کا یہی دین تھا، ابوطالب نے کہا میں اس کو اختیار تو نہیں کر سکتا لیکن تم کو اجازت ہے اور کوئی شخص تمھارا مزاحم نہ ہو سکے گا[1]

تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت رازداری کے ساتھ فرضِ تبلیغ ادا کیا، لیکن اب آفتابِ رسالت بلند ہو چکا تھا صاف حکم آیا وَاصۡدَعۡ بِمَا تُؤۡمَرُ اور تجھ کو جو حکم دیا گیا ہے صاف صاف کہدے اور نیز حکم آیا وَاَنۡذِرۡ عَشِيۡرَتَكَ الۡاَقۡرَبِيۡنَ (اور اپنے نزدیک کے خاندان والوں کو خدا سے ڈرا)[2]

ایک روز آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ دعوت کا سامان کرو یہ درحقیقت تبلیغ اسلام کا پہلا موقع تھا تمام خاندانِ عبدالمطلب مدعو کیا گیا۔ حمزہ، ابوطالب، عباس سب شریک تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے کے بعد کھڑے ہو کر فرمایا کہ میں وہ چیز لیکر آیا ہوں جو دین و دنیا دونوں کی کفیل ہے اس بارگراں کے اٹھانے میں کون میرا ساتھ دے گا

---

[1] سیرت النبی ۱ - ۲۰۶ ،

[2] سیرت النبی ۱ - ۲۱۰ ،

تمام مجلس میں سناٹا تھا دفعتہً حضرت علیؓ نے اٹھ کر کہا "گو مجھ کو آشوب چشم ہے، گو میری ٹانگیں پتلی ہیں اور گو میں سب سے نو عمر ہوں تاہم میں آپ کا ساتھ دوں گا۔ قریش کیلئے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ دو شخص (جن میں ایک تیرہ سال کا نوجوان ہے) دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں حاضرین کو بے ساختہ ہنسی آگئی لیکن آگے چل کر زمانہ نے بتا دیا کہ یہ لفظ بلفظ سچ تھا[1]

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوہ صفا پر چڑھ کے لوگوں کو پکارنا شروع کیا جب سب جمع ہو گئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم مجھے بتاؤ کہ تم مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا جانتے ہو" سب نے ایک آواز سے کہا، ہم نے کوئی بات غلط یا بیہودہ آپ کے منہ سے نہیں سنی ہم یقین کرتے ہیں کہ آپ صادق اور امین ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا دیکھو میں پہاڑ کی چوٹی پر کھڑا ہوں اور تم اس کے نیچے ہو میں پہاڑ کے اِدھر بھی دیکھ رہا ہوں اور اُدھر بھی نظر کر رہا ہوں اگر میں یہ کہوں کہ رہزنوں کا ایک مسلح گروہ دور سے نظر آرہا ہے جو مکہ پر حملہ آور ہوگا کیا تم اس کا یقین کر لو گے؟ لوگوں نے کہا بیشک کیونکہ ہمارے پاس آپ جیسے راست باز آدمی کے جھٹلانے کی کوئی وجہ نہیں خصوصاً جبکہ وہ ایسے

---

[1] سیرت النبی ۱-۲۱۰ تاریخ طبری وتفسیر طبری علامہ شبلی نے یہ وضاحت بھی کر دی ہیکہ یہ روایت ضعف سے خالی نہیں، امام احمد نے مسند میں ابن کثیر نے تفسیر میں ابن سعد نے طبقات میں اور دوسرے اصحاب سیر نے بھی اس روایت کو ذکر کیا ہے لیکن اس کی کوئی سند ضعف سے خالی نہیں

بلند مقام پر کھڑا ہے کہ دونوں طرف دیکھ رہا ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ سب کچھ سمجھانے کیلئے ایک مثال تھی اب یقین کرلو کہ موت تمھارے سر پر آرہی ہے اور تمھیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور میں عالم آخرت کو بھی ایسا ہی دیکھ رہا ہوں جیساکہ دنیا پر تمھاری نظر ہے۔ اس دلنشیں وعظ سے مطلب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ نبوت کیلئے ایک مثال پیش کریں کہ کس طرح ایک شخص عالم آخرت کو دیکھ سکتا ہے جبکہ ہزاروں اشخاص نہیں دیکھ سکتے [1]

توحید کی بازگشت اور مشرکین کی ایذارسانی:

اب مسلمانوں کی معتدبہ جماعت تیار ہوگئی تھی جن کی تعداد چالیس سے زیادہ تھی آپ نے حرم کعبہ میں جاکر توحید کا اعلان کیا کفار کے نزدیک یہ حرم کی سب سے بڑی توہین تھی اس لئے دفعۃً ایک ہنگامہ برپا ہوگیا اور ہر طرف سے لوگ آپ پر ٹوٹ پڑے حارث بن ابی ہالہ جو پہلے شوہر سے حضرت خدیجہؓ کے صاحبزادے تھے گھر میں تھے ان کو خبر ہوئی دوڑے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بچانا چاہا لیکن ہر طرف سے ان پر تلواریں پڑیں اور وہ شہید ہوگئے اسلام کی راہ میں یہ پہلا خون تھا جس سے زمین رنگین ہوئی [2]

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو عام طور پر سمجھانا شروع کیا ہر ایک

---

[1] یہ روایت اجمال کے ساتھ صحیحین میں موجود ہے۔

[2] الاصابہ لابن حجر ذکر حارث بن ابی ہالہ۔

میلے میں ہر ایک گلی کوچے میں جا جا کر لوگوں کو توحید کی خوبی بتاتے' بتوں پتھروں' درختوں کی پوجا سے روکتے آپؐ لوگوں کو تلقین فرماتے کہ خدا کی ذات کو نقص سے' عیب سے' آلودگی سے پاک سمجھیں اس بات کا پختہ اعتقاد رکھیں کہ زمین' آسمان، چاند، سورج چھوٹے بڑے سب کے سب خدا کے پیدا کئے ہیں' سب اسی کے محتاج ہیں۔ دعا کا قبول کرنا، بیمار کو صحت و تندرستی دینا، مرادیں پوری کرنا اللہ کے اختیار میں ہے۔ اللہ کی مرضی اور حکم کے بغیر کوئی بھی کچھ نہیں کرسکتا، فرشتے اور نبی بھی اس کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے۔ عرب میں عُکاظ اور مجنّہ اور ذی المجاز کے میلے بہت مشہور تھے' دور دور سے لوگ وہاں آیا کرتے تھے' نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان مقامات پر جاتے اور میلے میں آئے ہوئے لوگوں کو اسلام اور توحید کی دعوت فرمایا کرتے تھے[1]

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اعلانِ دعوت کیا اور بُت پرستی کی علانیہ مذمت شروع کی تو قریش کے چند معززوں نے ابوطالبؓ سے آکر شکایت کی' ابوطالب نے نرمی سے سمجھا کر رخصت کر دیا لیکن چونکہ بنائے نزاع قائم تھی یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادائے فرض سے باز نہ آسکتے تھے اس لئے

---

[1] امام ترمذی نے سنن میں امام حاکم نے مستدرک میں' امام احمد نے مسند میں اور اصحاب سیر نے اپنی کتابوں میں اسکا تذکرہ کیا ہے' امام ترمذی اور امام ذہبی نے حدیث کی تصحیح کی ہے۔

یہ سفارت دوبارہ ابو طالب کے پاس آئی اس میں تمام روسائے قریش یعنی عتبہ بن ربیعہ، شیبہ، ابوسفیان، عاص بن ہشام، ابو جہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل وغیرہ شریک تھے۔ ان لوگوں نے ابو طالب سے کہا کہ تمھارا بھتیجا ہمارے معبودوں کی توہین کرتا ہے۔ ہمارے آبا و اجداد کو گمراہ کہتا اور ہم کو احمق ٹھہراتا ہے۔ اس لئے یا تو تم بیچ سے ہٹ جاؤ یا تم بھی میدان میں آؤ کہ ہم دونوں میں سے ایک کا فیصلہ ہو جائے ابو طالب نے دیکھا کہ اب حالت نازک ہو گئی ہے قریش اب تحمل نہیں کر سکتے اور میں تنہا قریش کا مقابلہ نہیں کر سکتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مختصر لفظوں میں کہا کہ "جانِ عم میرے اوپر اتنا بار نہ ڈال کہ میں اٹھا نہ سکوں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری پشت پناہ جو کچھ تھے ابو طالب تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ اب ان کے پائے ثبات میں بھی لغزش ہے آپ نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کہ خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے ہاتھ میں چاند لاکر دیدیں تب بھی میں اپنے فرض سے باز نہ آؤں گا، خدا یا تو اس کام کو پورا کرے گا یا میں خود اس پر نثار ہو جاؤں گا، آپ کی پر اثر آواز نے ابو طالب کو سخت متاثر کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا، "جا کوئی شخص تیرا بال بیکا نہیں کر سکتا"[1]

---

[1] السیرۃ النبویۃ للذہبی ۸۶، ۸۷، مستدرک حاکم ۳-۲-۵

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بدستور دعوت اسلام میں مصروف ہوئے قریش اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا ارادہ نہ کر سکے لیکن طرح طرح اذیتیں دیتے تھے، راہ میں کانٹے بچھاتے تھے نماز پڑھنے میں جسم مبارک پر نجاست ڈال دیتے تھے، بدزبانیاں کرتے تھے[1]

ابن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کا چشم دید بیان ہے کہ ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے عقبہ بن ابی معیط آیا اس نے اپنی چادر کو لپیٹ دیکر رسی جیسا بنایا اور جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو چادر کو حضورؐ کی گردن میں ڈال دیا اور پیچ پر پیچ دینے شروع کئے، گردنِ مبارک بہت بھینچ گئی تھی تاہم حضورؐ اسی اطمینانِ قلب سے سجدہ میں پڑے ہوئے تھے اتنے میں، ابوبکر صدیقؓ نے دھکے دے کر عقبہ کو ہٹایا اور زبان سے یہ آیت پڑھ کر سنائی: أَتَقْتُلُونَ رَجُلًا أَنْ يَقُولَ رَبِّيَ اللَّهُ وَقَدْ جَاءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ "کیا تم ایک بزرگ آدمی کو مارتے ہو اور صرف اس جرم میں کہ وہ اللہ کو اپنا پروردگار کہتا ہے اور تمھارے پاس اپنے روشن دلائل بھی لیکر آیا ہے": چند شریر ابوبکر صدیقؓ سے لپٹ گئے اور ان کو بہت زدوکوب کیا[2]

---

[1] سیرت النبی ۱ - ۲۲۱

[2] صحیح البخاری باب بنیان الکعبہ باب ذکر مالقی النبیؐ صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من قریش بمکہ۔

ایک دوسری دفعہ کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ میں نماز پڑھنے لگے قریش بھی صحنِ کعبہ میں جا بیٹھے ابوجہل بولا کہ آج شہر میں فلاں جگہ اونٹ ذبح ہوا ہے اوجھڑی پڑی ہوئی ہے کوئی جائے اٹھا لائے اور اس (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کے اوپر دھر دے۔ شقی عقبہ اٹھا نجاست بھری اوجھڑی اٹھا لایا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سجدہ میں گئے تو پشتِ مبارک پر رکھ دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو ربّ العزت کی جانب متوجہ تھے کچھ خبر بھی نہ ہوئی، کفار ہنسی کے مارے لوٹے جاتے تھے اور ایک دوسرے پر گرے جاتے تھے۔ ابن مسعودؓ صحابی بھی موجود تھے، کافروں کا ہجوم دیکھ کر ان کا حوصلہ نہ پڑا مگر معصوم سیّدہ فاطمہ زہراؓ آگئیں، انھوں نے باپ کی پشت سے اوجھڑی کو پرے پھینک دیا اور ان سنگ دلوں کو سخت سُست بھی کہا[1]

ایک مرتبہ یہ طے کرنے کیلئے ایک مجلس منعقد ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کیا بات کہی جائے کہ مکہ میں باہر سے آنیوالے ان سے بچیں اور دور ہی دور رہیں۔ ایک نے کہا ہم تبلایا کریں گے کہ وہ کاہن ہے۔ ولید بن مغیرہ (جو ایک خرانٹ بڈھا تھا) بولا میں نے بہتیرے کاہن دیکھے ہیں لیکن کہاں

---

[1] صحیح البخاری باب بنیان الکعبہ باب ذکر مالقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ من قریش بمکۃ۔

تو کاہنوں کی تک بندیاں اور کجا محمدؐ کا کلام ہم کو ایسی بات نہ کہنی چاہیئے جس سے قبائل عرب یہ سمجھ لیں کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں۔ ایک نے کہا ہم اسے دیوانہ بتایا کریں گے، ولید بولا محمدؐ کو دیوانگی سے کیا نسبت ہے۔ ایک بولا ہم کہیں گے وہ شاعر ہے ولید نے کہا ہم جانتے ہیں کہ شعر کیا ہوتا ہے اصنافِ سخن ہم کو بخوبی معلوم ہیں، محمدؐ کے کلام کو شعر سے ذرا مشابہت نہیں۔ ایک بولا ہم بتایا کریں گے کہ وہ جادوگر ہے، ولید نے کہا جس طہارت و لطافت و نفاست سے محمدؐ رہتا ہے وہ جادوگروں میں کہاں ہوتی ہے۔ جادوگروں کی منحوس صورتیں اور نجس عادتیں الگ ہی ہوتی ہیں اب سب نے عاجز ہو کر کہا چچا تم ہی بتاؤ کہ پھر کیا کیا جائے۔ ولید نے کہا سچ تو یہ ہے کہ محمدؐ کے کلام میں عجیب شیرینی ہے اس کی گفتگو نورس حلاوت ہے۔ کہنے کو تو بس یہی کہہ سکتے ہیں کہ اس کا کلام ایسا ہے جس سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، شوہر و زن میں جدائی ہو جاتی ہے، اس لئے اس سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ تمام لوگوں نے ولید کی اس تجویز کو پسند کیا اب ان کا معمول تھا کہ مکہ کے راستوں پر بیٹھ جاتے اور آنے جانے والوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جانے سے ڈراتے[1]

عتبہ کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مکالمہ:

جب مکہ کے کافروں نے دیکھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کسی طرح دعوت و تبلیغ ترک نہیں فرماتے تو انھوں نے کہا کہ آؤ پہلے محمدؐ کو لالچ

---

[1] السیرۃ النبویہ للذہبی ص ۸۹، ۹۰۔

دیں پھر دھمکی دیں کسی طرح تو مان ہی جائیں گے، مکّہ کے ایک مشہور سردار عتبہ نے کہا دیکھو میں جاتا ہوں اور تصفیہ کر کے آتا ہوں، وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور یوں تقریر کی۔

میرے بھتیجے محمدؐ! اگر تم اس کارروائی سے مال و دولت جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم خود ہی تیرے پاس اتنی دولت جمع کر دیتے ہیں کہ تو مالا مال ہو جائے اگر تم عزت کے بھوکے ہو تو اچھا ہم سب تم کو اپنا رئیس مان لیتے ہیں، اگر حکومت کی خواہش ہے تو ہم تم کو بادشاہِ عرب بنا دیتے ہیں جو چاہو سو کرنے کو حاضر ہیں مگر تم اپنا یہ طریق چھوڑ دو اور اگر تمھارے دماغ میں کچھ خلل آگیا ہے تو بتا دو کہ ہم تمھارا علاج کرائیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جو کچھ تم نے میری بات کہا وہ ذرا بھی صحیح نہیں، مجھے مال، عزت، دولت، حکومت کچھ درکار نہیں اور میرے دماغ میں خلل بھی نہیں، میری حقیقت تم کو قرآن کے اس کلام سے معلوم ہو گی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حٰمٓ . تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ	"یہ فرمان خدا کے حضور سے آیا ہے
الرَّحِيْمِ ، كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ	وہ بڑی رحمت والا اور نہایت رحم والا ہے
قُرْاٰنًا عَرَبِيًّا لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ	یہ برابر پڑھی جانے والی کتاب ہے عربی زبان
بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ	میں سمجھدار لوگوں کے لئے اس میں سب باتیں
فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ . وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا	کھلی کھلی درج ہیں جو لوگ خدا کا حکم مانتے

فِیْ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَا اِلَیْہِ ۔ الخ (حم سجدہ آیت ۱ تا ۵) ہیں ان کے واسطے اس فرمان میں بشارت ہے اور جو انکار کرتے ہیں ان کو خدا کے عذاب سے ڈراتا ہے تاہم بہت سے لوگوں نے اس فرمان سے منھ موڑ لیا ہے وہ اسے سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں کہ اس کا ہمارے دل پر کوئی اثر نہیں اور ہمارے کان اس سے شنوا نہیں اور ہم میں اور تم میں ایک طرح کا پردہ پڑا ہے تم اپنی (تدبیر) کرو ہم اپنی (تدبیر) کر رہے ہیں۔ اے نبیؐ ! ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ میں بھی تم جیسا بشر ہوں مگر مجھ پر وحی آتی ہے اور خدا کے فرشتے نے یہ بتا دیا ہے کہ سب لوگوں کا معبود صرف ایک ہے اسی کی طرف متوجہ ہونا اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنا لازم ہے۔ ان لوگوں پر افسوس ہے جو شرک کرتے ہیں اور صدقہ نہیں دیتے اور آخرت کا انکار کرتے ہیں لیکن جو لوگ خدا پر ایمان لائے اور انھوں نے نیک کام کئے ان کیلئے آخرت میں بڑا درجہ ہے۔"

کلام پاک کے سننے سے عتبہ پر ایک محویت کا عالم طاری ہو گیا وہ ہاتھوں سے سہارا دئے، گردن پشت پر ڈالے ہوئے سنتا رہا اور بالآخر چپ چاپ اٹھ کر چلا گیا۔ عتبہ واپس گیا تو وہ عتبہ نہ تھا قریش کے سرداروں نے دیکھا تو کہا کہ دیکھو عتبہ کا وہ چہرہ نہیں ہے۔ جو یہاں سے جاتے وقت تھا انھوں نے پوچھا کیا دیکھا، کیا کہا، کیا سنا۔ عتبہ بولا قریش میں ایسا کلام سن کے آیا جو نہ کہانت ہے نہ شعر ہے نہ جادو ہے نہ منتر ہے۔ تم میرا کہا مانو تو میری رائے پر چلو محمدؐ کو اپنے حال پر چھوڑ دو

لوگوں نے یہ رائے سن کر کہا لو عتبہ پر بھی محمدؐ کی زبان کا جادو چل گیا۔[1]

سرداران قریش کی آنحضرتؐ کی بات چیت :

اس ناکامی کے بعد قریش نے مشورہ کیا کہ محمدؐ کو قوم کے سامنے بلا کر سمجھانا چاہیئے اس مشورہ کے بعد انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کہلا بھیجا کہ سرداران قوم آپ سے کچھ بات چیت کرنا چاہتے ہیں اور کعبہ کے اندر جمع ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوش خوش وہاں گئے کیونکہ حضورؐ کو ان کے ایمان لے آنے کی بڑی آرزو تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہاں جا بیٹھے تو انھوں نے گفتگو کا آغاز اس طرح کیا :

"اے محمدؐ! ہم نے تجھے یہاں بات کرنے کیلئے بلایا ہے بخدا ہم نہیں جانتے کہ کوئی شخص اپنی قوم پر اتنی مشکلات لایا ہو جس قدر تو نے اپنی قوم پر ڈال رکھی ہے۔ کوئی خرابی ایسی نہیں جو تیری وجہ سے ہم پر نہ آچکی ہو اب تم یہ بتاؤ کہ اگر تم اپنے اس نئے دین سے مال جمع کرنا چاہتے ہو تو ہم تمھارے لئے مال جمع کر دیں اتنا کہ ہم میں سے کسی کے پاس اتنا روپیہ نہ نکلے اور اگر شرف و عزت کے خواستگار ہو تو ہم تمھیں اپنا سردار بنالیں اور اگر تم سلطنت کے طالب ہو تو تمھیں اپنا بادشاہ مقرر کرلیں اور اگر تم سمجھتے ہو کہ جو چیز تمھیں دکھائی دیتی ہے وہ کوئی جن ہے جو غالب آگیا ہے تو ہم ٹونے ٹوٹکوں کیلئے

---

[1] السیرۃ الحلبیہ ۱-۴۸۶-۴۸۰ مصنف ابن ابی شیبہ ۱۴-۲۹۵ السیرۃ النبویہ للذہبی ص ۹۱-۹۲

مال صرف کر دیں تاکہ تم تندرست ہو جاؤ یا قوم کے نزدیک معذور سمجھے جاؤ۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

"تم نے جو کچھ کہا میری حالت کے ذرا بھی مطابق نہیں جو تعلیم لیکر میں آیا ہوں وہ نہ طلب اموال کیلئے ہے نہ جلب شرف یا حصولِ سلطنت کے واسطے ہے، بات یہ ہے کہ خداوند نے مجھے تمھاری طرف رسولؐ بنا کر بھیجا ہے، مجھ پر کتاب اتاری ہے مجھے اپنا بشیر و نذیر بنایا ہے، میں نے اپنے رب کے پیغام تم کو پہنچا دیے ہیں اور تمھیں بخوبی سمجھا دیا ہے اگر تم میری تعلیمات کو قبول کر لوگے تو وہ تمھارے لئے دنیا و آخرت کا سرمایہ ہے اور اگر رد کر دوگے تب میں اللہ کے حکم کا انتظار کروں گا وہ میرے لئے اور تمھارے لئے کیا حکم بھیجتا ہے۔"

قریش نے کہا :

"اچھا محمدؐ ! اگر تم ہماری باتوں کو نہیں مانتے تو ایک بات سنو آپکو معلوم ہے کہ ہم کس قدر سختی و تنگی سے دن کاٹ رہے ہیں، پانی ہمارے پاس سب سے کم ہے اور گزران ہماری سب سے زیادہ تنگ ہے اب تم خدا سے یہ سوال کرو کہ ان پہاڑوں کو ہمارے سامنے سے ہٹا دے تاکہ ہمارے شہر کا میدان کھل جائے نیز ہمارے لئے ایسی نہریں جاری کر دے جیسی شام و عراق میں جاری ہیں، نیز ہمارے باپ دادوں کو زندہ کر دے، ان زندہ ہونے والوں میں قصیٰ بن کلاب ضرور ہو کیونکہ وہ ہمارا سردار تھا اور سچ

بولا کرتا تھا، ہم اس سے تیری بابت بھی پوچھ لیں گے اگر اس نے تیری باتوں کو سچ مان لیا اور تو نے ہمارے سوالوں کو بھی پورا کر دیا تب ہم بھی تجھے سچا جان لیں گے اور مان لیں گے کہ ہاں خدا کے ہاں تیرا بھی کوئی درجہ ہے اور اس نے فی الحقیقت تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ تو کہہ رہا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"میں ان کاموں کیلئے رسول بنا کر نہیں بھیجا گیا میں تو اس تعلیم کے لئے رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں اور میں نے خدا کے پیغامات تمھیں سنا دیے ہیں اگر تم اس کو قبول کر لوگے تو یہ تمھاری دنیا و آخرت کیلئے سرمایہ ہے اور اگر رد کر دوگے تو میں خدا کے حکم کا انتظار کروں گا جو کچھ اسے میرا اور تمھارا فیصلہ کرنا ہوگا فرمائے گا۔"

قریش نے کہا:

" اچھا اگر تم ہمارے لئے کچھ نہیں کرتے تو خود اپنے ہی لئے خدا سے سوال کرو۔ یہ کہ وہ ایک فرشتے کو تمھارے ساتھ مقرر کرتے جو یہ کہتا رہا کرے کہ یہ شخص سچا ہے اور ہم کو تمھاری مخالفت سے منع بھی کر دے۔ ہاں تم اپنے لئے یہ بھی سوال کرو کہ باغ لگ جائیں بڑے بڑے محل بن جائیں خزانہ سونا چاندی جمع ہو جائے جس کی تمھیں ضرورت بھی ہے اب تک تم خود ہی بازار میں جاتے اور اپنی معاش تلاش کیا کرتے ہو ایسا ہو جانے کے بعد ہی ہم تمھارے فضیلت اور شرف کی پہچان حاصل کر سکیں گے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "میں ایسا نہ کروں گا اور خدا سے کبھی ایسا سوال نہ کروں گا اور ان باتوں کے لئے میں مبعوث بھی نہیں ہوا مجھے تو اللہ نے بشیر و نذیر بنایا ہے تم مان لو تو تمھارے لئے ذخیرہ دارین ہے ورنہ میں صبر کروں گا اور خدا کے فیصلہ کا منتظر رہوں گا۔"

قریش نے کہا : "اچھا تم آسمان کا ٹکڑا توڑ کر ہم پر گرادو کیونکہ تمھارا زعم یہ ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایسا کر سکتا ہے پس جب تک تم ایسا نہ کرو گے ہم ایمان نہیں لانے کے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ خدا کے اختیار میں ہے وہ اگر چاہے تو ایسا کرے۔"

قریش نے کہا : محمدؐ ! یہ تو بتاؤ کہ تیرے خدا نے تجھے پہلے سے یہ نہ بتایا کہ ہم تجھے بلائیں گے ایسے ایسے سوال کریں گے یہ یہ چیزیں طلب کرینگے ہماری باتوں کا یہ جواب ہے اور خدا کا منشا ایسا ایسا کرنے کا ہے ؟ چونکہ تیرے خدا نے ایسا نہیں کیا اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ جو کچھ ہم نے سُنا ہے وہ صحیح ہے کہ یمامہ میں ایک شخص رہتا ہے اس کا نام رحمٰن ہے وہی تجھ کو ایسی باتیں سکھاتا ہے، ہم تو رحمٰن پر کبھی نہیں ایمان لانے کے۔ دیکھو آج ہم نے اپنے سارے عذر سنا دیے ہیں اب ہم تجھ سے قسمیہ یہ بھی کہے دیتے ہیں کہ ہم تجھے اس تعلیم کی اشاعت کبھی نہ کرنے دیں گے حتیٰ کہ ہم مر جائیں یا تو مر جائے۔"

یہاں تک بات چیت ہوئی تھی کہ ایک ان میں سے بولا :

ہم ملائکہ کی عبادت کرتے ہیں جو خدا کی بیٹیاں ہیں۔" دوسرا بولا:
ہم تیری بات کا یقین نہیں کریں گے جب تک کہ خدا اور فرشتے ہمارے سامنے آجائیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم آخری بات سن کر اُٹھ کھڑے ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عبد اللہ بن ابو امیہ بن مغیرہ بھی اٹھ کھڑا ہوا یہ آپ کا پھوپھی زاد بھائی (عاتکہ بن عبد المطلب کا بیٹا) تھا اُس نے کہا: "محمدؐ! دیکھو تمھاری قوم نے اپنے لئے کچھ چیزوں کا سوال کیا وہ بھی تم نے نہ مانا پھر انھوں نے یہ چاہا کہ تم خود اپنے ہی لئے ایسی علامات کا اظہار کرو جس سے تمھاری قدر و منزلت کا ثبوت ہو سکتا ہو، اُسے بھی تم نے قبول نہ کیا پھر انھوں نے اپنے لئے تھوڑا سا وہ عذاب بھی چاہا جس کا تم خوف دلایا کرتے تھے، تم نے اس کا بھی اقرار نہ کیا، بس اب میں تم پر کبھی ایمان نہیں لانے کا اگرچہ تم میرے سامنے آسمان کو زینہ لگا کر اوپر کو چڑھ جاؤ اور میرے سامنے اس زینے سے اُترو اور تمھارے ساتھ چار فرشتے بھی آئیں اور وہ تمھاری شہادت بھی دیں میں تو تب بھی تم پر ایمان نہیں لاؤں گا۔[1] نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس ردّ و انکار پر بھی برابر قریش کو اسلام کی ہدایت کیا کرتے اور فرمایا کرتے کہ میری تعلیم ہی میں سب کچھ تمھارے لئے موجود ہے جن دانشمندوں نے ایمان قبول کیا اور تعلیم نبوی پر کاربند ہوئے

---

[1] السیرۃ الحلبیۃ ۱- ۲۹۶

انھیں اس سے بھی زیادہ معارف و فوائد حاصل ہو گئے جس کا سوال کفار نے کیا تھا۔

قریش کے ہاتھوں مسلمانوں پر مظالم:

قریش نے جب دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بس نہیں چلتا تو انھوں نے ان غریبوں پر اپنا غصہ اتارنا شروع کیا جنھوں نے اسلام قبول کیا تھا۔ جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی تو وہ غریب مسلمانوں کو پکڑتے، عرب کی تیز دھوپ ریتلی زمین کو دوپہر کے وقت جلتا توا بنا دیتی ہے، وہ ان غریبوں کو اسی توے پر لٹاتے، چھاتی پر بھاری پتھر رکھ دیتے کہ کروٹ نہ بدلنے پائیں، بدن پر گرم بالو بچھاتے لوہے کو آگ پر گرم کر کے اس سے داغتے، پانی میں ڈبکیاں دیتے۔

یہ مصیبتیں اگرچہ تمام بیکسوں پر عام تھیں لیکن ان میں جن لوگوں پر قریش زیادہ مہربان تھے ان کے نام یہ ہیں:[1]

خبابؓ بن الارتؓ تمیم کے قبیلہ سے تھے، جاہلیت میں غلام بنا کر فروخت کر دیئے گئے اور ام انمار نے خرید لیا تھا اس زمانہ میں اسلام لائے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارقم کے گھر میں مقیم تھے اور صرف چھ سات شخص اسلام لا چکے تھے، قریش نے ان کو طرح طرح کی تکلیفیں دیں ایک دن کوئلے جلا کر زمین پر بچھائے اس پر چت لٹایا ایک شخص چھاتی پر پاؤں

---

[1] سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی۔ ۱۔ ۲۲۸، ۲۳۱۔

رکھے رہا کہ کروٹ بدلنے نہ پائیں یہاں تک کہ کوئلے پیٹھ کے نیچے پڑے پڑے ٹھنڈے ہو گئے۔[۱] خبابؓ نے مدتوں کے بعد جب یہ واقعہ حضرت عمرؓ کے سامنے بیان کیا تو پیٹھ کھول کر دکھائی کہ برص کے داغ کی طرح بالکل سپید تھی۔ خباب جاہلیت میں لوہاری کا کام کرتے تھے اسلام لائے تو بعض لوگوں کے ذمہ ان کی بقایا تھی مانگتے تو جواب ملتا جب تک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انکار نہ کرو گے ایک کوڑی نہ ملے گی یہ کہتے کہ نہیں جب تک تم مر کر پھر جیو نہیں[۲]

حضرتِ بلالؓ یہ وہی حضرت بلالؓ ہیں جو مؤذن کے لقب سے مشہور ہیں حبشی النسل اور اُمیّہ بن خلف کے غلام تھے جب ٹھیک دوپہر ہو جاتی تو اُمیّہ ان کو جلتی بالو پر لٹاتا اور پتھر کی چٹان ان کے سینے پر رکھ دیتا کہ جنبش نہ کرنے پائیں، ان سے کہتا کہ اسلام سے باز آ ورنہ یوں ہی گھٹ گھٹ کر مر جائیگا، لیکن اس وقت بھی اُن کی زبان سے "اَحَد" کا لفظ نکلتا جب یہ کسی طرح متزلزل نہ ہوئے تو گلے میں رسّی باندھی اور لونڈوں کے حوالہ کیا وہ ان کو شہر کے اِس سرے سے اُس سرے تک گھسیٹتے پھرتے تھے لیکن اب بھی وہی رٹ تھی "اَحَد اَحَد"[۳]

---

[۱] الکامل لابن الاثیر ج ۲ ۔ ص ۶۷

[۲] صحیح البخاری کتاب الاجارۃ، باب ہل یواجر الرجل نفسہ من مشرک فی ارض الحرب ۔

[۳] مستدرک حاکم ۳ ۔ ۲۸۴ ۔ مسند احمد ۱ ۔ ۴۰۴ ۔

عمارؓ یمن کے رہنے والے تھے ان کے والد "یاسر" مکہ میں آئے ابوحذیفہ مخزومی نے اپنی کنیز سے جس کا نام سمیہ تھا شادی کر دی، عمارؓ اسی کے پیٹ سے پیدا ہوئے یہ جب اسلام لائے تو ان سے پہلے صرف تین شخص اسلام لا چکے تھے قریش ان کو جلتی ہوئی زمین پر لٹاتے اور اس قدر مارتے کہ بیہوش ہو جاتے ان کے والد اور والدہ کے ساتھ بھی سلوک کیا جاتا تھا[۱]

سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں ان کو ابوجہل نے اسلام لانے کے جرم میں برچھی ماری اور وہ شہید ہوگئیں۔

یاسرؓ حضرت عمارؓ کے والد تھے یہ بھی کافروں کے ہاتھ سے اذیت اٹھاتے اٹھاتے شہید ہو گئے[۲]

صہیب رومیؓ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دعوتِ اسلام شروع کی تو یہ اور عمارؓ بن یاسر ایک ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے آپ نے اسلام کی ترغیب دی اور یہ مسلمان ہوگئے، قریش ان کو اس قدر اذیت دیتے تھے کہ ان کے حواس مختل ہو جاتے تھے۔ جب انھوں نے مدینہ کو ہجرت کرنی چاہی تو قریش نے کہا اپنا سارا مال ومتاع چھوڑ جاؤ تو جا سکتے ہو انھوں نے نہایت خوشی سے منظور کیا۔ حضرت عمرؓ جب نماز پڑھانے میں زخمی ہوئے تو اپنے بجائے انہی کو امامت دی تھی[۳]

---

[۱] سیرت ابن ہشام ۱۔ ۳۱۹ [۲] الکامل ۲ ۔ ۶۷،
[۳] مستدرک حاکم، مناقبِ صہیبؓ ۳۔ ۳۹۹،

ابو فکیہہ، صفوان بن امیہ کے غلام تھے اور حضرت بلالؓ کے ساتھ اسلام لائے، امیہ کو جب یہ معلوم ہوا تو ان کے پاؤں میں رسّی باندھی اور آدمیوں سے کہا گھسیٹتے ہوئے لے جائیں اور تپتی ہوئی زمین پر لٹائیں ایک "گبریلا" راہ میں جا رہا تھا امیہ نے ان سے کہا "تیرا خدا یہی تو نہیں ہے" انھوں نے کہا "میرا اور تیرا دونوں کا خدا اللہ تعالیٰ ہے" اس پر امیہ نے اس زور سے ان کا گلا گھونٹا کہ لوگ سمجھے دم نکل گیا۔ ایک دفعہ ان کے سینہ پر اتنا بھاری بوجھ رکھ دیا کہ ان کی زبان نکل پڑی[1]۔

لبینہ، یہ بیچاری ایک کنیز تھیں حضرت عمرؓ اس بیکس کو مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے تھے "میں نے تجھ کو رحم کی بنا پر نہیں بلکہ اس وجہ سے چھوڑ دیا ہے کہ تھک گیا ہوں" وہ نہایت استقلال سے جواب دیتیں کہ "اگر تم اسلام نہ لاؤ گے تو خدا اس کا انتقام لے گا"[2]۔

زِنیرہ، حضرت عمرؓ کے گھرانے کی کنیز تھیں اور اس وجہ سے حضرت عمرؓ (اسلام سے پہلے) ان کو جی کھول کر ستاتے ابوجہل نے ان کو اس قدر مارا کہ ان کی آنکھیں جاتی رہیں[3]۔

نہدیہ اور ام عُبَیس، یہ دونوں بھی کنیزیں تھیں، اور اسلام لانے کے جرم میں سخت سے سخت مصیبتیں جھیلتی تھیں[4]۔

---

[1] [2] [3] الکامل ۲-۶۹ [4] الکامل ۲۔ ۶۹، ۷۰

حضرت ابوبکرؓ کے فضائل کا یہ پہلا باب ہے کہ انھوں نے ان مظلوموں میں سے اکثروں کی جان بچائی۔ حضرت بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ، لبینہؓ، زنیرہؓ نہدیہؓ، ام عبیسؓ، سب کو بھاری داموں پر خریدا اور آزاد کر دیا[1]

یہ وہ لوگ تھے جن کو قریش نے نہایت سخت جسمانی اذیتیں پہنچائیں ان سے کم درجہ پر وہ لوگ تھے جن کو اور طرح طرح سے ستاتے تھے۔

حضرت عثمانؓ جو کبیر السن اور صاحب جاہ و اعزاز تھے، جب اسلام لائے تو دوسروں نے نہیں بلکہ خود ان کے چچا نے رسی باندھ کر مارا[2]

حضرت ابوذرؓ جو ساتویں مسلمان ہیں جب مسلمان ہوئے اور کعبہ میں اپنے اسلام کا اعلان کیا تو قریش نے مارتے مارتے ان کو لٹا دیا[3]

حضرت زبیر العوامؓ کا مسلمان ہونے میں پانچواں نمبر تھا، جب اسلام لائے تو ان کے چچا ان کو چٹائی میں لپیٹ کر ان کی ناک میں دھواں دیتے تھے[4]

حضرت عمرؓ کے چچازاد بھائی سعید بن زیدؓ جب اسلام لائے تو حضرت

---

[1] مستدرک حاکم ۳-۲۸۴ مصنف بن ابی شیبہ ۱۲-۱۰ حضرت بلال کے آزاد کرنیکا ذکر صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔

[2] رحمۃ للعالمین، قاضی سلیمان منصورپوری ۱-۵۵ [3] صحیح بخاری باب اسلام ابی ذرؓ

[4] سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی بحوالہ ریاض النضرۃ

عمرؓ نے ان کو رسیوں سے باندھ دیا[1]

سعد ابن ابی وقاصؓ فاتح ایران اگرچہ نہایت معزز اور اپنے قبیلہ میں نہایت مقتدر تھے تاہم کفار کے ستم سے محفوظ نہ تھے، بنو اسد اسلام کے جرم پر انکو سخت سزائیں دیتے تھے، اس وقت تک حرم کعبہ میں کوئی شخص بلند آواز سے قرآن نہیں پڑھ سکتا تھا۔ عبداللہ بن مسعودؓ جب اسلام لائے تو انھوں نے کہا میں اس فرض کو ضرور ادا کروں گا۔ لوگوں نے منع کیا لیکن وہ باز نہ آئے حرم میں گئے اور مقام ابراہیم کے پاس کھڑے ہوکر سورۂ رحمٰن پڑھنا شروع کیا، کفار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اور ان کے منھ پر طمانچہ مارنے شروع کئے اگرچہ انھوں نے جہاں تک پڑھنا تھا پڑھ کر دم لیا، لیکن واپس گئے تو چہرہ پر زخم کے نشان لے کر گئے[2]

حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ کفارِ قریش کا معاملہ:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اگرچہ مکہ کے ذی وجاہت اور آبرودار لوگوں میں تھے لیکن اسلام لانے کے بعد قریش کی ایذاؤں اور اہانتوں سے نہ بچ سکے، ایک دن لوگوں نے ان کو گرا کر پاؤں سے روندا اور بہت زدوکوب کیا، عتبہ بن ربیعہ نے ان کو دو ایسے جوتوں سے

---

[1] صحیح بخاری کتاب الاکراہ، باب من اختار الضرب و القتل والھوان علی الکفر۔

[2] سیرۃ ابن ہشام ۱۔ ۳۱۴ اسد الغابۃ ۳۔ ۲۸۲۔

مارا جس میں جا بجا پیوند لگے ہوئے تھے ان کے چہرے پر اتنی ضرب آئی کہ سارے چہرے پر ورم ہو گیا اعضاء کا پتہ نہیں چلتا تھا ان کے قبیلے کے لوگ ان کو ایک کپڑے میں لپیٹ کر اٹھا لے گئے اور گھر پہونچا دیا سب کو یقین تھا کہ ابوبکرؓ بچنے والے نہیں ہیں، شام کو جب بولنے کی سکت ہوئی تو کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خیریت سے ہیں ؟ ان کے خاندان والوں نے ان کو بڑی ملامت کی کہ اب بھی ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فکر ہے۔ جب مجمع ہٹا تو پھر انھوں نے اپنی والدہ سے پوچھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہے ؟ انھوں نے کہا کہ مجھے بالکل خبر نہیں ہے، آپ نے کہا کہ ام جمیل سے پوچھ کر آؤ ام جمیل آپ کو دیکھنے آئیں، انھوں نے یہ حال دیکھ کر کہا کہ جن لوگوں نے آپ کے ساتھ یہ سلوک کیا ہے وہ بڑے فاسق و کافر ہیں مجھے امید ہے اللہ تعالیٰ ان سے انتقام لے گا۔ آپ نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خیریت کہو، انھوں نے کہا کہ آپؐ بخیریت ہیں، فرمایا کہاں ہیں، انھوں نے کہا کہ ابن ارقم کے گھر میں۔ آپ نے کہا کہ اُس وقت تک مجھے کچھ کھانا پینا حرام ہے جب تک کہ میں آپؐ کو دیکھ نہ لوں رات کو جب آمد و رفت موقوف ہوئی اور سناٹا ہو گیا تو آپ کی والدہ اور ام جمیل آپ کو پکڑ کر حضورؐ کی خدمت میں لائیں اور آپ زیارت و ملاقات سے مشرف ہوئے[1]

---

[1] الاصابۃ ۱ - ۳۴۲

مسلمانوں کی حبشہ کی طرف ہجرت اور نجاشی کے سامنے حضرت جعفرؓ کی تقریر

جب کفار نے مسلمانوں کو بیحد ستانا شروع کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو اجازت دیدی کہ جو چاہے وہ اپنی جان و ایمان کے بچاؤ کیلئے حبش کو چلا جائے۔

اس اجازت کے بعد ایک چھوٹا سا قافلہ ۱۱ مرد، ۴ عورتوں کا رات کی تاریکی میں نکلا اور بندرگاہ شعیبہ سے جہاز میں سوار ہوکر حبش کو روانہ ہوگیا[1]

اس مختصر قافلہ کے سردار حضرت عثمانؓ بن عفان تھے۔ سیدہ رقیہؓ (بنت النبی صلی اللہ علیہ وسلم) اُن کے ساتھ تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابراہیم علیہ السلام کے بعد یہ پہلا جوڑا ہے جس نے راہِ خدا میں ہجرت کی ہے[2]

اُن کے پیچھے اور بھی مسلمان (۸۳ مرد، ۱۸ عورتیں) مکّہ سے نکلے اور حبش کو روانہ ہوئے اُن میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی جعفرؓ طیار بھی تھے قریش نے سمندر تک انکا تعاقب کیا مگر یہ کشتیوں میں بیٹھ کر روانہ ہوچکے تھے[3]

---

[1] فتح الباری لابن حجر ۷-۱۸۹

[2] طبقات ابن سعد ۱-۲۰۳

[3] فتح الباری ۷-۱۸۹

حبش کا بادشاہ عیسائی تھا مکّہ کے کافر بھی اُس کے پاس تحفے تحائف لے کر گئے اور جا کر کہا کہ ان لوگوں کو جو ہمارے ملک سے بھاگ آئے ہیں ہمارے سپرد کر دیا جائے مسلمان دربار میں بلائے گئے تب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی جعفرؓ طیار نے دربار میں یہ تقریر کی :

" اے بادشاہ ہم جہالت میں مبتلا تھے بتوں کو پوجتے تھے نجاست میں آلودہ تھے، مردار کھاتے تھے، بیہودہ بکا کرتے تھے، ہم میں انسانیت اور سچی مہمانداری کا نشان نہ تھا، ہمسایہ کی رعایت نہ تھی، کوئی قاعدہ وقانون نہ تھا۔ ایسی حالت میں خدا نے ہم میں سے ایک بزرگ کو مبعوث کیا جس کے حسب ونسب سچائی، دیانتداری، تقویٰ، پاکیزگی، سے ہم خوب واقف تھے اس نے ہم کو توحید کی دعوت دی اور سمجھایا کہ اُس اکیلے خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ جانیں اُس نے ہم کو پتھروں کی پوجا سے روکا، اس نے فرمایا کہ ہم سچ بولا کریں، وعدہ پورا کیا کریں، گناہوں سے دور رہیں، برائیوں سے بچیں۔ اس نے حکم دیا کہ ہم نماز پڑھا کریں، صدقہ دیا کریں اور روزے رکھا کریں۔ ہماری قوم ہم سے ان باتوں پر بگڑ بیٹھی ہے، قوم نے جہاں تک ہو سکا ہم کو ستایا تاکہ ہم وحدہٗ لاشریک کی عبادت کرنا چھوڑ دیں اور لکڑی اور پتھر کی مورتوں کی پوجا کرنے لگ جائیں۔ ہم نے ان کے ہاتھوں بہت ظلم اور تکلیفیں اٹھائی ہیں اور جب مجبور ہو گئے تب تیرے ملک میں پناہ لینے کے لئے آئے ہیں۔

بادشاہ نے یہ تقریر سن کر کہا مجھے قرآن سناؤ: جعفرؓ طیار نے اُسے سورۂ مریم سُنائی، بادشاہ پر ایسی تاثیر ہوئی کہ وہ رونے لگا اور اس نے کہا "محمدؐ تو وہی رسول ہیں جن کی خبر یسوعؑ مسیح نے دی تھی۔ اللہ کا شکر ہے کہ مجھے اس رسولؐ کا زمانہ ملا، پھر بادشاہ نے مکّہ کے کافروں کو دربار سے نکلوا دیا۔

دوسرے دن عمرو بن العاص نے پھر دربار میں رسائی حاصل کی اور نجاشی سے کہا حضور! آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں؟ نجاشی نے مسلمانوں کو بلا بھیجا کہ اس سوال کا جواب دیں ان لوگوں کو تردد ہوا کہ اگر حضرت عیسیٰؑ کے ابن اللہ ہونے سے انکار کرتے ہیں، نجاشی عیسائی ہے ناراض ہو جائیگا حضرت جعفرؓ نے کہا کچھ ہو ہم کو سچ بولنا چاہیئے۔

غرض یہ لوگ دربار میں حاضر ہوئے نجاشی نے کہا تم لوگ عیسیٰ ابن ابن مریم کے متعلق کیا اعتقاد رکھتے ہو؟ حضرت جعفرؓ نے کہا "ہمارے پیغمبرؐ نے بتایا کہ عیسیٰؑ خدا کا بندہ اور پیغمبر اور کلمۃ اللہ ہے" نجاشی نے زمین سے ایک تنکا اٹھا لیا اور کہا، واللہ جو تم نے کہا عیسیٰؑ اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں، بطریق جو دربار میں موجود تھے نہایت برہم ہوئے نتھنوں سے خرخراہٹ کی آواز آنے لگی۔ نجاشی نے ان کے غصہ کی کچھ پرواہ نہ کی اور قریش کے سفیر بالکل ناکامیاب آئے[۱]

[۱] (حاشیہ صفحہ پر)

حضرت حمزہؓ کا قبولِ اسلام:

حضرت حمزہؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے ان کو آپؐ سے محبت تھی وہ آپ سے صرف دو تین برس بڑے تھے اور ساتھ کے کھیلے تھے۔ دونوں نے ثوبیہ کا دودھ پیا تھا اور اس رشتہ سے بھائی بھائی تھے وہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن آپ کی ہر ادا کو محبت کی نظر سے دیکھتے تھے ان کا مذاقِ طبیعت، سپہ گری اور شکار افگنی تھا۔ معمول تھا کہ منھ اندھیرے تیر کمان لیکر نکل جاتے دن بھر تمام تمام دن شکار میں مصروف رہتے شام کو واپس آتے تو پہلے حرم میں جاتے طواف کرتے قریش کے رؤساء صحنِ حرم میں الگ الگ دربار جما کر بیٹھا کرتے تھے حضرت حمزہؓ ان لوگوں سے صاحب سلامت کرتے کبھی کسی کے پاس بیٹھ جاتے اس طریقہ سے سب سے یارانہ تھا اور سب لوگ ان کی قدر و منزلت کرتے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخالفین جس بے رحمی سے پیش آتے تھے بیگانوں سے بھی دیکھا نہ جاسکتا تھا ایک دن ابوجہل نے رُو در رُو آپ کے ساتھ نہایت گستاخیاں کیں ایک کنیز دیکھ رہی تھی حضرت حمزہؓ شکار سے آئے تو اس نے تمام ماجرا کہا حضرت حمزہؓ غصہ سے بیتاب ہوگئے تیر و کمان ہاتھ میں لئے حرم میں آئے ابوجہل سے کہا میں مسلمان ہوگیا ہوں[1]۔

(حاشیہ ۵۹ کا) [1] سیرۃ بن ہشام ج ۱ ۔ص ۳۳۵، ۳۳۶ مسند احمد ۱۔۲۰۲ ۲۰۰۵ء

[1] السیرۃ النبویۃ للذہبی ص ۱۰۱ مستدرک حاکم ۳ ۔ ۲۱۳ ذکر اسلام حمزہ

حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام:

حضرت عمرؓ کا ستائیسواں سال تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، حضرت عمرؓ کے گھرانے میں زید کی وجہ سے توحید کی آواز نامانوس نہیں رہی تھی۔ چنانچہ سب سے پہلے زید کے بیٹے سعید اسلام لائے۔ سعید کا نکاح حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ سے ہوا تھا اس تعلق سے فاطمہؓ بھی مسلمان ہوگئیں۔ اسی خاندان میں ایک اور معزز شخص نعیم بن عبداللہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا لیکن حضرت عمرؓ ابھی تک اسلام سے بیگانہ تھے ان کے کانوں میں جب یہ صدا پہنچی تو سخت برہم ہوئے یہاں تک کہ قبیلہ میں جو لوگ اسلام لا چکے تھے ان کے دشمن بن گئے لبینہ ان کے خاندان کی کنیز تھی جس نے اسلام قبول کر لیا تھا اس کو بے تحاشا مارتے اور مارتے مارتے تھک جاتے تو کہتے کہ دم لے لوں تو پھر ماروں گا۔ لبینہ کے سوا اور جس پر قابو چلتا تھا زد و کوب سے دریغ نہیں کرتے تھے لیکن اسلام کا نشہ ایسا تھا کہ جس کو چڑھ جاتا تھا اترتا نہ تھا۔ ان تمام سختیوں پر ایک شخص کو بھی وہ اسلام سے بد دل نہ کر سکے آخر مجبور ہو کر (نعوذ باللہ) خود بانیٔ اسلام کے قتل کا ارادہ کیا تلوار کمر سے لگا سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف چلے کارکنانِ قضا نے کہا ع آمد آں یارے کہ ما میخواستیم۔

راہ میں اتفاقاً نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ ان کے تیور دیکھ کر پوچھا خیر ہے؟ بولے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں انھوں نے

کہا پہلے اپنے گھر کی خبر لو خود تمھارے بہن بہنوئی اسلام لا چکے ہیں فوراً پلٹے
اور بہن کے ہاں پہونچے وہ قرآن پڑھ رہی تھیں اُن کی آہٹ پاکر چپ ہوگئیں
اور اجزا چھپالئے لیکن آواز اُنکے کانوں میں پڑچکی تھی بہن سے پوچھا کہ یہ کیا
آواز تھی؟ بولیں کچھ نہیں انھوں نے کہا میں سن چکا ہوں تم دونوں مرتد ہوگئے
یہ کہہ کر بہنوئی سے دست وگریبان ہوگئے اور جب اُن کی بہن بچانے کو آئیں
تو ان کی بھی خبر لی یہاں تک کہ ان کا جسم لہو لہان ہوگیا لیکن اسلام کی محبت اس
سے بالاتر تھی بولیں کہ " عمر جو بن آئے کر و لیکن اسلام اب دل سے نہیں
نکل سکتا " ان الفاظ نے حضرت عمرؓ کے دل پر بھی خاص اثر کیا بہن کی طرف
محبت کی نگاہ سے دیکھا ان کے جسم سے خون جاری تھا یہ دیکھ کر اور بھی رقت
ہوئی بہن سے کہا کہ جو کتاب پڑھی جارہی تھی ذرا مجھے دینا دیکھوں کہ محمدؐ
(صلی اللہ علیہ وسلم) کیا لائے ہیں، بہن نے کہا کہ مجھے خطرہ ہے کہ کہیں تم اس کتاب
کی بے ادبی نہ کرو انھوں نے جواب دیا کہ ڈرو نہیں اور اپنے معبودوں کی
قسم کھائی کہ پڑھ کر ضرور واپس کر دیں گے۔ ان کی یہ بات سن کر ان کی بہن
کو کچھ امید ہوئی کہ شاید ان کی ہدایت کا وقت آگیا ہے انھوں نے کہا کہ تم مشرک
اور ناپاک ہو اور اس کو صرف پاک آدمی ہی چھو سکتا ہے عمرؓ گئے اور غسل
کرکے آئے، بہن نے ان کو قرآن مجید کے اوراق دئے عمرؓ نے اوراق لئے
تو سورۂ طٰہٰ سامنے تھی اس کا ابتدائی حصہ پڑھا اور کہا کہ یہ کلام کس قدر
عمدہ اور عزت والا ہے۔ خبابؓ جو چھپے ہوئے تھے یہ سن کر باہر نکل آئے اور

اُن سے کہا کہ اے عمر! مجھے اُمید ہے کہ اللہ نے اپنے نبیؐ کی دُعا قبول کی میں نے کل ہی آپؐ کو یہ دعا کرتے ہوئے سنا ہے کہ "اے اللہ حکم بن ہشام (ابو جہل) یا عمر بن الخطاب کے ذریعے اس دین کی مدد فرما" عمرُ! اس نعمت کی قدر کرو۔ عمر نے کہا خبابؓ مجھے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جگہ کا پتہ دو کہ میں حاضر ہو کر اسلام قبول کروں۔ خبابؓ نے پتہ بتلایا یہ وہ زمانہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارقمؓ کے مکان میں جو کوہِ صفا کی تل میں واقع تھا پناہ گزیں تھے۔ حضرت عمرؓ نے آستانۂ مبارک پر پہنچ کر دستک دی چونکہ شمشیر بکف گئے تھے، صحابہؓ کو تردد ہوا لیکن حضرت امیر حمزہؓ نے کہا "آنے دو مخلصانہ آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دوں گا" حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود آگے بڑھے اور ان کا دامن پکڑ کے فرمایا کیوں عمر! کس ارادہ سے آیا ہے؟ نبوت کی پر جلال آواز نے ان کو کپکپا دیا نہایت خضوع کے ساتھ عرض کیا کہ "ایمان لانے کیلئے" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیساختہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ! پکار اٹھے اور ساتھ ہی تمام صحابہؓ نے مل کر اس زور سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کا نعرہ مارا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اٹھیں[1]۔

حضرت عمرؓ کے ایمان لانے سے اسلام کی تاریخ میں نیا دور پیدا

---

[1] السیرۃ النبویۃ للذہبی ص ۱۰۲-۱۰۳ صحیح البخاری کتاب بنیان الکعبہ باب اسلام عمر

ہوگیا اس وقت تک اگرچہ چالیس پچاس آدمی اسلام لاچکے تھے عرب کے مشہور بہادر حضرت حمزہ سید الشہداء نے بھی اسلام قبول کرلیا تھا تاہم مسلمان اپنے فرائض مذہبی علانیہ نہیں ادا کر سکتے تھے اور کعبہ میں نماز پڑھنا تو بالکل ناممکن تھا۔ حضرت عمرؓ کے اسلام کے ساتھ دفعتہً یہ حالت بدل گئی انھوں نے علانیہ اسلام ظاہر کیا کافروں نے اوّل اوّل بڑی شدت کی لیکن وہ ثابت قدمی سے مقابلہ کرتے رہے یہاں تک کہ مسلمانوں کی جماعت کے ساتھ کعبہ میں جاکر نماز ادا کی[1]۔

حبش میں کم و بیش ۸۳ مسلمان ہجرت کرکے گئے چند روز آرام سے گذرنے پائے تھے کہ یہ خبر مشہور ہوئی کہ کفار نے اسلام قبول کرلیا ہے یہ سن کر اکثر صحابہؓ نے مکہ معظمہ کا رُخ کیا لیکن شہر کے قریب پہنچے تو معلوم ہوا کہ غلط خبر ہے اس لئے بعض لوگ واپس چلے گئے اور اکثر چھپ چھپ کر مکہ میں آگئے[2]۔

حضرت عثمانؓ بن مظعون کی حبشہ سے واپسی اور مشرکین مکہ کی ایذا رسانی

اس غلط اطلاع پر آنے والوں میں حضرت عثمانؓ بن مظعون بھی تھے وہ عرب کے قاعدہ کے مطابق ولید بن مغیرہ کے جوار اور پناہ میں داخل ہوئے انھوں نے جب دیکھا کہ دوسرے مسلمان جن کو کسی قریشی سردار

[1] طبقات ابن سعد ۳۔ ۲۷۰

[2] السیرۃ النبویۃ للذہبی۔ ص ۱۱۳

کی پناہ حاصل نہیں تھی قریش کی زیادتیوں کا نشانہ بنے ہوئے تھے اور وہ
ولید کی پناہ کی وجہ سے آزادی اور امن و امان کے ساتھ چلتے پھرتے تھے
تو ان کی غیرت نے یہ گوارا نہیں کیا انھوں نے کہا کہ میرے ساتھی قریش کی ہر
طرح کی زیادتیوں کا ہدف بنے ہوئے ہیں اور میں ایک مشرک کی پناہ کی وجہ
سے آزاد پھر رہا ہوں اور اپنے ساتھیوں کا ان کی مصیبت میں شریک
نہیں ہوں یہ میری ایک بڑی دینی کمزوری اور بے غیرتی ہے وہ ولید
کے پاس گئے اور کہا کہ آپ نے اپنی ذمہ داری پوری کر دی ہیں آپ کا جوار آپ
کو واپس کرتا ہوں اب آپ پر میری کوئی ذمہ داری نہیں ہے ولید نے کہا کہ
میرے عزیز! کیا میری قوم میں سے کسی نے تم کو کچھ تکلیف پہنچائی حضرت
عثمان نے کہا کہ نہیں لیکن اب مجھے اللہ کے جوار کے سوا کسی کا جوار گوارا نہیں ولید
نے کہا کہ اچھا بیت اللہ کے پاس جا کر اعلان کر دو کہ تم اب میرے جوار میں نہیں
ہو، اور اب میں بری الذمہ ہوں تاکہ مجھ پر تمھاری حفاظت کی کوئی ذمہ داری
باقی نہ رہے چنانچہ دونوں بیت اللہ کی طرف گئے، ولید نے کہا کہ صاحبو! عثمان
میرا جوار مجھے واپس کرتے ہیں، عثمان نے کہا کہ یہ صحیح ہے میں نے ولید کو پورا
وفادار اور شریف پایا اور مجھے ان کے جوار کی کوئی شکایت نہیں لیکن میرا
جی چاہتا ہے کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی حمایت میں نہ رہوں۔ حضرت عثمان
بن مظعون وہاں سے چلے تو قریش کی ایک مجلس گرم تھی۔ عرب کا ایک مشہور
شاعر لبید اپنا ایک قصیدہ سنا رہا تھا، اس کے ایک شعر کا پہلا مصرعہ تھا

(اَلَا کُلُّ شَیئٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلٗ (اللہ کے سوا ہر چیز بے حقیقت ہے) حضرت عثمان نے کہا کہ سچ ہے لبید نے دوسرا مصرعہ پڑھا :
وَکُلُّ نَعِیمٍ لَا محَالَۃَ زَائِلٗ (اور ہر عیش ایک نہ ایک دن فنا ہونے والا ہے) حضرت عثمان نے کہا کہ یہ غلط ہے جنت کا عیش فنا ہونے والا نہیں؛ عرب کے سوا اور مغز زمہمان اس تردید کے عادی نہ تھے لبید نے کہا کہ اے سردارانِ قریش اس سے پہلے تو تمھاری مجلس میں ایسی باتیں نہیں ہوتی تھیں اس طرح کے لوگ کب سے پیدا ہو گئے ہیں (جو برملا تردید کرتے ہیں) ایک شخص نے کہا کہ کچھ دنوں سے ہمارے یہاں کم سمجھ لوگوں کی ایک جماعت پیدا ہو گئی ہے جنھوں نے ہمارے دین کو ترک کر دیا ہے آپ کچھ خیال نہ کیجیے حضرت عثمان نے اس پر کچھ کہا اور بات بڑھی ایک شخص نے ان کے منھ پر ایک طمانچہ مارا جس سے اُن کی ایک آنکھ جاتی رہی ولید یہ سب بیٹھا دیکھ رہا تھا اس نے کہا کہ میرے عزیز ! تم نے خواہ مخواہ اپنی آنکھ کھوئی اگر تم میری حمایت میں رہتے تو کیوں اس کی نوبت آتی حضرت عثمانؓ نے کہا کہ میری دوسری آنکھ کو بھی اس آنکھ پر رشک آرہا ہے اور اس کو بھی اس کی تمنا ہے ، ولید نے کہا اب بھی موقع ہے اگر چاہو تو میرے جوار میں آجاؤ حضرت عثمانؓ نے صاف انکار کیا[1]

---

[1] سیرت ابن ہشام ۱ ۔ ۳۷۰

قریش کی جانب سے بنی ہاشم کا محاصرہ و مقاطعہ:

قریش دیکھتے تھے کہ اس رُوک ٹوک پر بھی اسلام کا دائرہ پھیلتا جاتا ہے عمرؓ اور حمزہؓ جیسے لوگ ایمان لا چکے نجاشی نے مسلمانوں کو پناہ دی سفراء نیل مرام واپس آئے مسلمانوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جاتا ہے اس لئے اب یہ تدبیر سوچی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاندان کو محصور کرکے تباہ کر دیا جائے چنانچہ تمام قبائل نے ایک معاہدہ مرتب کیا کہ کوئی شخص خاندان بنی ہاشم سے نہ قرابت کریگا نہ ان کے ہاتھ خرید و فروخت کریگا نہ ان سے ملے گا، نہ ان کے پاس کھانے پینے کا سامان جانے دیگا جب تک وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کیلئے حوالہ نہ کردیں یہ معاہدہ درِ کعبہ پر آویزاں کیا گیا[1]۔

ابوطالب مجبور ہو کر تمام خاندان بنی ہاشم کے ساتھ شعب ابی طالب میں پناہ گزیں ہوئے تین سال تک بنو ہاشم نے اس حصار میں بسر کی یہ زمانہ ایسا سخت گزرا کہ طلح کے پتے کھا کھا کر رہتے تھے۔ حدیثوں میں جو صحابہؓ کی زبان سے مذکور ہے کہ ہم طلح کی پتیاں کھا کھا کر بسر کرتے تھے۔ یہ اسی زمانہ کا واقعہ ہے حضرت سعد بن ابی وقاص کا بیان ہے کہ ایک رات کو سوکھا ہوا چمڑا ہاتھ آگیا میں نے اس کو پانی سے دھویا پھر آگ پر بھونا اور پانی

---

[1] زاد المعاد ۳ - ۲۹

ملا کر کھایا۔ ابن سعد نے روایت کی ہے کہ بچے جب بھوک سے روتے تھے تو باہر آواز آتی تھی قریش سن سن کر خوش ہوتے تھے لیکن بعض رحمدلوں کو ترس بھی آتا تھا[1] ایک دن حکیم بن حزام نے جو حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے تھوڑے سے گیہوں اپنے غلام کے ہاتھ حضرت خدیجہؓ کے پاس بھیجے راہ میں ابوجہل نے دیکھ لیا اور چھین لینا چاہا، اتفاق سے ابوالبختری کہیں سے آگیا وہ اگرچہ کافر تھا اس کو رحم آیا اور کہا کہ ایک شخص اپنی پھوپھی کو کچھ کھانے کیلئے بھیجتا ہے تو کیوں روکتا ہے[2]۔

عہد نامہ کی تنسیخ اور مقاطعہ کا خاتمہ

متصل تین برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام آل ہاشم نے یہ مصیبتیں جھیلیں بالآخر دشمنوں کو ہی رحم آیا اور خود انھیں کی طرف سے اس معاہدہ کے توڑنے کی تحریک نشر ہوئی۔ ہشام مخزومی خاندان بنی ہاشم کا قریبی رشتہ دار اور اپنے قبیلے میں ممتاز تھا، وہ چوری چھپے بنو ہاشم کو غلہ وغیرہ بھیجتا رہتا تھا۔ ایک دن وہ زبیر کے پاس جو عبدالمطلب کے نواسے تھے گیا اور کہا کیوں زبیر تم کو یہ پسند ہے کہ تم کھاؤ پیو ہر قسم کا لطف اٹھاؤ اور تمہارے ننہال والوں کو ایک دانہ تک نصیب نہ ہو۔ زبیر نے کہا

---

[1] الروض الانف ۱ - ۲۲۰

[2] سیرۃ ابن ہشام ۱ - ۳۵۴ سیرۃ ذہبی، ص - ۱۴۲

کیا کروں تنہا ہوں ایک شخص بھی میرا ساتھ دے تو میں ظالمانہ معاہدہ کو پھاڑ کر پھینک دوں۔ ہشام نے کہا میں موجود ہوں دونوں مل کر مطعم بن عدی کے پاس گئے بختری ابن ہشام، زمعہ بن الاسود نے بھی ساتھ دیا، دوسرے دن سب مل کر حرم گئے زبیر نے سب لوگوں کو مخاطب کر کے کہا اے اہل مکہ یہ کیا انصاف ہے ہم لوگ آرام سے بسر کریں اور بنو ہاشم کو آب ودانہ نصیب نہ ہو، خدا کی قسم جب تک یہ ظالمانہ معاہدہ چاک نہ کر دیا جائے گا میں باز نہ آؤں گا۔ ابو جہل برابر سے بولا ہرگز اس معاہدہ کو کوئی ہاتھ نہیں لگا سکتا۔ زمعہ نے کہا تو جھوٹ کہتا ہے جب یہ لکھا گیا تھا اس وقت بھی ہم راضی نہ تھے[۱] اِدھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو طالب کو اطلاع دی تھی کہ معاہدہ کو دیمک کھا گئی ہے جب لوگوں نے اس کو دیکھا تو ایسا ہی تھا صرف بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ باقی رہ گیا ہے[۲]

حضرت ابو بکرؓ کے ساتھ کفارِ قریش کا معاملہ:

کفار کی ایذا رسانی اب کمزوروں اور بے کسوں پر محدود نہ تھی، حضرت ابو بکرؓ کا قبیلہ معزز اور طاقتور قبیلہ تھا ان کے

۱؎ سیرۃ ابن ہشام ۱۔ ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶

۲؎ زاد المعاد ۲۔ ۳۰ صحیح بخاری میں اس محاصرہ کا ذکر موجود ہے ملاحظہ ہو کتاب المناسک باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ۔ و باب بنیان الکعبہ باب تقاسم المشرکین علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

یار اور انصار بھی کم نہ تھے تاہم وہ کفّار کے ظلم سے تنگ آگئے اور بالآخر حبش کی ہجرت کا ارادہ کیا برک الغماد جو کہ مکّہ معظمہ سے یمن کی سمت پانچ دن کی راہ ہے وہاں تک پہنچے تھے کہ ابن الدغنہ سے ملاقات ہوگئی جو قبیلہ قارۃ کا رئیس تھا اس نے پوچھا کہاں؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا "میری قوم مجھ کو رہنے نہیں دیتی، چاہتا ہوں کہ کہیں الگ جاکر خدا کی عبادت کروں"۔ ابن الدغنہ نے کہا "یہ نہیں ہوسکتا ہے تم جیسا شخص مکّہ سے نکل جائے میں تم کو اپنی پناہ میں لیتا ہوں"۔ تو حضرت ابوبکرؓ اس کے ساتھ واپس آئے۔ ابن الدغنہ مکّہ پہنچ کر تمام سردارانِ قریش سے ملا اور کہا ایسے شخص کو نکالتے ہو جو مہمان نواز ہے مفلسوں کا مددگار ہے، رشتہ داروں کو پالتا ہے، مصیبتوں میں کام آتا ہے قریش نے کہا لیکن شرط یہ ہے کہ ابوبکرؓ نمازوں میں چپکے جو چاہیں پڑھیں آواز سے قرآن پڑھتے ہیں تو ہماری عورتوں اور بچوں پر اثر پڑتا ہے، حضرت ابوبکرؓ نے چند روز یہ پابندی اختیار کی لیکن آخر انھوں نے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی اور اس میں خضوع وخشوع کے ساتھ باآواز قرآن پڑھتے تھے وہ نہایت رقیق القلب تھے، قرآن پڑھتے تو بے اختیار روتے عورتیں اور بچے ان کو دیکھتے اور متاثر ہوتے، قریش نے ابن الدغنہ سے شکایت کی اُس نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ اب میں تمھاری حفاظت کا ذمّہ دار نہیں ہوسکتا، حضرت ابوبکرؓ نے کہا "مجھ کو خدا کی حفاظت بس ہے میں تمھاری جوار سے استعفا دیتا ہوں"[1]

[1] صحیح بخاری کتاب الفضائل باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ ۱۔ ۵۵۲

ایک روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم مسجدِ حرام میں داخل ہوئے وہاں مشرک سردار بیٹھے ہوئے تھے ابوجہل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا اور تمسخر سے کہا "عبد مناف والو! دیکھو تمہارا نبی آگیا"۔

عقبہ بن ربیعہ بولا: "ہمیں کیا انکار ہے ہم میں سے کوئی نبی بن بیٹھے کوئی فرشتہ کہلائے"۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ باتیں سن کر لوٹے اور اُن کے پاس آئے۔

پہلے عقبہ سے فرمایا: "عقبہ تو نے خدا اور رسولؐ کی حمایت کبھی بھی نہ کی تو اپنی ہی بات کی پیچ پر اڑا رہا"۔

پھر ابوجہل سے فرمایا: "تیرے لئے وہ وقت بہت قریب آرہا ہے دور نہیں کہ تو تھوڑا ہنسے گا اور بہت روئے گا"۔

پھر قریش سے فرمایا: تمہارے لئے وہ ساعت نزدیک آرہی ہے کہ جس دین کا تم انکار کرتے ہو آخرش اسی میں داخل ہو جاؤ گے"۔

ناظرین اسی کتاب میں دیکھیں گے کہ یہ پیش گوئی کیونکر پوری ہوئی[1]

ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات:

سنہ ۱۰ نبوت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابو طالب کا جو حضرت علی مرتضیٰؓ کے والد تھے انتقال ہو گیا[2]

---

[1] رحمۃ للعالمین ۱ - ۶۵ بحوالہ تاریخ طبری۔

[2] فتح الباری ۷ - ۱۹۴ -

ابوطالب نے لڑکپن سے نبیؐ کی تربیت کی تھی اور جب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی دعوت اور منادی شروع کردی تھی وہ برابر مددگار رہے تھے[1] اس لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے مرنے کا صدمہ ہوا۔

ان سے تین دن پیچھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری بیوی طاہرہ خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا[2] اس بیوی نے اپنا سارا مال و زر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی پر قربان اور راہِ خدا میں صرف کردیا تھا یہ سب سے پہلے اسلام لائی تھیں، جبریلؑ نے ان بیوی کو خدا کا سلام پہنچایا تھا[3] ان بیوی کے گذر جانے کا رنج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ہوا[4]

اب قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زیادہ ترستانا شروع کردیا ایک دفعہ ایک شریر نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر کیچڑ پھینک دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح گھر میں داخل ہوئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی اٹھیں وہ سر دھلاتی جاتی تھیں اور روتی جاتی تھیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "پیاری بیٹی! تم کیوں روتی ہو تمھارے باپ کی حفاظت خدا خود فرمائیگا۔

---

[1] صحیحین میں ابوطالب کی نصرت و اعانت کا ذکر موجود ہے۔

[2] فتح الباری ۷ - ۲۲۴ ،

[3] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب تزوج النبی صلی اللہ علیہ وسلم خدیجۃ وفضلہا مسند احمد ۶-۱۱۸ [4] سیرۃ ابن ہشام ۱- ۴۱۶ -

اگرچہ ابو طالب کا سہارا جاتا رہا، اگرچہ خدیجہؓ جیسی بیوی جو مصیبتوں میں اور تکلیفوں میں نہایت غمگسار تھیں جدا ہو گئیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اب زیادہ جوش سے وعظ کا کام شروع کر دیا۔

طائف کا سفر اور سخت اذیتوں کا سامنا: چنانچہ تھوڑے ہی دنوں بعد نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے نکلے اور وعظ کیلئے تشریف لے گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اس سفر میں زید بن حارثہ تھے، مکہ اور طائف کے درمیان جتنے قبیلے تھے سب کو وعظ سناتے توحید کی منادی کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پیادہ پا طائف پہنچے طائف میں بنو ثقیف آباد تھے۔ سرسبز ملک اور سرد پہاڑ پر رہنے کی وجہ سے اُن کے غرور کی کوئی حد نہ تھی، عبد یالیل، مسعود، حبیب، تینوں بھائی وہاں کے سردار تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے انھیں سے ملے اور انھیں اسلام کی دعوت فرمائی، ان میں سے ایک بولا: "میں کعبہ کے سامنے داڑھی منڈوا دوں اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو۔" دوسرا بولا: "کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا جسے چڑھنے کی سواری بھی میسر نہیں ..... اسے رسول بنانا تھا تو کسی حاکم یا سردار کو بنایا ہوتا۔" تیسرا بولا کہ: "میں تجھ سے کبھی بات ہی نہیں کرنے کا کیونکہ اگر تو خدا کا رسول ہے جیسا تو کہتا ہے تب تو یہ بہت خطرناک بات ہے کہ میں تیرے کلام کو رد کروں اور اگر تو خدا پر جھوٹ بولتا ہے تو مجھے شایاں نہیں کہ تجھ سے بات کروں۔"

نبیؐ اللہ نے فرمایا : "اب میں تم سے صرف یہ چاہتا ہوں کہ اپنے خیالات اپنے ہی پاس رکھو۔ ایسا نہ ہو کہ یہ خیالات دوسرے لوگوں کے ٹھوکر کھانے کا سبب بن جائیں "

نبیؐ اللہ نے وعظ کہنا شروع فرمایا ان سرداروں نے اپنے غلاموں اور شہر کے لڑکوں کو سکھا دیا وہ وعظ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اتنے پتھر پھینکتے کہ حضورؐ لہو میں تر بتر ہو جاتے خون بہ بہ کر جوتے میں جم جاتا اور وضو کے لئے پاؤں سے جوتا نکالنا مشکل ہو جاتا۔

ایک دفعہ بدمعاشوں اور اوباشوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر گالیاں دیں، تالیاں بجائیں، چیخیں لگائیں کہ خدا کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مکان کے احاطے میں جانے پر مجبور ہوئے۔ یہ جگہ عتبہ و شیبہ فرزندانِ ربیعہ کی تھی انھوں نے دور سے اس حالت کو دیکھا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ترس کھا کر اپنے غلام عداس کو کہا کہ ایک پلیٹ میں انگور رکھ کر اس شخص کو دے آؤ غلام نے انگور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے لا کر رکھ دیئے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگوروں کی طرف ہاتھ بڑھایا اور زبان سے فرمایا "بسم اللہ" اور پھر انگور کھانے شروع کئے۔

عداس نے حیرت سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دیکھا اور پھر کہا "یہ ایسا کلام ہے کہ یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے "

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "تم کہاں کے ہو اور تمھارا مذہب کیا ہے

عداس نے جواب دیا "میں عیسائی ہوں اور نینویٰ کا باشندہ ہوں۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "کیا تم مرد صالح یونس بن متیٰ کے شہر کے باشندے ہو؟ عداس نے کہا: "آپ کو کیا خبر ہے؟ کہ یونس بن متیٰ کون تھا اور کیسا تھا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" وہ میرا بھائی ہے وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں" عداس یہ سنتے ہی جھک پڑا اور اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا سر، ہاتھ، قدم چوم لئے۔ عقبہ بن شیبہ نے دور سے غلام کو ایسا کرتے دیکھا اور آپس میں کہنے لگے لو غلام تو ہاتھوں سے گیا جب عداس اپنے آقا کے پاس لوٹ کر گیا تو انھوں نے کہا "کم بخت تجھے کیا ہوگیا تھا کہ اس شخص کے ہاتھ پاؤں سر چومنے لگ گیا تھا۔"

عداس نے کہا حضور عالی! آج اس شخص سے بہتر روئے زمین پر کوئی نہیں، انھوں نے مجھے ایسی بات بتائی جو صرف نبی ہی بتا سکتا ہے۔" انھوں نے عداس کو ڈانٹ دیا کہ خبردار! کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا تیرا دین تو اس کے دین سے بہتر ہے۔

اسی مقام پر ایک دفعہ وعظ کرتے ہوئے خدا کے رسولؐ کے اتنی چوٹیں لگیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیہوش ہو کر گر پڑے، زیدؓ نے آپؐ کو اپنی پیٹھ پر اٹھایا آبادی سے باہر لے گئے، پانی کے چھینٹے دینے سے ہوش آیا۔

اس سفر میں اتنی تکلیفوں اور ایذاؤں کے بعد اور ایک شخص تک کے مسلمان نہ ہونے کے رنج اور صدمہ کے وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا دل

خدا کی عظمت اور محبت سے بھرپور تھا اور اس وقت جو دعا حضورؐ نے
مانگی اس کے الفاظ یہ ہیں :

اَللّٰهُمَّ اِلَيْكَ اَشْكُوْ
ضَعْفَ قُوَّتِيْ وَقِلَّةَ حِيْلَتِيْ
وَهَوَانِيْ عَلَى النَّاسِ يَا اَرْحَمَ
الرَّاحِمِيْنَ اَنْتَ رَبُّ
الْمُسْتَضْعَفِيْنَ وَاَنْتَ رَبِّيْ
اِلٰى مَنْ تَكِلُنِيْ اِلٰى بَعِيْدٍ
يَتَجَهَّمُنِيْ اَوْ اِلٰى عَدُوٍّ مَلَّكْتَهٗ
اَمْرِيْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ عَلَيَّ غَضَبٌ
فَلَا اُبَالِيْ وَلٰكِنْ عَافِيَتُكَ
هِيَ اَوْسَعُ لِيْ اَعُوْذُ بِنُوْرِ وَجْهِكَ
الَّذِيْ اَشْرَقَتْ لَهُ الظُّلُمٰتُ
وَصَلَحَ عَلَيْهِ اَمْرُ الدُّنْيَا
وَالْاٰخِرَةِ مِنْ اَنْ يَنْزِلَ بِيْ
غَضَبُكَ اَوْ يَحِلَّ عَلَيَّ سَخَطُكَ
لَكَ الْعُتْبٰى حَتّٰى تَرْضٰى وَلَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِكَ ۔

"الٰہی اپنی کمزوری بے سروسامانی
اور لوگوں کی تحقیر کی بابت تیرے سامنے
فریاد کرتا ہوں تو سب رحم کرنیوالوں سے
زیادہ رحم کرنے والا ہے۔ درماندہ
عاجزوں کا مالک تو ہی ہے اور میرا
مالک بھی تو ہی ہے مجھے کس کے سپرد کیا
جاتا ہے کیا بیگانہ ترش رو کے یا اس
دشمن کے جو کام پر قابو رکھتا ہے لیکن
جب مجھ پر تیرا غضب نہیں تو مجھے
اس کی کچھ پروا نہیں کیونکہ تیری عافیت
میرے لئے زیادہ وسیع ہے، میں تیری
ذات کے نور سے پناہ چاہتا ہوں
جس سے سب تاریکیاں روشن ہو جاتی
ہیں اور دین و دنیا کے کام اس سے
ٹھیک ہو جاتے ہیں کہ تیرا غضب
مجھ پر اترے یا تیری رضامندی مجھ پر

وارد ہو۔ مجھے تیری ہی رضامندی اور خوشنودی درکار ہے اور ہے اور نیکی کرنے اور بدی سے بچنے کی طاقت مجھے تیری ہی طرف سے ملتی ہے۔"

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے طائف سے واپس ہوئے یہ بھی فرمایا میں ان لوگوں کی تباہی کیلئے کیوں دعا کروں اگر یہ لوگ خدا پر ایمان نہیں لاتے تو کیا ہوا امید ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ضرور ایک خدا پر ایمان لانے والی ہوں گی[1]

قبائلِ عرب کو دعوتِ اسلام:

مکہ میں واپس آکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَب ایسا کرنا شروع کیا کہ مختلف قبیلوں کی سکونت گاہوں میں تشریف لے جاتے یا مکہ سے باہر چلے جاتے اور جو کوئی مسافر آتا یا مل جاتا اسے ایمان اور خدا پرستی کا وعظ فرماتے[2]۔

انہی ایام میں قبیلہ بنو کندہ میں تشریف لے گئے سردار قبیلہ کا نام ملیح تھا اور قبیلہ بنو عبداللہ کے ہاں بھی پہنچے انھیں فرمایا کہ تمھارے باپ کا نام عبداللہ تھا تم بھی اسم بامسمیٰ ہو جاؤ۔ قبیلہ بنو حنیفہ کے گھروں میں تشریف لے گئے انھوں نے سارے عرب میں سب سے بدتر طریق پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کیا۔

---

[1] اس واقعہ کو امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ امام ذہبی نے السیرۃ النبویۃ ص ۱۸۵ تا ۱۸۸ میں اور ابن ہشام نے السیرۃ النبوۃ ۱۔ ۴۱۹ تا ۴۲۱ میں تفصیل سے اس کو بیان کیا ہے۔ امام ہیثمی نے بھی مجمع الزوائد ۶۔ ۳۵ میں اس کا تذکرہ کیا ہے۔ امام طبرانی نے بھی صحیح سند کے ساتھ اس کو بیان فرمایا ہے۔

[2] امتاع الاسماع للمقریزی ۱۔ ۳۰

قبیلہ بنو عامر بن صعصعہ کے پاس گئے۔ سردار قبیلہ کا نام بحیرہ بن فراس تھا اس نے دعوت اسلام سُن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا بھلا اگر ہم تیری بات مان لیں اور تو مخالفین پر غالب آجائے تو کیا تو وعدہ کرتا ہے کہ تیرے بعد یہ امر مجھ سے متعلق ہوگا؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ تو خدا کے اختیار میں ہے وہ جسے چاہے گا میرے بعد اسے مقرر کریگا" بحیرہ بولا: خوب! اس وقت تو عرب کے سامنے سینہ سپر ہم بنیں اور جب تیرا کام بن جائے تو مزے کوئی اور اڑائے۔ جا! ہم کو تیرے ساتھ کوئی سروکار نہیں۔ قبائل کے سفر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیقِ طریق ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے[1]

انہی ایام میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سوید بن صامت ملا اس کا لقب اپنی قوم میں کامل تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دعوتِ اسلام فرمائی، وہ بولا شاید آپ کے پاس وہی کچھ ہے جو میرے پاس بھی ہے نبیؐ نے پوچھا تمھارے پاس کیا ہے؟ وہ بولا: "حکمت لقمان" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بیان کرو" اس نے کچھ عمدہ اشعار اپنے سنائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "یہ اچھا کلام ہے لیکن میرے پاس قرآن ہے جو اس سے افضل تر ہے اور ہدایت و نور ہے اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے قرآن سنایا اور وہ بے تامل اسلام لے آیا۔ جب یثرب لوٹ کر گیا تو قوم خزرج نے اسے قتل کر ڈالا۔[2]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱ - ۴۲۴، ۴۲۵

[2] سیرۃ ابن ہشام ۱ - ۴۲۶، ۴۲۷

انہی ایام میں ابوالحیسر انس بن رافع مکہ آیا اس کے ساتھ بنی عبد الاشہل کے بھی چند نوجوان تھے جن میں ایاس بن معاذ بھی تھا یہ لوگ قریش کے ساتھ اپنی قوم خزرج کی طرف سے معاہدہ کرنے آئے تھے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس گئے اور جاکر فرمایا:

"میرے پاس ایسی چیز ہے جس میں تم سب کی بہبود ہے کیا تمھیں کچھ رغبت ہے" وہ بولے ایسی کیا چیز ہے؟ فرمایا میں اللہ کا رسول ہوں مخلوق کی طرف مبعوث ہوں، بندگانِ خدا کو دعوت دیتا ہوں کہ خدا ہی کی عبادت کریں اور شرک نہ کریں مجھ پر خدا نے کتاب نازل کی ہے"۔ پھر ان کے سامنے اسلام کے اصول بیان فرمائے اور قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا۔ ایاس بن معاذ ابھی جوان تھا سنتے ہی بولا "اے میری قوم! بخدا یہ تمھارے لئے اُس مقصد سے بہتر ہے جس کے لئے تم یہاں آئے ہو۔

انس بن رافع نے کنکریوں کی مٹھی بھر کر اٹھائی اور ایاس کے منہ پر پھینک ماری اور کہا بس چپ رہ ہم اس کام کے لئے تو نہیں آئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر چلے گئے۔ یہ واقعہ جنگ بعاث سے جو اوس وخزرج میں ہوئی پہلے کا ہے۔ ایاس واپس جاکر چند روز کے بعد مرگیا مرتے وقت اُس کی زبان پر تسبیح وتحمید وتہلیل وتکبیر جاری تھی مرحوم کے دل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی وعظ سے اسلام کا بیج بو گیا تھا جو مرتے وقت پھل پھول لے آیا تھا[1]

---

[1] ابن ہشام ۱۔ ۴۲۷، ۴۲۸۔ مسند احمد ۵۔ ۴۲۷ ابن حجر نے اسکی سند کی توثیق فرمائی ہے الاصابہ ۱۔ ۱۴۶

انہی ایام میں ضماد ازدی مکہ میں آیا یہ یمن کا باشندہ تھا اور عرب کا مشہور جادوگر تھا جب اس نے سنا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر جنات کا اثر ہے تو اس نے قریش سے کہا کہ میں محمد کا علاج اپنے منتر سے کرسکتا ہوں یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا "محمد آؤ تمھیں منتر سناؤں" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پہلے مجھ سے سن لو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے سنایا :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ	سب تعریف اللہ کے واسطے ہر
وَنَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ	ہم اس کی نعمتوں کا شکر کرتے ہیں اور
اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ	ہر کام میں اُس کی اعانت چاہتے ہیں
یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ	جسے خدا راہ دکھاتا ہے اسے کوئی گمراہ
وَاَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ	نہیں کرسکتا اور جسے خدا ہی راستہ
وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَ	نہ دکھائے اسکی کوئی رہبری نہیں کرسکتا
اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ	میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت
وَرَسُوْلُہٗ اَمَّا بَعْدُ :	کے لائق کوئی بھی نہیں وہ یکتا ہے اس

کا کوئی شریک نہیں میں یہ بھی ظاہر کرتا ہوں کہ محمد خدا کا بندہ اور رسول ہے اُس کے بعد مدعا یہ ہے :-

ضماد نے اس قدر سنا تھا بول اٹھا کہ انہی کلمات کو پھر سنا دیجئے دو تین دفعہ اُس نے انہی کلمات کو سنا پھر بے اختیار بول اٹھا میں نے بہتیرے

کاہن دیکھے اور ساحر دیکھے شاعر سنے لیکن ایسا کلام تو میں نے کسی سے بھی نہ سنا یہ کلمات تو ایک اتھاہ سمندر جیسے ہیں، محمدؐ! خدارا ہاتھ بڑھائیے کہ میں اسلام کی بیعت کرلوں۔[1]

انہی دنوں طفیل بن عمرو مکہ میں آیا یہ قبیلہ دوس کا سردار تھا اور نواحی یمن میں اُن کے خاندان میں رئیسانہ حکومت تھی، طفیل بذاتِ خود شاعر، دانشمند شخص تھا اہل مکہ نے آبادی سے باہر جاکر اُس کا استقبال کیا اور اعلیٰ پیمانہ پر اس کی خدمت اور تواضع کی، طفیل کا اپنا بیان ہے :

" مجھے اہلِ مکہ نے یہ بھی بتایا کہ یہ شخص جو ہم میں سے نکلا ہے اس سے ذرا بچنا اسے جادو آتا ہے، جادو سے باپ بیٹے، زن وشوہر، بھائی بھائی میں جدائی ڈال دیتا ہے ہماری جمعیت کو پریشان اور ہمارے کام ابتر کردیے ہیں ہم نہیں چاہتے ہیں کہ تمھاری قوم پر بھی ایسی ہی کوئی مصیبت پڑے اس لئے ہماری زور سے یہ نصیحت ہے کہ نہ اس کے پاس جانا نہ اُس کی بات سننا اور نہ خود بات چیت کرنا۔"

"یہ باتیں انھوں نے ایسی عمدگی سے میرے ذہن نشین کردیں کہ جب میں کعبہ میں جانا چاہتا تو کانوں کو روئی سے بند کرلیتا تاکہ محمدؐ کی آواز کی بھنک بھی میرے کان میں نہ پڑجائے۔ ایک روز میں صبح ہی خانہ کعبہ میں گیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھ رہے تھے، چونکہ خدا کی مشیت یہ تھی کہ اُن کی آواز میری سماعت

---

[1] صحیح مسلم۔ کتاب الجمعہ باب تخفیف الصلوٰۃ والخطبہ

تک ضرور پہنچے اس لئے میں نے سنا کہ ایک عجیب کلام وہ پڑھ رہے ہیں
اس وقت میں اپنے آپ کو ملامت کرنے لگا کہ میں خود شاعر ہوں باعلم ہوں
اچھے بُرے کی تمیز رکھتا ہوں پھر کیا وجہ ہے؟ اور کون سی روک ہے کہ میں
ان کی بات نہ سنوں اچھی بات ہوگی تو مانوں گا ورنہ نہیں مانوں گا، میں یہ ارادہ
کرکے ٹھہر گیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم واپس گھر کو چلے تو میں بھی پیچھے پیچھے ہولیا
اور جب مکان پر حاضر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا واقعہ کہ میں آنے لوگوں
کے بہکانے اور کانوں میں روئی لگانے اور آج حضورؐ کی زبان سے کچھ سن پانے
کا سنایا اور عرض کیا مجھے اپنی بات سنائیے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن
پڑھا۔ بخدا میں نے ایسا پاکیزہ کلام کبھی سنا ہی نہ تھا جو اس قدر نیکی اور
انصاف کی ہدایت کرتا ہو۔"

الغرض طفیل اسی وقت مسلمان ہوگیا جسے قریش بات بات میں مخدوم
ومطاع کہتے تھے وہ بات کی بات میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دل وجان سے
خادم اور مطیع بن گیا، قریش کو ایسے شخص کا مسلمان ہونا نہایت ہی شاق و
ناگوار گذرا[1]

ابوذر رضی اللہ عنہ اپنے شہر یثرب ہی میں تھے کہ انھوں نے نبی صلی
اللہ علیہ وسلم کے متعلق کچھ اڑتی سی خبر سنی انھوں نے اپنے بھائی سے کہا تم جاؤ کہ

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصہ دوس والطفیل بن عمرو میں بہت اختصار سے
یہ واقعہ مروی ہے تفصیل ابن سعد ۱۔ ۲۵۳ اور شرح المواہب ۴۔ ۲۷ میں ملاحظہ ہو۔

میں اس شخص سے مل کر آؤ۔

انیس برادر ابوذر ایک مشہور فصیح شاعر زبان آور تھا وہ مکہ میں آیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملا پھر بھائی کو جا بتایا کہ میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک ایسا شخص پایا جو نیکیوں کے کرنے کا اور شر سے بچنے کا حکم دیتا ہے۔

ابوذرؓ بولے اتنی سی بات سے کچھ تسلی نہیں ہوتی آخر خود پیدل چل کر مکہ پہنچے۔ حضرت ابوذرؓ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شناخت نہ تھی اور کسی سے دریافت کرنا بھی وہ پسند نہ کرتے تھے، زمزم کا پانی پی کر کعبہ ہی میں لیٹ رہے علی مرتضیٰؓ آئے انھوں نے پاس کھڑے ہو کر کہا کہ یہ تو کوئی مسافر معلوم ہوتا ہے۔ بولے ہاں، علی مرتضیٰؓ نے کہا اچھا میرے یہاں چلو، یہ رات وہیں رہے، نہ علی مرتضیٰؓ نے کچھ پوچھا نہ ابوذرؓ نے کچھ کہا، صبح ہوئی ابوذرؓ پھر کعبہ میں آگئے، دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش تھی مگر کسی سے دریافت نہ کرتے تھے، علی مرتضیٰؓ پھر آپہنچے انھوں نے فرمایا شاید تمھیں اپنا ٹھکانا نہ ملا، ابوذرؓ بولے ہاں علی مرتضیٰ پھر ساتھ لے گئے اب انھوں نے پوچھا تم کون ہو اور کیوں یہاں آئے ہو؟ ابوذرؓ نے کہا راز رکھو تو میں بتا دیتا ہوں، علی رضی اللہ عنہ نے وعدہ کیا۔

ابوذرؓ نے کہا میں نے سنا ہے کہ اس شہر میں ایک شخص ہے جو اپنے آپ کو نبی اللہ بتاتا ہے ـــــــ میں نے اپنے بھائی کو بھیجا تھا وہ یہاں

سے کچھ تسلی بخش بات لے کر نہ گیا اس لئے خود آیا ہوں۔

علی مرتضیٰ نے کہا تم خوب آئے اور خوب ہوا کہ مجھ سے ملے دیکھو میں انہی کی خدمت میں جارہا ہوں میرے ساتھ چلو میں اندر جاکر دیکھ لوں گا اگر اس وقت ملنا مناسب نہ ہوگا تو میں دیوار کے ساتھ لگ کر کھڑا ہو جاؤں گا، گویا جوتا درست کر رہا ہوں۔

الغرض ابوذرؓ، علی مرتضیٰؓ کے ساتھ خدمتِ نبوی میں پہنچے اور عرض کیا مجھے بتایا جائے کہ اسلام کیا ہے ؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کی بابت بیان فرمایا اور ابوذرؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ابوذر ! تم ابھی اس بات کو چھپائے رکھو اور اپنے وطن کو چلے جاؤ جب تمھیں ہمارے ظہور کی خبر مل جائے تب آجانا، ابوذرؓ بولے بخدا میں تو ان دشمنوں میں اعلان کر کے جاؤں گا۔ اب ابوذرؓ کعبہ کی طرف آئے قریش جمع تھے انھوں نے سب کو سنا کر باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھا۔ قریش نے کہا اس بے دین کو مارو لوگوں نے مار ڈالنے کے لئے مجھے مارنا شروع کیا، عباسؓ آگئے انھوں نے مجھے جھک کر دیکھا کہا کم بختو ! یہ تو قبیلہ غفار کا آدمی ہے جہاں تم تجارت کو جاتے اور کھجوریں لاتے ہو، لوگ ہٹ گئے۔ اگلے دن انھوں نے پھر سب کو سنا کر کلمہ پڑھا پھر لوگوں نے مارا اور عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو چھڑا دیا اور یہ

اپنے وطن کو چلے آئے [1]

بیعتِ عقبہ اور مدینہ میں اشاعتِ اسلام:

سلہ نبوت کے موسم حج کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے رات کی تاریکی میں شہر مکہ سے چند میل پرے مقام عقبہ پر لوگوں کو باتیں کرتے سنا، اس آواز پر خدا کا نبیؐ ان لوگوں کے پاس پہونچا یہ چھ آدمی یثرب سے آئے تھے ان کے سامنے نبیؐ نے خدا کی عظمت و جلال کا بیان شروع کیا ان کی محبت کو خدا کے ساتھ گرمایا۔ بتوں سے ان کو نفرت دلائی، نیکی و پاکیزگی کی تعلیم دے کر گناہوں اور برائیوں سے منع فرمایا۔ قرآن کی تلاوت فرما کر ان کے دلوں کو روشن فرمایا، یہ لوگ اگرچہ بت پرست تھے لیکن انھوں نے اپنے شہر کے یہودیوں کو بارہا ذکر کرتے سنا تھا کہ ایک نبیؐ عنقریب ظاہر ہونے والا ہے ——— اس تعلیم سے وہ اسی وقت ایمان لے آئے اور جب اپنے وطن کو لوٹ کر گئے تو دین حق کے سچے منّاد بن گئے [2]

وہ ہر ایک کو یہ خوشخبری سناتے تھے کہ وہ نبی جس کا تمام عالم کو انتظار تھا آگیا ——— ہمارے کانوں نے ——— اس کا کلام سنا ہماری آنکھوں نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب اسلام ابی ذرؓ صحیح مسلم کتاب فضائل الصحابہ باب من فضائل ابی ذر رضی اللہ عنہ۔

[2] سیرۃ ابن ہشام ۱ - ۴۲۸ - ۴۲۹ ،

اس کا دیدار کیا اور اُس نے .... ہم کو اُس زندہ رہنے والے خدا سے ملا دیا ہے کہ دنیا کی زندگی اور موت اس کے سامنے ہیچ ہے[1]

ان لوگوں کے بشارت لے جانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ یثرب کے گھر گھر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہونے لگا اور اگلے سال ۱۲ نبوت میں یثرب کے باشندے مکہ میں حاضر ہوئے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے دولت ایمان حاصل کی۔

اِن لوگوں نے جن باتوں پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی تھی وہ یہ ہیں

(۱)۔ ہم خدائے واحد کی عبادت کیا کریں گے اور کسی کو اُس کا شریک نہیں بنائینگے

(۲)۔ ہم چوری اور زنا نہیں کریں گے۔

(۳)۔ ہم اپنی اولاد (لڑکیوں) کو قتل نہیں کریں گے۔

(۴)۔ ہم کسی پر جھوٹی تہمت نہیں لگائیں گے اور نہ کسی کی چغلی کیا کریں گے۔

(۵)۔ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہر ایک اچھی بات میں کیا کرینگے[2]

جب یہ لوگ واپس جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کی تعلیم کیلئے مصعبؓ بن عمیر کو ساتھ کر دیا، مصعبؓ بن عمیر امیر گھرانے کے لاڈلے بیٹے تھے جب گھوڑے پر سوار ہو کر نکلتے تھے تو آگے پیچھے غلام چلا کرتے تھے۔ بدن پر دو سو روپے سے کم کی کبھی پوشاک نہیں پہنتے تھے مگر جب

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹ [2] صحیح البخاری کتاب الایمان باب حدثنا ابو الیمان ابن ہشام نے سیرت میں صحیح سند سے پورا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ ۱۔ ۴۳۱ تا ۴۴۴

اُن کو اسلام کے طفیل روحانی عیش حاصل ہوا اب اُن جسمانی آرائشوں کو انھوں نے بالکل چھوڑ دیا تھا۔ جن دنوں میں یہ مدینہ میں دین کی منادی کرتے اور اسلام کی تبلیغ کیا کرتے تھے اُن دنوں اُن کے کندھے پر صرف کمبل کا ایک چھوٹا سا ٹکڑا ہوتا تھا جسے اگلی طرف سے کانٹوں سے اٹکا لیا کرتے تھے [۱]

مصعبؓ مدینہ میں اسعد بن زرارہ کے گھر جا کر اُترے تھے اور اُن کو مدینہ والے المقری (پڑھانے والا استاد) کہا کرتے تھے، ایک دن مصعبؓ و اسعدؓ اور چند مسلمان بئر مرق پر جمع ہوئے یہ غور کرنے کیلئے کہ بنی عبد الاشہل اور بنی ظفر میں کیونکر اسلام کی منادی کی جائے۔

سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر ان قبائل کے سردار تھے اور ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے، انھیں بھی خبر ہوئی سعد بن معاذ نے اُسید بن حضیر سے کہا:

تم کس غفلت میں پڑے ہو دیکھو یہ دونوں ہمارے گھروں آکر ہمارے بیوقوفوں کو بہکانے لگے تم جاؤ انھیں جھڑک دو اور یہ کہدو کہ ہمارے محلوں میں پھر کبھی نہ آئیں۔ میں خود ایسا کرتا مگر میں اس لئے خاموش ہوں کہ اسعدؓ میری خالہ کا بیٹا ہے۔

اُسید بن حضیر اپنا ہتھیار لے کر روانہ ہوا، اسعدؓ نے مصعبؓ کو کہا دیکھو

---

[۱] اسد الغابہ ج ۴ - ص ۴۰۶ ذکر مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ

یہ قبیلے کا سردار آرہا ہے خدا کرے کہ وہ تیری بات مان جائے، مصعبؓ نے کہا کہ وہ اگر آکر بیٹھ گیا تو میں اُس سے ضرور کلام کروں گا اتنے میں آپہنچا اور کھڑا کھڑا گالیاں دیتا رہا اور یہ بھی کہا کہ تم ہمارے احمق نادان لوگوں کو پھسلانے آئے ہو۔

مصعبؓ نے کہا کاش آپ بیٹھ کر کچھ سن لیں اگر پسند آئے قبول فرمائیں ناپسند ہو تو اسے چھوڑ جائیں، اُسید نے کہا خیر کیا مضائقہ ہے۔ مصعبؓ نے سمجھایا کہ اسلام کیا ہے اور پھر اسے قرآن مجید بھی پڑھ کر سنایا اُسید نے سب کچھ چپ چاپ سنا بالآخر کہا ہاں! یہ تو بتاؤ کہ جب کوئی تمھارے دین میں داخل ہونا چاہتا ہے تو کیا کرتے ہو۔

انھوں نے کہا نہلا کر پاک کپڑے پہنا کر کلمہ شہادت پڑھا دیتے اور دو رکعت نفل پڑھوا دیتے ہیں، اُسید اٹھا کپڑے دھوئے کلمہ شہادت پڑھا اور نفل ادا کی، پھر کہا میرے پیچھے ایک اور شخص ہے اگر وہ تمھارا پیرو ہو گیا تو پھر کوئی تمھارا مخالف نہ رہے گا اور میں ابھی جا کر تمھارے پاس اسے بھیجتا ہوں اُسید یہ کہہ کر چلا گیا، ادھر سعد بن معاذؓ اس کے انتظار میں تھا دور سے چہرہ دیکھتے ہی بولا دیکھو اُسید کا وہ چہرہ نہیں جو جاتے وقت تھا جب اُسید آبیٹھا تو سعد نے پوچھا کہ کیا ہوا؟ اُسید بولا میں نے انھیں سمجھا دیا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم تمھارے منشا کے خلاف نہ کریں گے مگر وہاں تو ایک اور حادثہ پیش آیا بنو حارثہ وہاں آگئے تھے اور وہ اسعد بن زرارہ

کو اس لئے قتل کرنے پر آمادہ ہیں کہ وہ تیرا بھائی ہے یہ سن کر سعدؓ بن معاذ
غصّہ میں بھر گیا اور اپنا حربہ سنبھال کر کھڑا ہو گیا، اُسے ڈر تھا کہ بنو حارثہ
اُس کے بھائی کو مار نہ ڈالیں اُس نے چلتے وقت یہ بھی کہا کہ اُسید! تم کچھ بھی
کام نہ بنا کر آئے، سعد وہاں پہنچا دیکھا کہ مصعبؓ و اسعدؓ دونوں باطمینان
بیٹھے ہوئے ہیں۔ سعد نے سمجھا کہ اُسید نے مجھے ان کی باتیں سننے کیلئے بھیجا
ہے یہ خیال آتے ہی انھیں گالیاں دینے لگا اور اسعد کو یہ بھی کہا کہ اگر
میرے تمھارے درمیان قرابت نہ ہوتی تو تمھاری کیا مجال تھی کہ ہمارے
محلہ میں چلے آتے، اسعدؓ نے مصعبؓ سے کہا دیکھو یہ بڑے سردار ہیں اور
اگر ان کو سمجھا دو تو پھر کوئی دو آدمی بھی تمھارے مخالف نہ رہ جائیں گے
مصعبؓ نے سعد سے کہا آئیے بیٹھ جائیے کوئی بات کریں، ہماری بات پسند
آئے تو قبول فرمائیے ورنہ انکار کیجئے۔ سعد حربہ رکھ کر بیٹھ گیا، مصعبؓ نے
اس کے سامنے اسلام کی حقیقت بیان کی اور قرآن مجید بھی سُنایا آخر
سعد نے وہی سوال کیا جو اُسید نے کیا تھا، الغرض سعد اٹھا، نہایا، کپڑے
دھوئے کلمہ پڑھا نفل ادا کی اور ہتھیار لے کر اپنی مجلس میں واپس آیا آتے
ہی اپنے قبیلے کے لوگوں کو پکار کر کہا:

"اے بنی عبد الاشہل تم لوگوں کی میرے بارے میں کیا رائے ہے"؟
سب نے کہا، تم ہمارے سردار ہو تمھاری رائے تمھاری تلاش بہتر اور اعلیٰ
ہوتی ہے .... سعد بولا سنو! خواہ کوئی مرد ہو یا عورت میں اس سے

بات کرنا حرام سمجھتا ہوں .... جب تک کہ وہ خدا اور رسولؐ پر ایمان نہ لائے۔

اس کہنے کا اثر یہ ہوا کہ بنی عبدالاشہل میں شام تک کوئی مرد اسلام سے خالی نہ رہا اور تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوگیا۔[1]

بیعتِ عقبہ ثانیہ:

مصعبؓ کی تعلیم سے اسلام کا چرچا اسی طرح تمام انصار کے قبیلوں میں پھیل گیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگلے سال ۱۳ نبوت میں ۷۳ مرد ۲ عورتیں یثرب کے قافلہ میں مل کر مکہ آئے ان کو یثرب کے اہل ایمان نے اس لئے بھیجا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے شہر میں آنے کی دعوت دیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منظوری حاصل کریں۔

یہ راست بازوں کا گروہ اسی متبرک مقام پر جہاں دو سال سے اس شہر یثرب کے مشتاق حاضر ہوا کرتے تھے رات کی تاریکی میں پہنچ گیا اور خدا کا برگزیدہ رسولؐ بھی اپنے چچا عباسؓ کو ساتھ لئے ہوئے وہاں جا پہنچا۔

حضرت عباسؓ نے (جو ابھی مسلمان نہ ہوئے تھے) اس وقت ایک کام کی بات کہی۔ انھوں نے کہا لوگو! تمھیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں اگر تم اُن سے کوئی عہد واقرار کرنے لگو تو پہلے سمجھ لینا کہ یہ نازک اور مشکل کام ہے، محمدؐ سے عہد و پیمان کرنا سُرخ وسیاہ لڑائیوں کو دعوت دینا ہے جو کچھ کرو سوچ سمجھ کر کرو ورنہ بہتر ہے کہ کچھ بھی نہ کرو۔

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱۔ ۴۳۵ تا ۴۳۷

اِن راست بازوں نے عباسؓ کو کچھ جواب نہ دیا ہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ حضورؐ کچھ ارشاد فرمائیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو خدا کا کلام جو ________ پڑھ کر سنایا جس کے سنتے ہی وہ ایمان و ایقان کے نور سے بھرپور ہو گئے۔

اب سب لوگوں نے عرض کی کہ خدا کا نبیؐ ہمارے شہر چل بسے تاکہ ہمیں پورا پورا فیض حاصل ہو سکے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :

۱۔ کیا تم دین حق کی اشاعت میں میری پوری پوری مدد کرو گے ؟

۲۔ اور جب میں تمھارے شہر میں جا بسوں کیا تم میری اور میرے ساتھیوں کی حمایت اپنے اہل وعیال کے مانند کرو گے ؟

ایمان والوں نے پوچھا ایسا کرنے کا ہم کو معاوضہ کیا ملے گا ؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بہشت (جو نجات اور خوشنودی کا محل ہے)

ایمان والوں نے عرض کی اے خدا کے رسولؐ یہ تو ہماری تسلی فرما دیجئے کہ حضورؐ ہم کو کبھی نہ چھوڑیں گے ؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں میرا جینا میرا مرنا تمھارے ساتھ ہوگا۔

اس آخری فقرے کا سننا تھا کہ عاشقان صداقت عجب سرور و نشاط کے ساتھ جاں نثاری کی بیعت اسلام کرنے لگے۔ براءؓ بن معرور پہلے بزرگ ہیں جنھوں نے اس شب سب سے پہلے بیعت کی تھی۔

ایک شیطان نے پہاڑ کی چوٹی سے یہ نظارہ دیکھا اور چیخ کر اہلِ مکہ کو پکار کر کہا لوگو ! آؤ دیکھو کہ محمدؐ اور اس کے فرقے کے لوگ تم سے لڑائی کے مشورے کر رہے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اس آواز کی پروانہ کرو عباسؓ بن عبادہ نے کہا اگر حضورؐ کی اجازت ہو تو ہم کل ہی مکہ والوں کو اپنی تلوار کے جوہر دکھا دیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں مجھے جنگ کی اجازت نہیں۔ اس کے بعد نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے بارہ شخصوں کا انتخاب کیا اور ان کا نام نقیب رکھا اور یہ بھی فرمایا کہ جس طرح عیسیٰ بن مریم نے اپنے لئے ۱۲ شخصوں کو چن لیا تھا اسی طرح میں تمھیں انتخاب کرتا ہوں تاکہ تم اہلِ یثرب میں جاکر دین کی اشاعت کرو مکہ والوں میں میں خود یہ کام کرونگا۔

اُن کے نام یہ ہیں :

قبیلہ خزرج کے ۹ ۔ اسعد زرارہ، رافع بن مالک، عبادہ بن صامت (یہ تینوں عقبہ اولیٰ میں بھی تھے) سعد بن ربیع، منذر بن عمرو، عبداللہ بن رواحہ، براء بن معرور ، عبداللہ بن عمرو بن حرام، سعد بن عبادہ

قبیلہ اوس کے تین ۔ اسید بن حضیر، سعد بن خیثمہ، ابوالہیثم بن تیہان[1]

---

[1] مسند احمد ۳-۳۲۲-۳۳۹ مستدرک حاکم ۲-۶۲۴، ۶۲۵، امام ذہبی نے حاکم کی روایت کو صحیح قرار دیا ہے۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو سیرۃ ابن ہشام ۱-۴۳۸ تا ۴۴۸، ۴۶۷۔ نیز فتح الباری ۷-۲۱۹ تا ۲۲۳۔

قریش کو دن نکلنے کے بعد کچھ بھنک سی معلوم ہوئی وہ اہل یثرب کی تلاش
میں نکلے لیکن ان کا قافلہ صبح ہی روانہ ہو چکا تھا۔ قریش نے سعدؓ بن عبادہ اور
منذر بن عمرو کو وہاں پایا منذر تو بھاگ گیا اور ان کے ہاتھ نہ آیا مگر سعدؓ بن عبادہ
کو انھوں نے پکڑ لیا، اس کے سواری کے اونٹ کا تنگ کھول کر اس کی مشکیں
باندھ دیں، مکّہ میں لاکر اُسے مارتے اور اُس کے سر کے لمبے لمبے بالوں کو کھینچتے
تھے۔ یہ سعدؓ بن عبادہ وہی ہیں جن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن ۱۲ اشخاص میں
سے ایک نقیب ٹھہرایا تھا، ان کا اپنا بیان ہے کہ جب قریش انھیں زدوکوب
کر رہے تھے تو ایک سرخ و سفید شیریں شمائل شخص انھیں اپنی طرف آتا ہوا
نظر آیا میں نے اپنے دل میں کہا کہ اگر اس قوم میں کسی شخص سے مجھے بھلائی حاصل
ہو سکتی ہے تو وہ یہی ہوگا، جب وہ میرے پاس آگیا تو اس نے نہایت زور سے
منہ پر طمانچہ لگایا اس وقت مجھے یقین آگیا کہ ان میں کوئی بھی ایسا شخص نہیں جس
سے خیر کی امید کی جا سکے، اتنے میں ایک اور شخص آیا، اس نے میرے حال پر ترس
کھایا اور کہا کیا قریش کے کسی بھی شخص کے ساتھ تجھے حقِ ہمسائگی حاصل نہیں
اور کسی سے بھی تیرا عہد و پیمان نہیں؟ میں نے کہا ہاں! جبیر بن مطعم اور حارث بن
حرب جو عبد مناف کے پوتے ہیں وہ تجارت کے لئے ہمارے ہاں جایا کرتے ہیں اور
میں نے بارہا ان کی حفاظت کی ہے۔ اس نے کہا کہ پھر انہی دونوں کے نام کی دہائی
تجھے دینی اور اپنے تعلقات کا اعلان کرنا چاہیئے میں نے ایسا ہی کیا پھر وہی شخص
ان دونوں کے پاس پہنچا اور انھیں بتایا کہ خزرج کا ایک آدمی پٹ رہا ہے اور

وہ تمھارا نام لے کر تمھیں پکار رہا ہے' ان دونوں نے پوچھا وہ کون ہے
اس نے بتایا سعد بن عبادہ۔ وہ بولے ہاں ' اس کا ہم پر احسان بھی ہے
انھوں نے آکر سعدؔ بن عبادہ کو چھڑا دیا اور یہ ثابت قدم بزرگ یثرب کو تشریف
لے گئے۔[1]

ہجرت کرنے کی اجازت: عقبہؔ ثانیہ کی بیعت کے بعد نبی صلیؐ
اللہ علیہ وسلم نے ان مسلمانوں کو جو ابھی
مکہ سے باہر نہیں گئے تھے لیکن جن پر اتنے ظلم وستم ہونے لگے تھے کہ پیارا وطن
ان کیلئے آگ کا پہاڑ بن گیا' یثرب چلے جانے کی اجازت فرمادی' ان ایمان والوں
کو گھر بار' خویش واقارب' باپ' بھائی' زن وفرزند کے چھوڑنے کا ذرا غم نہ
تھا بلکہ خوشی یہ تھی کہ یثرب جاکر خدائے وحدہٗ لاشریک کی عبادت پوری آزادی
سے کرسکیں گے۔[2]

ہجرت کرنے والوں اور گھر چھوڑنے والوں کو قریش مکہ کی سخت مزاحمت
کا مقابلہ کرنا پڑا۔

صہیب رومی رضی اللہ عنہ جب ہجرت کرکے جانے لگے تو کفّار نے
انھیں آگھیرا' کہا صہیب! جب تو مکہ میں آیا تھا تو مفلس وقلاش تھا یہاں

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱- ۴۴۹- ۴۵۰ رحمۃ للعالمین ۱- ۸۱ -
[2] زاد المعاد ۲- ۴۹ رحمۃ للعالمین ۱- ۸۲ -

ٹھہر کر تو نے ہزاروں کمائے آج یہاں سے جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سب مال و زر لے کر چلا جائے یہ تو کبھی نہیں ہونے کا۔ صہیبؓ نے کہا، اچھا اگر میں اپنا سارا مال و متاع تمھیں دیدوں تب تم مجھے جانے دو گے، قریش بولے ہاں! حضرت صہیبؓ نے سارا مال انھیں دیدیا اور یثرب کو روانہ ہو گئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ قصہ سن کر فرمایا کہ اس سودے میں صہیبؓ نے نفع کمایا[1]

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں میرے شوہر ابو سلمہؓ نے ہجرت کا ارادہ کیا مجھے اونٹ پر چڑھایا میری گود میں میرا بچہ سلمہ تھا جب ہم چل پڑے تو بنو مغیرہ نے آکر ابو سلمہؓ کو گھیر لیا۔ کہا تو جا سکتا ہے مگر ہماری لڑکی نہیں لے جا سکتا۔ اب بنو عبد الاسد بھی آگئے انھوں نے ابو سلمہؓ سے کہا کہ تو جا سکتا ہے مگر بچہ کو جو ہمارے قبیلہ کا بچہ ہے تو نہیں لے جا سکتا، غرض انھوں نے ابو سلمہؓ سے اونٹ کی مہار لے کر اونٹ بٹھا دیا۔ بنو عبد الاسد تو گود سے بچہ کو ماں سے چھین کر لے گئے اور بنو مغیرہ ام سلمہؓ کو لے آئے، ابو سلمہؓ جو دین کیلئے ہجرت کرنا فرض سمجھتے تھے زن و بچہ کے بغیر روانہ ہو گئے۔ ام سلمہؓ شام کو اسی جگہ جہاں بچہ اور شوہر سے الگ کی گئی تھیں پہنچ جاتیں گھنٹوں رو دھو کر واپس آجاتیں، ایک سال اسی طرح روتے چلاتے گذر گیا آخر ان کے چچیرے بھائی کو رحم آیا اور ہر دو قبائل سے کہہ سن کر ام سلمہؓ کو اجازت دلادی کہ اپنے شوہر کے پاس چلی جائیں، بچہ بھی ان کو واپس دے دیا گیا، ام سلمہؓ ایک اونٹ پر سوار ہو کر

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱-۴۷۷ دلائل النبوۃ للبیہقی ۲-۵۲۲

مدینہ کو تن تنہا چل دیں، ایسی مشکلات کا سامنا تقریباً ہر ایک صحابی کو کرنا پڑا تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ کا بیان ہے کہ عیاشؓ اور ہشامؓ صحابی بھی ان کے ساتھ مدینہ چلنے کو تیار ہوئے تھے۔ عیاش بن ربیعہ تو روانگی کے وقت جائے مقررہ پر پہنچ گئے مگر ہشام بن عاص کی بابت کفار کو خبر لگ گئی اُن کو قریش نے قید کر دیا۔ عیاشؓ مدینہ جا پہنچے تھے کہ ابوجہل مع اپنے برادر حرث کے مدینہ پہنچا، عیاشؓ ان کے چچیرے بھائی تھے اور تینوں کی ایک ماں تھی۔ ابوجہل و حرث نے کہا کہ تمھارے بعد والدہ کی بُری حالت ہو رہی ہے اس نے قسم کھالی ہے کہ عیاشؓ کا منہ دیکھنے تک نہ سر میں کنگھی کروں گی نہ سایہ میں بیٹھوں گی اس لئے بھائی تم چلو اور ماں کو تسکین دے کر آجانا۔

عمر فاروقؓ نے کہا عیاش! مجھے تو یہ فریب معلوم ہوتا ہے تمھاری اماں کے سر میں کوئی جوں پڑ گئی تو وہ خود ہی کنگھی کرے گی اور مکّہ کی دھوپ نے ذرا خبر لی تو وہ خود ہی سایہ میں جا بیٹھے گی، میری رائے تو یہ ہے کہ تم کو جانا نہیں چاہئے عیاشؓ بولے نہیں میں والدہ کی قسم پوری کرکے واپس آجاؤں گا۔

عمر فاروقؓ: اچھا اگر یہی رائے ہے تو سواری کے لئے میرا ناقہ لے جاؤ یہ بہت تیز رفتار ہے اگر راستہ میں ذرا بھی ان سے شبہہ گذرے تو تم اس ناقہ پر باآسانی ان کی گرفت سے بچ کر آسکو گے۔

عیاشؓ نے ناقہ لے لیا، یہ تینوں چل پڑے، ایک روز راہ میں (مکہ کے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ا۔ ۴۶۷، ۴۶۸

قریب) ابوجہل نے کہا، بھائی ہمارا اونٹ تو ناقہ کے ساتھ چلتا چلتا رہ گیا بہتر ہے کہ تم مجھے اپنے ساتھ سوار کرلو، عیاشؓ بولے، بہتر جب عیاشؓ نے ناقہ بٹھایا تو دونوں نے انھیں پکڑ لیا مشکیں کس لیں اور مکہ میں اسی طرح لے کر داخل ہوئے۔ یہ دونوں بڑے فخر سے کہتے تھے کہ دیکھو بیوقوفوں اور احمقوں کو یوں سزا دیا کرتے ہیں۔ اب عیاشؓ کو بھی ہشام بن عاصی کے ساتھ قید کر دیا گیا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچ گئے تب حضورؐ کی تمنا پوری کرنے کیلئے ولیدؓ بن مغیرہ مکہ میں آئے، اور قید خانے سے دونوں کو راتوں رات نکال کرلے گئے[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیخلاف قریش کی سازش اور ناکامی اور آپکی ہجرت مدینہ:

قریش نے دیکھا کہ اب مسلمان مدینہ میں جاکر طاقت پکڑتے جاتے ہیں اور وہاں اسلام پھیلتا جاتا ہے اس بنا پر انھوں نے دارالندوہ جو دارالشوریٰ تھا اجلاس عام کیا ہر قبیلہ کے رؤسا شریک تھے، لوگوں نے مختلف رائیں پیش کیں، ایک نے کہا "محمدؐ کے ہاتھ پاؤں میں زنجیریں ڈال کر مکان میں بند کر دیا جائے" دوسرے نے کہا "جلاوطن کر دینا کافی ہے" ابوجہل نے کہا ہر قبیلے سے ایک ایک شخص انتخاب ہو اور پورا مجمع ایک ساتھ مل کر تلواروں سے ان کا خاتمہ کر دے، اس صورت میں ان کا خون تمام قبائل میں بٹ جائیگا اور آلِ ہاشم اکیلے تمام قبائل کا مقابلہ نہ کرسکیں گے۔ اِس

---

[۱] مستدرک حاکم ۲-۵۳۴ امام ذہبی نے روایت کی تصحیح فرمائی ہے۔

آخیر رائے پر اتفاق عام ہوگیا اور جھٹ پٹے سے آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانۂ مبارک کا محاصرہ کرلیا گیا۔ اہل عرب زنانہ مکان کے اندر گھسنا معیوب سمجھتے تھے اس لئے باہر ٹھہرے رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نکلیں تو یہ فرض ادا کیا جائے[۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قریش کو اس درجہ کی عداوت تھی تاہم آپ کی دیانت پر یہ اعتماد تھا کہ جس شخص کو کچھ مال یا اسباب امانت رکھنا ہوتا تھا آپ ہی کے پاس لاکر رکھتا تھا اس وقت بھی بہت سی امانتیں جمع تھیں، آپ کو قریش کے ارادہ کی پہلے سے خبر ہو چکی تھی اس بنا پر حضرت علیؓ کو بلا کر فرمایا کہ " مجھ کو ہجرت کا حکم ہو چکا ہے[۲] میں آج مدینہ روانہ ہو جاؤنگا تم میرے پلنگ پر میری چادر اوڑھ کر سو رہو، صبح کو سب کی امانتیں جا کر واپس دے آنا۔ حضرت علیؓ تو ان تلواروں کے سائے میں نہایت بے فکری سے مزے کی نیند سو رہے اور خدا کا رسولؐ خدا کی حفاظت میں باہر نکلا اور ان دل کے اندھوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتا ہوا اور سورۂ یٰسٓ پڑھتا ہوا صاف نکل گیا کسی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو جاتے نہ دیکھا[۳] یہ واقعہ ۲۷ صفر ۱۳ نبوت روز پنجشنبہ (۱۲ ستمبر ۶۲۲ء) کا ہے[۴]

---

[۱] سیرۃ ابن ہشام ۱۔ ۴۸۰

[۲] ہجرت کا حکم آپ کو اللہ تبارک وتعالیٰ کی طرف سے ہوا تھا جیسا کہ بخاری شریف کی روایت میں صراحت ہے۔ کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہ الی المدینہ

[۳] مسند احمد ۱۔ ۳۴۸، مصنف عبدالرزاق ۵۔ ۳۸۹ [۴] سیرۃ النبی ۱۔ ۲۷۰ رحمۃ للعالمین ۱۔ ۸۵

ہجرت سے دو تین دن پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دوپہر کے وقت حضرت ابوبکرؓ کے گھر پر گئے دستور کے موافق دروازہ پر دستک دی اجازت کے بعد گھر میں تشریف لے گئے، حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ "کچھ مشورہ کرنا ہے سب کو ہٹا دو" بولے کہ "یہاں آپ کی حرم کے سوا اور کوئی نہیں ہے (اس وقت حضرت عائشہؓ سے شادی ہو چکی تھی) آپ نے فرمایا "مجھ کو ہجرت کی اجازت ہو گئی ہے" حضرت ابوبکرؓ نے نہایت بے تابی سے کہا "میرا باپ آپ پر فدا ہو، کیا مجھ کو بھی ہمراہی کا شرف حاصل ہوگا؟" ارشاد ہوا "ہاں" حضرت ابوبکرؓ نے ہجرت کے لئے چار مہینہ سے دو اونٹنیاں ببول کی پتیاں کھلا کھلا کر تیار کی تھیں، عرض کی کہ ان میں سے ایک آپ پسند فرمائیں، محسن عالم کو کسی کا احسان گوارا نہیں ہو سکتا تھا ارشاد ہوا "اچھا، مگر بقیمت" حضرت ابوبکرؓ نے مجبوراً قبول کیا، حضرت عائشہؓ اس وقت کمسن تھیں، ان کی بڑی بہن اسماؓ نے جو حضرت عبداللہ بن زبیر کی ماں تھیں سفر کا سامان کیا، دو تین دن کا کھانا ناشتہ دان میں رکھا، نطاق، جس کو عورتیں کمر سے لپیٹتی ہیں، پھاڑ کر اس سے ناشتہ دان کا منہ باندھا یہ وہ شرف تھا جس کی بنا پر آج تک ان کو "ذات النطاقین" کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے[1]

آپ نے کعبہ پر دواعی نگاہ ڈالی اور فرمایا "مکہ! تو مجھ کو تمام دنیا سے

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم واصحابہ الی المدینہ

زیادہ عزیز ہے لیکن تیرے فرزند مجھ کو رہنے نہیں دیتے[1] شب کی تاریکی میں دونوں بزرگوار چل پڑے مکہ سے چار پانچ میل کے فاصلہ پر کوہِ ثور ہے اس کی چڑھائی سر توڑ ہے راستہ سنگلاخ تھا نکیلے پتھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پائے نازک کو زخمی کر رہے تھے اور ٹھوکر لگنے سے بھی تکلیف ہوتی تھی، ابوبکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے کندھے پر اٹھالیا، آخر ایک غار تک پہنچے، ابوبکرؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو باہر ٹھہرایا، خود اندر جاکر غار کو صاف کیا تن کے کپڑے پھاڑ کر غار کے روزن بند کئے اور پھر عرض کیا کہ حضورؐ بھی تشریف لے آئیں[2]

صبح ہوئی، حضرت علیؓ حسب معمول خواب سے بیدار ہوئے، قریش نے قریب جاکر انھیں پہچانا، پوچھا محمدؐ کہاں ہیں؟ حضرت علیؓ نے جواب دیا مجھے کیا خبر، کیا میرا پہرہ تھا؟ تم لوگوں نے انھیں نکل جانے دیا اور وہ نکل گئے قریش غصہ اور ندامت سے علیؓ پر پل پڑے ان کو مارا اور خانہ کعبہ تک پکڑ لائے اور تھوڑی دیر تک حبس میں رکھا آخر چھوڑ دیا[3]

اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ کہتی ہیں کہ میرے والد جاتے ہوئے گھر سے نقد روپیہ سب اٹھالے گئے، یہ پانچ چھ ہزار روپے تھے، والد کے چلے جانے کے بعد میرے دادا ابو قحافہ نے کہا کہ بیٹی میں سمجھتا ہوں کہ ابوبکر نے تم کو دہری

---

[1] امام ترمذی امام دارمی اور ابن ماجہ نے "واللہ انک لخیر ارض اللہ واحب ارض اللہ الیّ ولولا انی اخرجت منک ما خرجت" کے الفاظ نقل کئے ہیں اور امام ترمذی نے حدیث کو حسن غریب صحیح کہا ہے۔ [2] مستدرک حاکم ۳-۶ دلائل النبوۃ ۲-۴۷۷ السیرۃ النبویہ للذہبی ص۲۲۱ رحمۃ للعالمین ۱-۸۵ [3] تاریخ طبری ۱-۵۶۸

تکلیف میں ڈال دیا وہ خود بھی چلے گئے اور نقد و مال بھی ساتھ لے گئے، اسمارؓ بولیں، تو دادا جان! وہ ہمارے لئے کافی روپیہ چھوڑ گئے ہیں، اسماءؓ نے ایک پتھر لیا اس پر ایک کپڑا لپیٹا اور جس گڑھے میں روپیہ ہوا کرتا تھا وہاں رکھ دیا اور پھر دادا کا ہاتھ پکڑ کر لے گئیں ابو قحافہ کی آنکھیں جاتی رہی تھیں کہا دادا جان! ہاتھ لگا کر دیکھو کہ مال موجود ہے، بوڑھے نے اُسے ٹٹولا اور پھر کہا خیر جب تمھارے پاس سرمایہ کافی ہے تو اب ابو بکرؓ کے جانے کا چنداں غم نہیں۔ یہ ابو بکرؓ نے اچھا کیا اور میں سمجھتا ہوں کہ تمھارے لئے کافی انتظام کر گئے ہیں، اسماءؓ کہتی ہیں کہ یہ تدبیر میں نے بوڑھے دادا صاحب کے اطمینانِ قلب کے لئے کی تھی، ورنہ والد بزرگوار تو سب کچھ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کے لئے) ساتھ لے گئے تھے[1]

یہ چاند اور سورج دونوں تین روز تک اسی غار میں رہے، حضرت ابو بکرؓ کے بیٹے عبداللہ جو نوخیز جوان تھے، شب کو غار میں ساتھ سوتے، صبح منھ اندھیرے شہر چلے جاتے اور پتہ لگاتے کہ قریش کیا مشورے کر رہے ہیں؟ جو کچھ خبر ملتی، شام کو آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرتے، حضرت ابو بکرؓ کا غلام کچھ رات گئے بکریاں چرا کر لاتا، آپ اور حضرت ابو بکرؓ ان کا دودھ پی لیتے، تین دن تک صرف یہی غذا تھی[2]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱- ۴۸۸

[2] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار، باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلے ڈھونڈتے ڈھونڈتے غار کے دہانہ تک آگئے، آہٹ پاکر حضرت ابوبکرؓ غمزدہ ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ "اب دشمن اس قدر قریب آگئے کہ اگر اپنے قدم پر ان کی نظر پڑ جائے تو ہم کو دیکھ لیں گے۔ آپ نے فرمایا لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰہَ مَعَنَا۔ گھبراؤ نہیں خدا ہمارے ساتھ ہے[۱]

چوتھے دن آپ آغاز سے نکلے عبداللہ ابن اریقط ایک کافر جس کو اعتماد تھا رہنمائی کے لئے اجرت پر مقرر کرلیا گیا تھا، وہ آگے آگے رستہ بتاتا جاتا تھا ایک رات دن برابر چلے گئے دوسرے دن دوپہر کے وقت دھوپ سخت ہوگئی تو حضرت ابوبکرؓ نے چاہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سایہ میں آرام فرمالیں، چاروں طرف نظر ڈالی ایک چٹان کے نیچے سایہ نظر آیا سواری سے اتر کر زمین جھاڑی پھر اپنی چادر بچھادی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آرام فرمایا تو تلاش میں نکلے کہ کہیں کچھ کھانے کو مل جائے تو لائیں پاس ہی ایک چرواہا بکریاں چرارہا تھا اس سے کہا ایک بکری کا تھن گرد و غبار سے صاف کر دے پھر اس کے ہاتھ صاف کرائے اور دودھ دوہایا، برتن کے منہ پر کپڑا لپیٹ دیا کہ گرد نہ پڑنے پائے، دودھ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور تھوڑا سا پانی ملا کر پیش کیا آپؐ نے پی کر فرمایا کہ "کیا ابھی چلنے کا وقت نہیں آیا؟

[۱] صحیح البخاری کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم باب مناقب المہاجرین وفضلہم نیز صحیح مسلم فضائل الصحابہ فضائل ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ۔

آفتاب ڈھل چکا تھا، اس لئے آپؐ وہاں سے روانہ ہوئے[1]

سراقہ کا تعاقب: قریش نے اشتہار دیا تھا کہ جو شخص محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) یا ابو بکرؓ کو گرفتار کر لائے گا اُس کو ایک خونبہا کے برابر (یعنی سو اونٹ) انعام دیا جائیگا، سراقہ نے سنا تو انعام کی امید میں نکلے، عین اس حالت میں کہ آپ روانہ ہو رہے تھے، اس نے آپ کو دیکھ لیا اور گھوڑا دوڑا کر قریب آگیا، لیکن گھوڑے نے ٹھوکر کھائی وہ گر پڑا، ترکش سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیئے یا نہیں ؟ جواب میں "نہیں" نکلا، لیکن سو اونٹوں کا گرانبہا معاوضہ ایسا نہ تھا کہ تیر کی بات مان لی جاتی، دوبارہ گھوڑے پر سوار ہوا اور آگے بڑھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہوئے اور مالک سے لو لگائے ہوئے بڑھے چلے جاتے تھے، اب کی گھوڑے کے پاؤں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئے، گھوڑے سے اتر پڑا اور پھر فال دیکھی اب بھی وہی جواب تھا لیکن مکرر تجربہ نے اُس کی ہمت پست کر دی اور یقین ہو گیا کہ یہ کچھ اور آثار ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر قریش کے اشتہار کا واقعہ سنایا اور اپنا سامان آپ کی خدمت میں پیش کیا کہ یہ قبول ہو آپ نے معذرت کی اور صرف یہ خواہش ظاہر کی کہ آپ کا پتہ نشان چھپایا جائے، سراقہ نے درخواست کی کہ مجھ کو امن کی تحریر لکھ دیجئے، حضرت ابو بکرؓ کے غلام عامر بن فہیرہ نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب الھجرۃ ۔ صحیح مسلم کتاب الزھد والرقائق باب فی الحدیث الھجرۃ ۔

چمڑے کے ایک ٹکڑے پر فرمانِ امن لکھ دیا۔[1]

مبارک شخص: غار سے نکل کر پہلے ہی دن اس مبارک قافلہ کا گذر خیمہ ام معبد پر ہوا، یہ عورت قوم خزاعہ سے تھیں، مسافروں کی خبر گیری اور ان کی تواضع کے لئے مشہور تھیں، سر راہ پانی پلایا کرتی تھیں اور مسافر وہاں ٹھہر کر سستایا کرتے تھے یہاں پہنچ کر بڑھیا سے پوچھا کہ اس کے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے، وہ بولیں نہیں اگر کوئی شے موجود ہوتی تو دریافت کرنے سے پہلے میں خود حاضر کر دیتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیمہ کے گوشہ میں ایک بکری دیکھی پوچھا یہ بکری کیوں کھڑی ہے؟ ام معبد نے کہا "کمزور ہے ریوڑ کے ساتھ نہیں چل سکتی" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اجازت ہے کہ ہم اسے دوہ لیں؟ ام معبد نے کہا اگر حضورؐ کو دودھ معلوم ہوتا ہے تو دوہ لیجئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بسم اللہ کہہ کر بکری کے تھنوں کو ہاتھ لگایا، برتن مانگا وہ ایسا بھر گیا کہ دودھ اچھل کر زمین پر بھی گر گیا۔ یہ دودھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ہمراہیوں نے پی لیا۔ دوسری دفعہ پھر بکری کو دوہا گیا، برتن بھر گیا یہ بھی ہمراہیوں نے پیا، تیسری دفعہ پھر برتن بھرا گیا اور وہ ام معبد کے لئے چھوڑ دیا گیا اور آگے کو روانہ ہو گئے۔

کچھ دیر کے بعد ام معبد کے شوہر آئے خیمہ میں دودھ کا برتن بھرا دیکھ کر

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، سیرۃ ابن ہشام ۱-۴۸۹-۴۹۰

حیران ہو گئے کہ یہ کہاں سے آیا۔ ام معبد نے کہا کہ ایک بابرکت شخص یہاں آئے تھے اور یہ دودھ اُن کے قدم کا نتیجہ ہے۔ وہ بولے کہ یہ تو وہی صاحبِ قریش معلوم ہوتے ہیں جن کی مجھے تلاش تھی اچھا ذرا ان کی توصیف تو کرو ام معبد بولیں:

"میں نے ایک شخص کو دیکھا جس کی نظافت نمایاں جس کا چہرہ تاباں اور جس کی ساخت میں تناسب تھا، پاکیزہ رُو اور پسندیدہ خو، نہ فربہی کا عیب نہ لاغری کا نقص، نہ پیٹ نکلا ہوا نہ سر کے بال گرے ہوئے، چہرہ وجیہہ، جسم تنومند اور قد موزوں تھا، آنکھیں سرمگیں، فراخ اور سیاہ تھیں، پتلیاں کالی تھیں ڈھیلے بہت سفید تھے، پلکیں گھنی اور لمبی تھیں، پُر وقار خاموش وابستگی لئے ہوئے، کلام شیریں اور واضح نہ کم سخن نہ بسیار گو گفتگو اس انداز کی جیسے پروئے ہوئے موتی، دو نرم و نازک شاخوں کے درمیاں ایک شاخ تازہ جو دیکھنے میں خوش منظر، رفیق ان کے گرد و پیش رہتے ہیں جو کچھ فرماتے ہیں وہ سنتے ہیں، جب حکم دیتے ہیں تو تعمیل کیلئے جھپٹتے ہیں، مخدوم و مطاع، نہ کوتاہ سخن، نہ فضول گو۔"

یہ صفت سن کر وہ بولا کہ یہ تو ضرور صاحب قریش ہیں اور میں اُن سے ضرور جا کر ملوں گا۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کو جا رہے تھے کہ اثنائے راہ میں بریدہ اسلمی ملا،

---

[1] مستدرک حاکم ۳-۹، ۱۰ طبقات ابن سعد ۱- ۲۳۰ زاد المعاد ۳- ۵۶

یہ اپنی قوم کا سردار تھا۔ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری پر ایک سو اونٹ کا انعام مشتہر کیا تھا اور بریدہ اس انعام کی لالچ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تلاش میں نکلا تھا جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ہوا اور حضورؐ سے ہمکلام ہونے کا موقع بھی ملا تو بریدہ ستر آدمیوں سمیت مسلمان ہوگیا، اپنی پگڑی اُتار کر نیزہ پر باندھ لی جس کا سفید پھریرا ہوا میں لہراتا اور بشارت سُناتا تھا کہ امن کا بادشاہ، صلح کا حامی، دنیا کو عدالت اور انصاف سے بھرپور کرنے والا تشریف لا رہا ہے۔[۱] راستہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو زبیر بن العوام ملے یہ شام سے آرہے تھے اور مسلمانوں کا تجارت پیشہ گروہ بھی ان کے ساتھ تھا، انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکرؓ کے لئے سفید پارچہ جات پیش کئے۔[۲]

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مدینہ میں استقبال:

تشریف آوری کی خبر مدینہ میں پہلے پہنچ چکی تھی، تمام شہر ہمہ چشم انتظار تھا، معصوم بچے فخر اور جوش میں کہتے پھرتے تھے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم آرہے ہیں، لوگ ہر روز تڑکے سے نکل نکل کر شہر کے باہر جمع ہوتے اور دوپہر تک انتظار کر کے حسرت کے ساتھ واپس چلے آتے، ایک دن انتظار کر کے واپس جا چکے تھے کہ ایک یہودی نے قلعہ سے دیکھا اور قرائن

---

[۱] السیرۃ النبویۃ للذہبی۔ ص ۲۲۸

[۲] صحیح البخاری کتاب المناقب باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

سے پہچان کر پکارا کہ "اہلِ عرب لو تم جس کا انتظار کرتے تھے وہ آگیا" تمام شہر تکبیر کی آواز سے گونج اٹھا انصار ہتھیار سج دھج کر بیتابانہ گھروں سے نکل آئے، اکثر مسلمان ایسے تھے جنھوں نے ہنوز دیدار پرانوار سے چشم ظاہر ہیں کو روشن نہ کیا تھا انھیں نبیؐ اللہ اور حضورؐ کے رفیق ابوبکرؓ صدیق کی شناخت میں اشتباہ ہوجاتا تھا حضرت صدیق اس ضرورت کو تاڑ گئے اور سر مبارک پر سایہ کر کے کھڑے ہوگئے۔ مدینہ منورہ سے تین میل کے فاصلے پر جو بالائی آبادی ہے اس کو عالیہ اور قبا کہتے ہیں یہاں انصار کے بہت سے خاندان آباد تھے ان میں سب سے زیادہ ممتاز عمرو بن عوف کا خاندان تھا اور کلثوم بن الہدم خاندان کے افسر تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہاں پہونچے تو تمام خاندان نے جوش مسرت میں "اَللّٰهُ اَكْبَرُ" کا نعرہ مارا یہ فخر ان کی قسمت میں تھا کہ میزبان دو عالم نے ان کی مہمانی قبول کی، انصار ہر طرف سے جوق در جوق آتے اور جوش عقیدت کے ساتھ سلام عرض کرتے[1]

مسجد قبا کی تعمیر: یہاں آپ کا پہلا کام مسجد کا تعمیر کرانا تھا، کلثوم کی ایک افتادہ زمین تھی جہاں کھجوریں سکھلائی جاتی تھیں یہیں دستِ مبارک سے مسجد کی بنیاد ڈالی یہی مسجد ہے جس کی شان میں قرآن مجید میں ہے:

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحیح مسلم کتاب الزہد الرقائق باب فی حدیث الہجرۃ، طبقات ابن سعد ۱-۲۳۳-

لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى	"وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن
التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ	پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات
اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ رِجَالٌ	کی زیادہ مستحق ہے کہ تم اس میں کھڑے
يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ	ہو اس میں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی بہت
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝	پسند ہے اور خدا صاف رہنے والوں کو

دوست رکھتا ہے۔"

مسجد کی تعمیر میں مزدوروں کے ساتھ آپ خود بھی کام کرتے تھے بھاری بھاری پتھروں کے اٹھاتے وقت جسم مبارک خم ہو جاتا تھا، عقیدت مند آتے اور عرض کرتے کہ "ہمارے ماں باپ آپ پر فدا ہوں آپ چھوڑ دیں ہم اٹھا لیں گے" آپ اُن کی درخواست قبول فرماتے، لیکن پھر اُسی وزن کا دوسرا پتھر اٹھا لیتے[1] عبداللہ ابن رواحہ شاعر تھے وہ بھی مزدوروں کے ساتھ شریک تھے اور جس طرح مزدور کام کرنے کے وقت تھکن مٹانے کو گاتے جاتے ہیں، وہ یہ اشعار پڑھتے جاتے تھے ؎

افلح من یعالج المساجدا	"وہ کامیاب ہے، جو مسجد درست کرتا ہے اور
ویقرء القرآن قائما وقاعدا	اٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے، اور رات
ولا یبیت اللیل عنہ راقدا	کو جاگتا رہتا ہے۔"

---

[1] وفاء الوفاء، بحوالہ طبرانی کبیر۔ ا ۔ ۱۸۰

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہر ہر قافیہ کے ساتھ آواز ملاتے جاتے تھے[1]

مدینہ کا پہلا جمعہ : ۱۲ ربیع الاول ۱ھ کو جمعہ کا دن تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم قبا سے سوار ہو کر بنی سالم کے گھروں تک پہنچے تھے کہ جمعہ کا وقت ہو گیا یہاں سو آدمیوں کے ساتھ جمعہ پڑھا یہ اسلام میں پہلا جمعہ تھا[2] آپؐ نے خطبہ میں فرمایا :

" حمد و ستائش خدا کے لئے ہے میں اسی کی حمد کرتا ہوں، مدد بخشش اور ہدایت اسی سے چاہتا ہوں۔ میرا ایمان اسی پر ہے، میں اسکی نافرمانی نہیں کرتا اور نافرمانی کرنیوالوں سے عداوت رکھتا ہوں میری شہادت یہ ہے کہ خدا کے سوا عبادت کے لائق کوئی بھی نہیں، وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک نہیں محمدؐ اس کا بندہ اور رسولؐ ہے، اسی نے محمدؐ کو ہدایت، نور اور نصیحت کے ساتھ ایسے زمانہ میں بھیجا ہے جبکہ مدتوں سے کوئی رسول دنیا پر نہ آیا، علم گھٹ گیا اور گمراہی بڑھ گئی تھی اُسے آخری زمانہ میں قیامت کے قرب اور موت کی نزدیکی کے وقت بھیجا گیا ہے، جو کوئی خدا اور رسولؐ کی اطاعت کرتا ہے وہی راہ پانے والا ہے اور جس نے ان کا حکم نہ مانا وہ بھٹک گیا درجہ سے گر گیا اور سخت گمراہی میں پھنس گیا ہے۔ مسلمانو! میں تمھیں اللہ سے تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں، بہترین وصیت جو مسلمان، مسلمان کو کر سکتا ہے یہ ہے کہ

---

[1] وفاء الوفا، ۱-۱۸۱ بحوالہ ابن ابی شیبہ

[2] دلائل النبوۃ للبیہقی ۲- ۵۰۰ زاد المعاد ۲- ۵۹

اسے آخرت کے لئے آمادہ کرے اور اللہ سے تقویٰ کے لئے کہے۔ لوگو! جن باتوں سے خدا نے تمھیں پرہیز کرنے کو کہا ہے ان سے بچتے رہو اس سے بڑھ کر نہ کوئی نصیحت ہے اور نہ اس سے بڑھ کر کوئی ذکر ہے۔ یاد رکھو کہ امور آخرت کے بارے میں اس شخص کیلئے جو خدا سے ڈر کر کام کر رہا ہے تقویٰ بہترین مددگار ثابت ہوگا اور جب کوئی شخص اپنے اور خدا کے درمیان کا معاملہ خفیہ و ظاہر دونوں میں درست کرے گا، اور ایسا کرنے میں اس کی نیت خالص ہوئی تو ایسا کرنا اس کیلئے دنیا میں ذکر اور موت کے بعد (جب انسان کو اعمال کی ضرورت و قدر معلوم ہوگی) ذخیرہ بن جائیگا، لیکن اگر کوئی ایسا نہیں کرتا (تو اس کا ذکر اس آیت میں ہے) انسان پسند کرے گا کہ اس کے اعمال اس سے دور ہی رکھے جائیں، خدا تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہے اور خدا تو اپنے بندوں پر نہایت مہربان ہے۔" اور جس شخص نے خدا کے حکم کو سچ جانا اور اس کے وعدوں کو پورا کیا تو اس کی بابت ارشاد الٰہی موجود ہے۔" ہمارے ہاں بات نہیں بدلتی اور ہم اپنے ناچیز بندوں پر ظلم نہیں کرتے۔ مسلمانو! اپنے موجودہ اور آئندہ ظاہر اور خفیہ کاموں میں اللہ سے تقویٰ کو پیش نظر رکھو کیونکہ تقویٰ والوں کی بدیاں چھوڑ دی جاتی ہیں اور اجر بڑھا دیا جاتا ہے، تقویٰ والے وہ ہیں جو بہت بڑی مراد کو پہنچ جائینگے یہ تقویٰ ہی ہے جو اللہ کی بیزاری عذاب اور غصہ کو دور کر دیتا ہے۔ یہ تقویٰ ہی ہے جو چہرہ کو درخشاں پروردگار کو خوشنود اور درجہ کو بلند کرتا ہے

مسلمانو! حظ اٹھاؤ مگر حقوق الٰہی میں فروگذاشت نہ کرو، خدا نے اسی لیے تم کو اپنی کتاب سکھائی اور اپنا رستہ دکھایا ہے کہ راست بازوں اور کاذبوں کو الگ الگ کر دیا جائے۔ لوگو! خدا نے تمھارے ساتھ عمدہ برتاؤ کیا ہے تم بھی لوگوں کے ساتھ ایسا ہی کرو اور جو خدا کے دشمن ہیں انھیں دشمن سمجھو اور اللہ کے رستہ میں پوری ہمت اور توجہ سے کوشش کرو، اسی نے تم کو برگزیدہ بنایا اور تمھارا نام مسلمان رکھا ہے تاکہ ہلاک ہونے والا بھی روشن دلائل پر ہلاک ہو۔ اور زندگی پانے والا بھی روشن دلائل پر زندگی پائے اور سب نیکیاں اللہ کی مدد سے ہیں، لوگو! اللہ کا ذکر کرو اور آئندہ زندگی کے لئے عمل کرو کیونکہ جو شخص اپنے خدا کے درمیان معاملہ درست کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان کے معاملہ کو درست کر دیتا ہے۔ ہاں! خدا بندوں پر حکم چلاتا ہے اور اس پر کسی کا حکم نہیں چلتا، خدا بندوں کا مالک ہے ــــــــ اور بندوں کو اس پر کچھ اختیار نہیں خدا سب سے بڑا ہے اور ہم کو نیکی کرنے کی طاقت اسی عظمت والے سے ملتی ہے[1]

مدینہ میں حضرت ابوایوب انصاری کے گھر میں قیام

مدینہ طیبہ میں جب تشریف آوری کی خبر معلوم ہوئی تو ہر طرف سے لوگ جوشِ مسرت سے پیش قدمی کے لئے دوڑے۔ قبا سے مدینہ تک دو رویہ جاں نثاروں کی صفیں تھیں، راہ میں انصار کے خاندان آتے

---

[1] تاریخ طبری ۲۔ ۸۰۷

تھے، ہر قبیلہ سامنے آکر عرض کرتا "حضورؐ یہ گھر ہے یہ مال ہے، یہ جان ہے" آپؐ منت کا اظہار فرماتے اور دعائے خیر دیتے اور فرماتے کہ میری اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو اس کو خدا کی طرف سے حکم ہے اسی طرح مدینہ کے پانچ بڑے بڑے قبیلوں کے سردار ملتے رہے اور یہی عرض کرتے رہے "حضور یہ گھر ہے یہ مال ہے، یہ جان ہے۔" آپؐ یہی فرماتے "اس کا راستہ چھوڑ دو جہاں اللہ کا حکم ہوگا وہیں جائے گی۔"[۱] شہر قریب آگیا تو جوش کا یہ عالم تھا کہ پردہ نشین خاتونیں چھتوں پر نکل آئیں اور گانے لگیں ؎

طَلَعَ الْبَدْرُ عَلَيْنَا مِنْ ثَنِيَّاتِ الْوَدَاعِ
وَجَبَ الشُّكْرُ عَلَيْنَا مَا دَعَىٰ لِلّٰهِ دَاعِ

"چاند نکل آیا ہے، کوہِ وداع کی گھاٹیوں سے، ہم پر خدا کا شکر واجب ہے جب تک دعا مانگنے والے دعا مانگیں۔"[۲]

معصوم لڑکیاں دف بجا بجا کر گاتی تھیں ؎

نَحْنُ جَوَارٍ مِّنْ بَنِي النَّجَّارِ يَا حَبَّذَا مُحَمَّدًا مِّنْ جَارِ

"ہم خاندان نجار کی لڑکیاں ہیں، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا اچھے ہمسایہ ہیں۔"

آپؐ نے لڑکیوں کی طرف خطاب کرکے فرمایا "کیا تم مجھ کو چاہتی ہو؟ بولیں ہاں!" فرمایا میں بھی تم کو چاہتا ہوں[۳]۔

---

۱ دلائل النبوۃ ۲۔ ۵۰۳، ۵۰۴ ۲ دلائل النبوۃ ۲۔ ۵۰۶، ۵۰۷
فتح الباری ۷۔ ۲۶۱ ۳ دلائل النبوۃ ۲۔ ۵۰۸ فتح الباری ۷۔ ۲۶۱

جہاں اب مسجد نبوی ہے اس سے متصل حضرت ابوایوب انصاری کا گھر تھا اونٹنی وہاں پہنچ کر ٹھہر گئی، حضرت ابوایوب کا مکان دو منزلہ تھا انھوں نے بالائی منزل پیش کی لیکن آپ نے زائرین کی آسانی کے لئے نیچے کا حصّہ پسند فرمایا[1]

ابوایوبؓ دو وقتہ آپؐ کی خدمت میں کھانا بھیجتے اور آپ جو چھوڑ دیتے ابوایوبؓ اور اُن کی زوجہ کے حصّہ میں آتا، کھانے میں جہاں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیوں کا نشان پڑا ہوتا ابوایوبؓ تبرکاً وہیں انگلیاں ڈالتے[2] ایک دن اتفاق سے بالائی منزل میں پانی کا برتن ٹوٹ گیا اندیشہ ہوا کہ پانی بہہ کر نیچے جائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف ہو گھر میں اوڑھنے کا صرف ایک لحاف تھا۔ حضرت ابوایوبؓ نے اس کو ڈال دیا کہ پانی جذب ہو کر رہ جائے[3]۔

مسجد نبویؐ اور مکاناتؐ کی تعمیر: مدینہ میں قیام کے بعد سب سے پہلا کام ایک خانہ خدا کی تعمیر تھی اب تک یہ معمول تھا کہ مویشی خانہ میں آپؐ نماز پڑھا کرتے تھے، دولتکدہ کے قریب خاندان نجار کی زمین تھی جس میں کچھ قبریں تھیں، کچھ کھجور کے

---

[1] مستدرک حاکم ۳-۴۶۰ امام ذہبی نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ سیرۃ ابن ہشام، ۱-۴۹۸ [2] سیرۃ ابن ہشام ۱-۴۹۹
[3] مستدرک حاکم ۳-۴۶۰

درخت تھے آپ نے ان لوگوں کو بلا کر فرمایا کہ میں یہ زمین بقیمت لینا چاہتا ہوں۔" وہ بولے کہ " ہم قیمت لیں گے لیکن آپ سے نہیں بلکہ خدا سے۔" چونکہ اصل میں وہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی آپ نے خود اُن یتیموں کو بلا بھیجا' ان یتیم بچوں نے بھی اپنی کائنات نذر کرنی چاہی لیکن آپ نے گوارا نہ کیا۔ حضرت ابوایوب نے قیمت ادا کی' قبریں اکھڑوا کر زمین ہموار کر دی گئی اور مسجد کی تعمیر شروع کر دی گئی' شہنشاہ دو عالم پھر مزدوروں کے لباس میں تھا' صحابہؓ پتھر اٹھا اٹھا کر لاتے تھے اور رجز پڑھتے جاتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کے ساتھ آواز ملاتے اور یہ پڑھتے ؎

اللھم لاخیر الاخیر الاخرۃ   فارحم الانصار والمھاجرۃ

" اے خدا! کامیابی صرف آخرت کی کامیابی ہے' اے خدا! مہاجرین اور انصار پر رحم فرما[1]

یہ مسجد ہر قسم کے تکلفات سے بری اور اسلام کی سادگی کی تصویر تھی یعنی کچی اینٹوں کی دیواریں' برگ خرما کا چھپر' کھجور کے ستون تھے۔ قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا[2] لیکن جب قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف ہو گیا تو شمالی جانب ایک نیا دروازہ قائم کر دیا گیا' فرش چونکہ بالکل خام تھا بارش میں کیچڑ ہو جاتی تھی' ایک دفعہ صحابہؓ نماز کے لئے آئے تو کنکریاں لیتے

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار' باب ہجرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم سنن ابوداؤد باب بناء المساجد
[2] زاد المعاد ۳ ۔ ۶۳

آئے اور اپنی اپنی نشستگاہ پر بچھالیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا اور سنگریزوں کا فرش بنوادیا۔ مسجد کے ایک سرے پر ایک مسقف چبوترہ تھا جو صفہ کہلاتا تھا۔ یہ ان لوگوں کے لئے تھا جو اسلام لاتے تھے اور گھر بار نہیں رکھتے تھے۔ مسجد نبوی جب تعمیر ہو چکی تو مسجد سے متصل ہی آپؐ نے ازواج مطہرات کے لئے مکان بنوائے اس وقت تک حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ عقد نکاح میں آچکی تھیں اس لئے دو ہی حجرے بنے' جب اور ازواج آتی گئیں تو اور مکانات بنتے گئے' یہ مکانات کچی اینٹوں کے تھے، ان میں سے پانچ کھجور کی ٹٹیوں سے بنے تھے جو حجرے اینٹوں کے تھے ان کے اندرونی حجرے بھی ٹٹیوں کے تھے' ترتیب یہ تھی کہ ام سلمہؓ، ام حبیبہؓ زینبؓ، جویریہؓ، میمونہؓ، زینبؓ بنت جحش کے مکانات شامی جانب تھے اور حضرت عائشہؓ، صفیہؓ، سودہؓ مقابل جانب تھیں یہ مکانات مسجد سے اس قدر متصل تھے کہ جب آپ مسجد میں اعتکاف میں ہوتے تو مسجد سے سر نکال دیتے اور ازواج مطہرات گھر میں بیٹھے بیٹھے آپ کے بال دھو دیتی تھیں یہ مکانات چھ چھ سات سات ہاتھ چوڑے اور دس ہاتھ لانبے تھے' چھت اتنی اونچی تھی کہ آدمی کھڑا ہو کر چھت کو چھو لیتا تھا اور دروازوں پر کمل کا پردہ پڑا رہتا تھا۔[1]

---

[1] سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم' علامہ شبلی نعمانی ۱۔ ۲۸۱، ۲۸۲ بحوالہ طبقات ابن سعد نیز وفاء الوفا،

راتوں کو چراغ نہیں جلتے تھے[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمسایہ میں جو انصار رہتے تھے ان میں سعدؓ بن عبادہ، سعدؓ بن معاذ، عمارہؓ بن حزم اور ابو ایوبؓ رئیس اور دولتمند تھے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں دودھ بھیج دیا کرتے تھے اور اسی پر آپ بسر فرماتے تھے۔ سعدؓ بن عبادہ نے التزام کر لیا تھا کہ رات کے کھانے پر ہمیشہ اپنے ہاں سے ایک بڑا بادیہ بھیجا کرتے تھے جس میں کبھی سالن کبھی دودھ کبھی گھی ہوتا تھا[2] حضرت انسؓ کی ماں ام انسؓ نے اپنی جائداد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبول فرما کر اپنی دایہ ام ایمن کو دیدیا اور خود فقر و فاقہ اختیار فرمایا[3]

اذان کی مشروعیت: اسلام کے تمام عبادات کا اصلی مرکز وحدت و اجتماع ہے اس وقت تک کسی خاص علامت کے نہ ہونے کی وجہ سے نماز جماعت کا کوئی انتظام نہ تھا لوگ آگے پیچھے آتے اور جو جس وقت آتا نماز پڑھ لیتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ پسند نہ تھا۔ آپ نے ارادہ فرمایا کہ لوگ مقرر کر دئے جائیں جو وقت پر لوگوں کو گھروں سے بلا لائیں، لیکن اس میں زحمت تھی صحابہؓ کو بلا کر مشورہ کیا لوگوں نے مختلف رائیں دیں کسی نے کہا نماز کے وقت مسجد پر ایک علم کھڑا

---

[1] صحیح البخاری کتاب الصلاۃ باب الصلوٰۃ علی الفراش

[2] طبقات ابن سعد کتاب النساء، ص ۱۱۶

[3] صحیح البخاری کتاب الھبۃ باب فضل المنیحۃ،

کر دیا جائے لوگ دیکھ کر آتے جائیں گے، آپؐ نے یہ طریقہ ناپسند فرمایا عیسائیوں
اور یہودیوں کے ہاں اعلان نماز کے جو طریقے ہیں وہ بھی آپؐ کی خدمت
میں عرض کئے گئے لیکن آپؐ نے حضرت عمرؓ کی رائے پسند کی اور حضرت بلالؓ
کو حکم دیا کہ اذان دیں[1]۔ اس سے ایک طرف تو نماز کی اطلاع عام ہو جاتی تھی
دوسری طرف دن میں پانچ دفعہ دعوت اسلام کا اعلان ہو جاتا تھا۔

مہاجرینؓ انصار میں بھائی چارہ کا معاہدہ:

مہاجرین مکہ معظمہ سے بالکل بے سروسامان آئے تھے، گو
ان میں دولتمند اور خوشحال بھی تھے لیکن کافروں سے چھپ کر نکلے تھے اس
لئے کچھ ساتھ نہ لا سکے تھے، اگرچہ مہاجرین کیلئے انصار کا گھر مہمان خانۂ عام
تھا تاہم ایک مستقل انتظام کی ضرورت تھی، مہاجرین نذر اور خیرات پر بسر کرنا
پسند نہیں کرتے تھے، وہ دست و بازو سے کام لینے کے خوگر تھے تاہم چونکہ
بالکل خالی ہاتھ تھے اور ایک حبہ بھی پاس نہ تھا اس لئے آنحضرت صلی اللہ
علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ انصار اور اُن میں رشتۂ اخوت قائم کر دیا جائے
جب مسجد کی تعمیر قریب ختم ہوئی تو آپؐ نے انصار کو طلب فرمایا۔ حضرت
انسؓ بن مالک جو اس وقت دس سالہ تھے اُن کے مکان میں لوگ جمع ہوئے
مہاجرین کی تعداد پینتالیس[2] تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاذان باب بدء الاذان صحیح مسلم اور دوسری صحاح کی کتابوں میں
بھی یہ واقعہ مذکور ہے۔ [2] زاد المعاد ۳-۶۳

خطاب کرکے فرمایا "یہ تمھارے بھائی ہیں" مہاجرین اور پھر انصار میں سے دو دو شخص کو بلاکر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو، اور اب وہ درحقیقت بھائی بھائی تھے۔ انصار نے مہاجرین کو ساتھ لے جاکر گھر کی ایک ایک چیز کا جائزہ دیدیا کہ آدھا آپ کا آدھا ہمارا ہے[1] سعد بن الربیع جو عبدالرحمن بن عوف کے بھائی قرار پائے تھے ان کی دو بیویاں تھیں، عبدالرحمن سے کہا کہ ایک کو میں طلاق دیدیتا ہوں آپ اس سے نکاح کر لیجئے لیکن انھوں نے احسانمندی کے ساتھ انکار کیا۔[2]

انصار کا مال و دولت جو کچھ تھا نخلستان تھے، روپے پیسے تو اس زمانہ میں تھے نہیں، انھوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ یہ باغ ہمارے بھائیوں میں برابر تقسیم کر دئے جائیں، مہاجرین تجارت پیشہ تھے اور اسی وجہ سے کھیتی کے فن سے بالکل نا آشنا تھے، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف سے انکار کیا، انصار نے کہا سب کاروبار ہم خود انجام دے لیں گے جو کچھ پیداوار ہو گی اس میں نصف حصہ مہاجرین کا ہوگا، مہاجرین نے اس کو منظور کیا۔[3] یہ رشتہ بالکل حقیقی رشتہ بن گیا کوئی انصاری مرتا تھا تو اس کی جائداد اور مال مہاجر کو ملتا تھا اور بھائی بند محروم رہتے یہ اس

---

[1] سیرۃ النبی علامہ شبلی ۱-۲۸۵ ابن ہشام ۱-۵۰۴ تا ۵۰۷

[2] صحیح البخاری کتاب المناقب، باب اخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[3] صحیح البخاری کتاب المناقب باب اخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم

فرمان الٰہی کی تعمیل تھی۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ	"جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی
هَاجَرُوْا وَجَاهَدُوْا	اور خدا کی راہ میں مال وجان سے جہاد کیا
بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ	اور وہ لوگ جنھوں نے ان لوگوں کو پناہ
فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ	دی اور ان کی مدد کی یہ لوگ باہم بھائی
اٰوَوْا نَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ	بھائی ہیں"
بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ۔ (انفال آیت ۷۲)	

جنگ بدر کے بعد جب مہاجرین کو اعانت کی ضرورت نہ رہی تو یہ آیت اُتری:

وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ	ارباب قرابت ایک دوسرے
اَوْلٰى بِبَعْضٍ۔ (انفال آیت ۷۵)	کے زیادہ حقدار ہیں[1]

دنیا انصار کے اس ایثار پر ہمیشہ ناز کرے گی لیکن یہ بھی دیکھو کہ مہاجرین نے کیا کیا؟ سعد بن الربیع نے جب عبدالرحمٰن بن عوف کو ایک ایک چیز کا جائزہ دے کر نصف لے لینے کی درخواست کی تو انھوں نے کہا "خدا یہ سب آپ کو مبارک کرے مجھ کو صرف بازار کا راستہ بتا دیجیے" انھوں نے قینقاع کا جو مشہور بازار تھا جا کر راستہ بتا دیا، انھوں نے کچھ گھی کچھ پنیر خریدا اور شام تک خرید و فروخت کی چند روز میں اتنا سرمایہ ہو گیا کہ شادی

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِیَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ الخ

کرلی[1]۔ رفتہ رفتہ ان کی تجارت کو یہ ترقی ہوئی کہ خود ان کا قول تھا کہ خاک پر ہاتھ ڈالتا ہوں تو سونا بن جاتی ہے۔ ان کا اسباب تجارت سات سات سو اونٹوں پر لداکر آتا تھا اور جس دن مدینہ میں پہنچتا تمام شہر میں دھوم مچ جاتی تھی[2]۔ بعض صحابہؓ نے دکانیں کھول لیں، حضرت ابوبکرؓ کا کارخانہ مقام سنح میں تھا جہاں وہ کپڑے کی تجارت کرتے تھے[3]۔ حضرت عثمان بنو قینقاع کے بازار میں کھجور کی خرید وفروخت کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی تجارت میں مشغول ہوگئے تھے اور شاید ان کی اس تجارت کی وسعت ایران تک پہونچ گئی تھی[4]، اور صحابہؓ نے بھی اسی قسم کی چھوٹی بڑی تجارت شروع کردی تھی، صحیح بخاری میں روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہ پر لوگوں نے جب کثرت روایت کی بنا پر اعتراض کیا اور صحابہؓ تو اس قدر روایت نہیں کرتے تو انھوں نے کہا "اس میں میرا کیا قصور ہے، اور لوگ بازار میں تجارت کرتے تھے اور میں رات دن بارگاہِ نبوت میں حاضر رہتا تھا[5]۔

پھر جب خیبر فتح ہوا تو تمام مہاجرین نے یہ نخلستان انصار کو واپس کردیے صحیح مسلم باب الجہاد میں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب جنگ خیبر سے فارغ

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب اخاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم [2] اسد الغابۃ ۳۔ ۳۱۴، ۳۱۵

[3] طبقات ابن سعد، ۲۔ ۱۲۰ [4] مسند احمد میں ان واقعات کا ذکر موجود ہے۔

[5] صحیح البخاری، کتاب العلم باب حفظۃ العلم۔

ہوئے اور مدینہ واپس ہوئے تو مہاجرین نے انصار کے عطیے جو نخلستان کی صورت میں تھے واپس کر دئے۔ مہاجرین کیلئے مکانات کا یہ انتظام ہوا کہ انصار نے اپنے گھروں کے آس پاس جو افتادہ زمینیں تھیں ان کو دیدیں اور جن کے پاس زمین نہ تھی انھوں نے اپنے مسکونہ مکانات دیدئے۔[1]

انصار نے مہاجرین کی مہمانی اور ہمدردی کا جو حق ادا کیا دنیا کی تاریخ میں اس کی نظیر نہیں مل سکتی، بحرین جب فتح ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلا کر فرمایا کہ "میں اس کو انصار میں تقسیم کر دینا چاہتا ہوں" انھوں نے عرض کی کہ "پہلے ہمارے بھائی مہاجروں کو اتنی ہی زمین عنایت فرما دیجئے تب ہم لینا منظور کریں گے"[2]

ایک دفعہ ایک فاقہ زدہ شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا کہ سخت بھوکا ہوں آپ نے گھر میں دریافت فرمایا کہ کچھ کھانے کو ہے؟ جواب آیا کہ "صرف پانی" آپ نے حاضرین کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا "کوئی ہے؟ جو ان کو آج مہمان بنائے۔" ابو طلحہ رضؓ نے عرض کی "میں حاضر ہوں" غرض وہ اپنے گھر لے گئے لیکن وہاں بھی برکت تھی، بیوی نے کہا صرف بچوں کا کھانا موجود ہے انھوں نے بیوی سے کہا "چراغ بجھا دو" اور وہی کھانا مہمان کے سامنے لاکر رکھ دو تینوں ساتھ کھانے پر بیٹھے میاں بیوی بھوکے بیٹھے رہے اور اس طرح ہاتھ چلاتے رہے کہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر، باب رد المہاجرین الی الانصار منائحہم

[2] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم "اصبروا حتی تلقونی علی الحوض"

گویا کھا رہے ہیں اسی واقعہ کے بارے میں یہ آیت اتری ہے :

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ

"اور گو ان کو خود تنگی ہوتا ہم اپنے اوپر دوسرں کو ترجیح دیتے ہیں۔"[1]

صُفّۂ نبویؐ: ایک سائبان تھا جو مسجد نبوی کے کنارے پر مسجد سے ملا ہوا تیار کیا گیا تھا۔[2] صحابہؓ میں سے اکثر تو مشاغل دینی کے ساتھ ہر قسم کے کاروبار یعنی تجارت یا زراعت بھی کرتے تھے لیکن چند لوگوں نے اپنی زندگی صرف عبادت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت پذیری پر نذر کر دی تھی' ان لوگوں کے بال بچے نہ تھے اور جب شادی کر لیتے تھے تو اس حلقہ سے نکل آتے تھے ان میں ایک ٹولی دن کو جنگل سے لکڑیاں چن لاتی اور بیچ کر اپنے بھائیوں کے لئے کچھ کھانا مہیا کرتی ۔ یہ لوگ دن کو بارگاہ نبوت میں حاضر رہتے اور حدیثیں سنتے اور رات کو اسی چبوترہ (صفہ) پر پڑ رہتے۔[3]

حضرت ابوہریرہؓ بھی انہی لوگوں میں تھے ان میں سے کسی کے پاس چادر اور تہبند دونوں چیزیں ساتھ مہیا نہ ہو سکیں چادر کو گلے سے اس طرح باندھ لیتے کہ رانوں تک لٹک آتی۔[4] اکثر انصار کھجور کی پھلی ہوئی شاخیں توڑ کر لاتے اور چھت میں لگا دیتے کھجوریں جو ٹپک ٹپک کر گرتیں یہ اٹھا کر کھا لیتے کبھی دو دو دن کھانے کو نہیں ملتا تھا اکثر ایسا ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف لاتے اور

---

[1] صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار' باب قول اللہ عزوجل "ویُؤثرون علیٰ انفسہم ولوکان بہم خصاصۃ" فتح الباری ۷۔ ۱۱۹ [2] وفاء الوفا' ۱۔ ۳۲۱ [3] صحیح مسلم کتاب الامارۃ' باب ثبوت الجنۃ للشہید [4] صحیح البخاری ۱۔ ۱۱۴ حلیۃ الاولیاء' ۱۔ ۳۴۱

نماز پڑھاتے یہ لوگ آکر شریک نماز ہوتے لیکن بھوک اور ضعف سے عین نماز کی حالت میں گر پڑتے باہر کے لوگ آتے اور ان کو دیکھتے تو سمجھتے کہ دیوانے ہیں[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جب کہیں سے صدقہ کا کھانا آتا تو مسلّم ان کے پاس بھیج دیتے' اور جب دعوت کا کھانا آتا تو اُن کو بلا لیتے اور اُن کے ساتھ بیٹھ کر کھاتے[2] اکثر ایسا ہوتا کہ راتوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کو مہاجرین اور انصار پر تقسیم کر دیتے یعنی اپنے مقدور کے موافق ہر شخص ایک ایک دو دو کو اپنے ساتھ لے جائے اور ان کو کھانا کھلائے[3] سعد بن عبادہ نہایت فیاض اور دولتمند تھے وہ کبھی کبھی اسّی اسّی مہانوں کو اپنے ساتھ لے کر جاتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان لوگوں کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ جب ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا نے درخواست کی کہ میرے ہاتھوں میں چکّی پیستے پیستے نیل پڑ گئے ہیں مجھ کو ایک کنیز عنایت ہو' تو فرمایا کہ یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تم کو دوں اور صفہ والے بھوکے مریں[4] راتوں کو عموماً یہ لوگ عبادت کرتے اور قرآن مجید پڑھا کرتے ان کیلئے ایک معلم مقرر تھا اس کے پاس جا کر پڑھتے اسی بنا پر ان میں سے اکثر قاری کہلاتے تھے' دعوتِ اسلام کیلئے

---

[1] سنن ترمذی ابواب الزہد' باب ماجاء لعشۃ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم
[2] صحیح البخاری کتاب الرقاق' باب کیف کان عیش النبیؐ واصحابہ۔
[3] صحیح البخاری کتاب المواقیت باب مع الضیف والاہل السہر
[4] سنن بیہقی ۹-۳۰۴ مسند احمد ۱- ۷۹، ۱۰۶ -

کہیں بھیجنا ہوتا تو یہ لوگ بھیجے جاتے تھے، غزوہ معونہ میں انہی میں سے سَتّر آدمی اسلام سکھانے کے لئے بھیجے گئے تھے[۱]

غزوۂ بدر:

قریش نے ہجرت کے ساتھ ہی مدینہ پر حملہ کی تیاریاں شروع کر دی تھیں عبداللہ بن ابی کو انھوں نے خط لکھ بھیجا تھا کہ یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر دو یا ہم آکر تمھارا بھی فیصلہ کر دیتے ہیں[۲]۔ قریش کی چھوٹی چھوٹی ٹکڑیاں مدینہ کی طرف گشت لگاتی رہتی تھیں۔ کرز فہری مدینہ کی چراگاہوں تک آکر غارت گری کرتا تھا۔ حملہ کے لئے سب سے ضروری چیز مصارفِ جنگ کا بندوبست تھا اس لئے اب کے موسم میں قریش کا جو کاروانِ تجارت شام کو روانہ ہوا تو مکہ کی تمام آبادی نے جس کے پاس جو رقم تھی کُل کی کُل دیدی، نہ صرف مرد بلکہ عورتیں جو کاروبار تجارت میں بہت کم حصہ لیتی تھیں اُن کا بھی ایک ایک فرد اس میں شریک تھا، قافلہ ابھی شام سے روانہ نہیں ہوا تھا کہ حضرمی کے قتل کا اتفاقیہ واقعہ پیش آگیا جس نے قریش کی آتشِ غضب کو اور بھڑکا دیا، اسی اثنا میں یہ خبر مکّہ معظمہ میں پھیل گئی کہ مسلمان قافلہ لوٹنے کو آرہے ہیں قریش کے غیظ و غضب کا بادل بڑے زور و شور سے اٹھا اور تمام عرب پر چھا گیا[۳]۔

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید صحیح بخاری میں بھی اس کا ذکر ہے۔

[۲] سنن ابی داؤد ۲-۶۷ باب فی خبر النضیر۔ [۳] سیرت النبی، علامہ شبلی ج ۱ ۳۱۵ کرز فہری کا واقعہ طبقات ابن سعد ۲-۹ میں اور حضرمی کا واقعہ سنن بیہقی ۹-۱۲ میں موجود ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان حالات کی اطلاع ہوئی تو آپؐ نے صحابہؓ کو جمع کیا اور واقعہ کا اظہار فرمایا[1] حضرت ابوبکرؓ وغیرہ نے جان نثارانہ تقریریں کیں، لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انصار کی طرف دیکھتے تھے کیونکہ انصار نے بیعت کے وقت صرف یہ اقرار کیا تھا کہ وہ اُس وقت تلوار اٹھائیں گے جب دشمن مدینہ پر چڑھ آئیں، آپؐ نے دوبارہ مشورہ فرمایا، تیسرے بار انصار سمجھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جواب کے منتظر ہیں۔ سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا شاید حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سمجھا ہے کہ انصار اپنے شہر سے نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اعانت کرنا اپنا فرض نہیں سمجھتے ہیں، انصار کی طرف سے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہم تو ہر حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہیں کسی سے معاہدہ فرمائیے کسی سے معاہدہ کو نامنظور کیجیے ہمارے زر و مال سے جس قدر منشاء مبارک ہو لیجیے ہم کو جو مرضی مبارک ہو عطا کیجیے، مال کا جو حصہ ہم سے حضورؐ لے لیں گے ہمیں وہ زیادہ پسند ہوگا اس مال سے جو حضورؐ ہمارے پاس چھوڑ دیں گے۔ ہم کو جو حکم حضورؐ دیں گے ہم اس کی تعمیل کریں گے، اگر حضورؐ

---

[1] یہ واضح رہے کہ یہ واقعہ مدینہ طیبہ سے نکلنے کے بعد کا ہے۔ مدینہ منورہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قافلہ ابوسفیان کے ارادہ سے چلے تھے جبکہ احادیث صحیحہ میں صراحت ہے کہ مدینہ منورہ سے خروج کے بعد اچانک یہ بات سامنے آئی کہ قریش کا لشکر جرار قافلہ کے دفاع کیلئے قریب پہنچ چکا ہے، اسوقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام سے مشورہ فرمایا ——— یہ بات بھی ذہن میں رہنی چاہیئے کہ قافلہ ابوسفیان کے ارادہ سے آپکے نکلنے کا مقصد اس خطرہ کو دور کرنا تھا جو مدینہ پر حملہ کی شکل میں منڈلا رہا تھا تاریخ میں صراحت ہیکہ قریش نے اس قافلہ کو اصلاً سامانِ جنگ تیار کرنے کیلئے روانہ کیا تھا۔

عمدان کے چشمہ تک چلیں گے تو ہم ساتھ ہوں گے، اگر حضورؐ ہم کو سمندر میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو حضورؐ کے ساتھ وہاں بھی چلیں گے۔[1] مقداد نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم وہ نہیں کہ قوم موسیٰ کی طرح "اذْهَبْ أَنتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ" کہہ دیں کہ ہم تو حضورؐ کے داہنے بائیں آگے پیچھے قتال کے لئے حاضر ہیں ان کی اس تقریر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ چمک اٹھا

بدر کی طرف کوچ اور لشکرِ اسلام و لشکرِ کفار میں زبردست تفاوت:

۱۲ ر رمضان سنہ ۲ ھ کو آپ تقریباً تین سو جان نثاروں کے ساتھ شہر سے نکلے ایک میل چل کر فوج کا جائزہ لیا جو کم عمر تھے واپس کر دئے گئے کہ ایسے پر خطر موقع پر بچوں کا کام نہیں، عمیر بن ابی وقاص ایک کم سن بچہ تھے جب ان سے واپسی کو کہا گیا تو رو پڑے آخر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دیدی عمیر کے بھائی سعد بن وقاص نے کم سن سپاہی کے گلے میں تلوار حمائل کی اب فوج کی کل تعداد ۳۱۳ تھی جس میں ساٹھ مہاجر اور باقی انصار تھے۔[2] لشکر میں صرف دو گھوڑے تھے، ایک حضرت زبیر کی سواری میں تھا اور ایک مقداد بن الاسود کی، اونٹ کل ستر تھے ایک ایک پر دو دو تین تین آدمی باری باری سے بیٹھتے تھے خود رسول اللہ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ا۔ ۶۲۵ فتح الباری ۷۔ ۲۸۷، ۲۸۸ صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوۂ بدر۔

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قولہ تعالیٰ "إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ" الخ

[3] تفصیل طبقات ابن سعد میں ہے، حضرت عمیر کا واقعہ اسد الغابۃ میں بھی مذکور ہے۔

صلی اللہ علیہ وسلم حضرت علیؓ اور مرثد غنوی ایک اونٹ پر باری باری بیٹھتے تھے[1] کہ معظمہ سے قریش بڑے سر و سامان سے نکلے تھے، ہزار آدمی کی جمعیت تھی سَوْ سَوْ سواروں کا رسالہ تھا، روسائے قریش سب شریک تھے ابولہب مجبوری کی وجہ سے نہ آسکا تھا اس لئے اپنی طرف سے اس نے قائم مقام بھیج دیا تھا۔ رسد کا یہ انتظام تھا کہ امرائے قریش یعنی عباس، عتبہ بن ربیعہ، حرث بن عامر، نصر بن الحارث، ابوجہل، امیّہ، وغیرہ باری باری ہر روز دس دس اونٹ ذبح کرتے اور لوگوں کو کھلاتے تھے، عتبہ بن ربیعہ جو قریش کا سب سے معزز رئیس تھا فوج کا سپہ سالار تھا[2]

قریش کو بدر کے قریب جب پہنچ کر جب معلوم ہوا کہ ابوسفیان کا قافلہ خطرہ کی زد سے نکل گیا ہے تو قبیلہ زہرہ اور عدی کے سرداران نے کہا "اب لڑنا ضروری نہیں" لیکن ابوجہل نے نہ مانا، زہرہ اور عدی کے لوگ واپس چلے گئے۔ باقی فوج آگے بڑھی[3]

قریش چونکہ پہلے پہنچ گئے تھے انھوں نے مناسب موقعوں پر قبضہ کر لیا تھا، بخلاف اس کے مسلمانوں کی طرف چشمہ یا کنواں تک نہ تھا، زمین ایسی ریتلی تھی کہ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱-۶۱۳ زاد المعاد ۲-۱۷۱ مسند احمد اور مستدرک حاکم کی صحیح روایات میں مرثد غنوی کے بجائے ابولبابہ کا ذکر ہے۔

[2] سیرۃ ابن ہشام قصہ غزوۂ بدر، البدایۃ والنہایۃ ۳-۲۶۰ مسند احمد ۲-۱۹۳ میں لشکر کفار کی تعداد کا ذکر ہے۔

[3] مستدرک حاکم ۳-۴۲۶ سیرۃ ابن ہشام ۱-۶۱۹۔

اونٹوں کے پاؤں ریتی میں دھنس دھنس جاتے تھے، حباب بن منذر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ جو مقام انتخاب کیا گیا ہے وحی کی رُو سے ہے یا فوجی تدبیر ہے؟ ارشاد ہوا کہ وحی نہیں ہے، حباب نے کہا تو بہتر ہوگا کہ آگے بڑھ کر چشمہ پر قبضہ کر لیا جائے اور آس پاس کے کنوئیں بیکار کر دیئے جائیں، آپؐ نے یہ رائے پسند فرمائی اور اسی پر عمل کیا گیا، تائید ایزدی اور حسنِ اتفاق سے مینہ برس گیا، جس سے گرد جم گئی اور جا بجا پانی کو روک کر چھوٹے چھوٹے حوض بنا لئے گئے کہ وضو اور غسل کے کام آئیں، اس قدرتی احسان کا خدا نے قرآن مجید میں بھی ذکر کیا ہے وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ لِيُطَهِّرَكُمْ بِهِ۔ "اور جبکہ خدا نے آسمان سے پانی برسایا کہ تم کو پاک کرے"۔ پانی پر اگرچہ قبضہ کر لیا گیا لیکن ساقیٔ کوثر کا فیض عام تھا اس لئے دشمنوں کو بھی پانی لینے کی عام اجازت تھی[1]

یہ رات کا وقت تھا تمام صحابہؓ نے کمر کھول کھول کر رات بھر آرام فرمایا لیکن صرف ایک ذات تھی (ذاتِ نبویؐ) جو صبح تک بیدار اور مصروفِ دعا رہی صبح ہوئی تو لوگوں کو نماز کیلئے آواز دی، بعد نماز جہاد پر وعظ فرمایا۔[2]

جنگ کی تیاری: قریش جنگ کیلئے بیتاب تھے تاہم کچھ نیک دل بھی تھے جن کے دل خونریزی سے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱-۶۲۰، ۶۲۱، دلائل النبوۃ للبیہقی ۳-۳۵ امام حاکم نے مستدرک ۳-۴۲۶ میں حضرت حباب کی رائے کا تذکرہ فرمایا ہے، لیکن امام ذہبی نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے۔
[2] زاد المعاد ۲-۱۷۹ دلائل النبوۃ للبیہقی ۳-۴۹ السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب الصلوٰۃ

لڑتے تھے ان میں حکیم بن حزام (جو آگے چل کر اسلام لائے) نے سردار فوج عتبہ سے جا کر کہا "آپ چاہیں تو آج کا دن آپ کی نیک نامی ابدی یادگار رہ جائے عتبہ نے کہا کیونکر؟ حکیم نے کہا قریش کا جو کچھ مطالبہ ہے وہ صرف حضرمی کا خون ہے وہ آپ کا حلیف تھا آپ اس کا خون بہا ادا کر دیجئے"۔ عتبہ نیک نفس آدمی تھا اُس نے نہایت خوشی سے منظور کیا، لیکن چونکہ ابوجہل کا اتفاق رائے ضرور تھا حکیم عتبہ کا پیغام لے کر گئے، ابوجہل ترکش سے تیر نکال کر پھیلا رہا تھا عتبہ کا پیغام سُن کر بولا" ہاں عتبہ کی ہمت نے جواب دیدیا" عتبہ کے فرزند ابوحذیفہ اسلام لا چکے تھے اور اس معرکہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آئے تھے اس بنا پر ابوجہل نے یہ بدگمانی کی کہ عتبہ اس لئے لڑائی سے جی چراتے ہیں کہ اُس کے بیٹے پر آنچ نہ آئے

ابوجہل نے حضرمی کے بھائی عامر کو بلا کر کہا دیکھتے ہو تمھارا خون بہا تمھاری آنکھ کے سامنے آ کر نکلا جاتا ہے۔ عامر نے عرب کے دستور کے مطابق کپڑے پھاڑ ڈالے اور گرد اڑا کر "واعمراہ واعمراہ" کا نعرہ مارنا شروع کیا اس واقعہ نے تمام فوج میں آگ لگادی۔

عتبہ نے ابوجہل کا طعنہ سُنا تو غیرت سے سخت برہم ہوا اور کہا میدان جنگ بتادے گا کہ نامردی کا داغ کون اٹھاتا ہے؟ یہ کہہ کر مغفر مانگا، لیکن اس کا سر اس قدر بڑا تھا کہ کوئی مغفر اس کے سر پر ٹھیک نہ اترا، مجبوراً سر سے کپڑا لپیٹا اور لڑائی کے ہتھیار سجے [1]

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱-۶۲۲، ۶۲۳ زاد المعاد ۲-۷۹

چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ہاتھ کو خون سے آلودہ کرنا پسند نہیں فرماتے تھے صحابہؓ نے میدان کے کنارے ایک چھپر کا سائبان تیار کیا کہ آپ اس میں تشریف رکھیں، سعد بن معاذ دروازہ پر تیغ بکف کھڑے ہوئے کہ کوئی ادھر نہ بڑھنے پائے۔[۱]

اگرچہ بارگاہِ الٰہی سے فتح و نصرت کا وعدہ ہو چکا تھا، عناصر عالم آمادۂ مدد تھے، ملائکہ کی فوجیں ہمرکاب تھیں، تاہم عالمِ اسباب کے لحاظ سے آپ نے اصولِ جنگ کے مطابق فوجیں مرتب کیں، مہاجرین اور اوس اور خزرج کے تین دستے قائم قائم کئے، مہاجرین کا علم مصعب بن عمیر کو عنایت فرمایا، خزرج کے علمبردار حباب بن منذر اور اوس کے سعد بن معاذ مقرر ہوئے۔

صبح ہوتے ہوتے آپ نے صف آرائی شروع کی، دستِ مبارک میں ایک تیر تھا اس کے اشارے سے صفیں قائم کرتے تھے کہ کوئی شخص تل بھر آگے یا پیچھے نہ رہنے پائے، لڑائی میں شور و غل عام بات ہے لیکن منع کر دیا گیا کہ کسی کے منھ سے آواز تک نہ نکلنے پائے۔[۲]

اس موقع پر جبکہ دشمن کی عظیم الشان تعداد مقابل تھی، اور مسلمانوں کی طرف ایک آدمی بھی بڑھ جاتا تو کچھ نہ کچھ مسرت ہوتی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ تن وفا تھے، ابوحذیفہ بن الیمان اور ابوحسل دو صحابی مکہ سے آرہے تھے راہ میں کفار نے

---

[۱] زاد المعاد ۳- ۱۷۹ سیرۃ ابن ہشام ۱- ۶۲۰
[۲] سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی ۱- ۳۲۰

روکا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مدد کو جارہے ہو، انھوں نے انکار کیا اور عدم شرکت کا وعدہ کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تو صورت حال عرض کی، فرمایا ہم ہر حال میں وعدہ وفا کریں گے ہم کو صرف خدا کی مدد درکار ہے[1]۔

اب دو صفیں آمنے سامنے مقابل تھیں، حق و باطل، نور و ظلمت، کفر و اسلام

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ آيَةٌ فِي	"جو لوگ باہم لڑے ان میں تمہارے
فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا فِئَةٌ تُقَاتِلُ	لئے عبرت کی نشانیاں ہیں ایک خدا کی
فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَأُخْرَىٰ	راہ میں لڑ رہا تھا اور دوسرا منکر
كَافِرَةٌ	خدا تھا"

یہ عجیب منظر تھا اتنی بڑی وسیع دنیا میں توحید کی قسمت صرف چند جانوں پر منحصر تھی، صحیح مسلم میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سخت خضوع کی حالت طاری تھی، دونوں ہاتھ پھیلا کر فرماتے تھے "خدایا! تو نے جو مجھ سے وعدہ کیا ہے آج پورا کر" محویت اور بیخودی کے عالم میں چادر کندھے پر سے گر گر پڑتی تھی اور آپ کو خبر تک نہ ہوتی تھی، کبھی سجدے میں گرتے تھے اور فرماتے تھے "کہ خدایا اگر یہ چند نفوس آج مٹ گئے، تو پھر قیامت تک تو نہ پوجا جائے گا"۔

اس بیقراری پر بندگانِ خاص کو رقت آگئی، حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی "حضور خدا اپنا وعدہ وفا کرے گا"[2] آخر روحانی تسکین کے ساتھ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ (قمر) (فوج کو شکست دیجائے گی اور وہ پشت

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر۔ باب الوفاء بالعہد
[2] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۂ بدر

پھیر دیں گے) پڑھتے ہوئے لبِ مبارک مژدۂ فتح کی پیشین گوئی سے آشنا ہوئے[1]

قریش کی فوجیں اب بالکل قریب آگئیں تاہم آپؐ نے صحابہؓ کو پیش قدمی سے روکا اور فرمایا کہ جب دشمن پاس آجائیں تو تیر سے روکو۔

آپؐ نے صبر و استقامت کی فضیلت، اس کی بنا پر اللہ تعالیٰ کی مدد فتح و ظفر اور آخرت کے ثواب کا ذکر فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ جو اللہ کے راستہ میں شہید ہوگا اُس کے لئے اللہ نے جنت واجب کر دی، یہ سن کر عمیرؓ بن الحمام کھڑے ہو گئے اور کہنے لگے کہ یا رسولؐ اللہ ایسی جنت جس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر ہو؟ فرمایا کہ "ہاں!" کہا کہ ایسی بات ہے یا رسولؐ اللہ؟ فرمایا "ایسی بات کیوں کہتے ہو" عرض کیا نہیں یا رسولؐ اللہ یہ میں صرف اس شوق میں کہہ رہا ہوں کہ شاید مجھے بھی وہ نصیب ہو، فرمایا "تمھیں وہ نصیب ہوگی" انھوں نے اپنی ڈھال میں سے کھجور نکال کر کھانا شروع کئے پھر کہنے لگے اگر میں ان کھجوروں کے ختم ہونے کا انتظار کروں تو یہ بڑی لمبی زندگی ہوئی یہ کہہ کر کھجور پھینکے اور آگے بڑھ کر شہادت سے سرخرو ہوئے۔[2]

یہ معرکہ ایثار و جاں بازی کا سب سے بڑا حیرت انگیز منظر تھا، دونوں فوجیں سامنے آئیں تو لوگوں کو نظر آیا کہ خود اُن کے جگر کے ٹکڑے تلوار کے سامنے ہیں حضرت ابوبکرؓ کے بیٹے (جو اب تک کافر تھے) میدانِ جنگ میں بڑھے تو حضرت

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی، باب قولہ تعالیٰ اِذ تستغیثون ربکم

[2] صحیح مسلم کتاب الامارۃ، باب ثبوت الجنۃ للشہید۔

ابوبکرؓ تلوار کھینچ کر نکلے[1]۔ عتبہ میدان میں آیا تو حضرت حذیفہ (عتبہ کے فرزند تھے) اس کے مقابلہ کو نکلے، حضرت عمرؓ کی تلوار ماموں کے خون سے رنگین تھی[2]

آغازِ جنگ : لڑائی کا آغاز یوں ہوا کہ سب سے پہلے عامر حضرمی جس کو بھائی کے خون کا دعویٰ تھا آگے بڑھا، مہجع حضرت عمرؓ کا غلام اس کے مقابلہ کو نکلا اور مارا گیا[3]۔ عتبہ جو سردار لشکر تھا، ابوجہل کے طعنہ سے سخت برہم تھا، سب سے پہلے وہی بھائی اور بیٹے کو لیکر میدان اور مبارزطلبی کی۔ عرب میں دستور تھا کہ نامور لوگ کوئی امتیازی نشان لگا کر میدان جنگ میں جاتے تھے عتبہ کے سینے پر شتر مرغ کے پر تھے، عوف، معاذ عبداللہ ابن رواحہ مقابلہ کو نکلے۔ عتبہ نے نام ونسب پوچھا اور جب یہ معلوم ہوا کہ انصار ہیں تو عتبہ نے کہا ہم کو تم سے غرض نہیں، پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خطاب کرکے کہا کہ محمدؐ! یہ لوگ ہمارے جوڑ کے نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انصار ہٹ آئے اور حضرت حمزہ، حضرت علیؓ، حضرت عبیدہ میدان میں آئے، چونکہ ان لوگوں کے چہروں پر نقاب تھی۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو ؟ سب نے نام ونسب بتائے عتبہ نے کہا "ہاں اب ہمارا جوڑ ہے"۔

عتبہ حضرت حمزہؓ سے اور ولید حضرت علیؓ سے مقابل ہوا اور دونوں مارے گئے، لیکن عتبہ کے بھائی شیبہ نے حضرت عبیدہ کو زخمی کیا۔ حضرت علیؓ نے بڑھ کر

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱۔ ۲۳۸ [2] سیرۃ النبی، علامہ شبلی نعمانی ۱۔ ۳۲۲
[3] سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی ۱۔ ۳۲۲

شیبہ کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو کندھے پر اٹھا کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے، عبیدہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کیا میں دولتِ شہادت سے محروم رہا؟ آپ نے فرمایا "نہیں تم نے شہادت پائی" عبیدہ نے کہا آج ابو طالب زندہ ہوتے تو تسلیم کرتے کہ ان کے اس شعر کا مستحق میں ہوں [1]

ونسلمہ حتی نصرع حولہ ونذھل عن ابنائنا والحلائل

"ہم محمدؐ کو اس وقت دشمنوں کے حوالہ کریں گے جب ان کے گرد لڑ کر مر جائیں اور ہم محمدؐ کیلئے اپنے بیٹوں اور بیبیوں کو بھول جاتے ہیں"

سعید بن العاص کا بیٹا (عبیدہ) سر سے پاؤں تک لوہے میں ڈوبا ہوا صف سے نکلا اور پکارا کہ "میں ابو کرش ہوں حضرت زبیر اس کے مقابلہ کو نکلے اور چونکہ صرف اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں، تاک کر آنکھ میں برچھی ماری وہ زمین پر گرا اور مر گیا، برچھی اس طرح پیوست ہو گئی تھی کہ حضرت زبیرؓ نے اس کی لاش پر پاؤں اڑا کر کھینچا تو بڑی مشکل سے نکلی لیکن دونوں سرے خم ہو گئے۔ یہ برچھی یادگار رہی یعنی حضرت زبیرؓ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مانگ لی، پھر چاروں خلفاء کے پاس منتقل ہوتی رہی [2] پھر حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس آئی، حضرت زبیرؓ نے اس معرکہ میں کئی کاری زخم اٹھائے تھا:

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب الجہاد باب المبارزۃ من حدیث علی۔ مسند احمد ۱-۱۱۷ تفصیل سے زرقانی نے المواہب میں یہ واقعہ بیان کیا ہے۔ صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر میں مذکور ہے کہ "ہذان خصمان اختصموا فی ربہم" اسی سلسلے میں نازل ہوئی۔

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعد شہود الملائکہ بدرًا

میں جو زخم تھا اتنا گہرا تھا کہ اچھے ہو جانے پر اس میں انگلی چلی جاتی تھی چنانچہ ان کے بیٹے (عروہ) بچپن میں ان زخموں سے کھیلا کرتے تھے، جس تلوار سے لڑتے تھے وہ لڑتے لڑتے گرگئی تھی چنانچہ عبداللہ بن زبیر شہید ہوئے تو عبدالملک نے عروہ سے کہا تم زبیر کی تلوار پہچان لوگے، انھوں نے کہا ہاں! عبدالملک نے پوچھا کیونکر؟ بولے کہ بدر کے معرکہ میں اس میں دندانے پڑ گئے تھے، عبدالملک نے تصدیق کی اور یہ مصرعہ پڑھا، ع

"بِھِنَّ فُلُولٌ مِنْ قِرَاعِ الکَتَائِبِ"[1]

عبدالملک نے تلوار عروہ کو دیدی، انھوں نے اُس کی قیمت لگوائی تو تین ہزار ٹھہری، اس کے قبضہ پر چاندی کا کام تھا[2] اب عام حملہ شروع ہو گیا، مشرکین اپنے بل بوتے پر لڑ رہے تھے، لیکن ادھر سرور عالم سر بسجدہ، صرف خدا کی قوت کا سہارا ڈھونڈ رہا تھا[3]

نامور سرداران کفار کا قتل:

ابو جہل کی شرارت اور دشمنی اسلام کا عام چرچا تھا اس بنا پر انصار میں معوذ اور معاذ دو بھائیوں نے عہد کیا تھا کہ یہ شقی جہاں نظر آجائے گا یا اس کو مٹا دیں گے یا خود مٹ جائیں گے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا بیان ہے کہ میں صف میں تھا کہ دفعۃً مجھ کو داہنے بائیں دو نوجوان

---

[1] یہ نابغہ ذبیانی کے شعر کا ایک مصرعہ ہے جس کا پہلا مصرعہ "ولا عیب فیھم غیر اَنَّ سیوفھم" ہے [2] صحیح البخاری کتاب المغازی بعد باب قتل ابی جہل [3] سیرۃ النبیؐ علامہ شبلی نعمانی ۱-۳۲۴

نظر آئے ایک نے مجھ سے کان میں پوچھا کہ ابوجہل کہاں ہے ؟ میں نے کہا، برادر زادہ ! ابوجہل کو پوچھ کر کیا کرے گا ؟ بولا کہ میں نے خدا سے عہد کیا ہے کہ ابوجہل کو جہاں دیکھ لوں گا یا اسے قتل کر دوں گا یا خود لڑ کر مارا جاؤں گا۔ میں یہ جواب نہیں دینے پایا تھا کہ دوسرے نوجوان نے بھی مجھ سے کانوں میں یہی باتیں کیں، میں نے دونوں کو اشارہ سے بتایا کہ ابوجہل وہ ہے، بتانا تھا کہ دونوں باز کی طرح جھپٹے، اور ابوجہل خاک پر تھا، یہ دونوں جوان عفراء کے بیٹے تھے "معوّذ اور معاذ"[۱] ابوجہل کے بیٹے عکرمہ نے عقب سے آکر معاذ کے بائیں شانہ پر تلوار ماری جس سے بازو کٹ گیا لیکن تسمہ باقی لگا رہا، معاذ نے عکرمہ کا تعاقب کیا، وہ بچ کر نکل گیا، معاذ اسی حالت میں لڑ رہے تھے لیکن ہاتھ لٹکنے سے زحمت ہوتی تھی، ہاتھ کو پاؤں کے نیچے دبا کر کھینچا کہ تسمہ بھی الگ ہو گیا اور اب وہ آزاد تھے[۲] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑائی سے پہلے ارشاد فرمایا کہ "کفار کے ساتھ جو لوگ آئے ہیں اُن میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جو خوشی سے نہیں بلکہ قریش کے جبر سے آئے ہیں" ان لوگوں کے نام بھی آپ نے بتا دئے تھے، ان میں ابوالبختری بھی تھا مجذر انصاری کی نظر ابوالبختری پر پڑی مجذر نے کہا چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیرے قتل سے منع فرمایا ہے اس لئے تجھ کو چھوڑ دیتا ہوں، ابوالبختری کے ساتھ اُس کا ایک

---

[۱] صحیح البخاری کتاب الخمس باب من لم یخمس الاسلاب صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب استحقاق القاتل سلب القتیل [۲] سیرۃ ابن ہشام ۱-۶۳۵ مسند احمد میں تفصیل سے اس کا تذکرہ ہے ۱-۴۴۴

رفیق بھی تھا، ابوالبختری نے کہا اس کو بھی، مجذر نے کہا نہیں" ابوالبختری نے کہا تو میں خاتونانِ عرب کا یہ طعنہ نہیں سن سکتا کہ ابوالبختری نے اپنی جان بچانے کیلئے رفیق کا ساتھ چھوڑ دیا، یہ کہہ کر ابوالبختری یہ رجز پڑھتا ہوا مجذر پر حملہ آور ہوا اور مارا گیا۔

لَن یُّتْرَكَ ابنُ حُرَّۃٍ زمیلَهٗ حَتّٰی یَموتَ اَو یَرٰی سَبیلَهٗ

"شریف زادہ اپنے رفیق کو چھوڑ نہیں سکتا جب تک مر نہ جائے یا موت کا راستہ نہ دیکھ لے"

عتبہ اور ابوجہل کے مارے جانے سے قریش کا پائے ثبات اکھڑ گیا اور فوج میں بیدلی چھا گئی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید دشمن اُمیّہ بن خلف بھی جنگ بدر میں شریک تھا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے اس سے کسی زمانے میں معاہدہ کیا تھا کہ وہ مدینہ میں آئے گا تو یہ اس کی جان کے ضامن ہوں گے بدر میں اس دشمن خدا سے انتقام لینے کا خوب موقع تھا لیکن چونکہ عہد کی پابندی اسلام کا شعار ہے حضرت عبدالرحمٰن نے چاہا کہ وہ بچ کر نکل جائے اس کو لے کر ایک پہاڑ پر چلے گئے، اتفاق یہ کہ حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا، انصار کو خبر کر دی، دفعۃً لوگ ٹوٹ پڑے، انھوں نے اُمیّہ کے بیٹے کو آگے کر دیا، لوگوں نے اس کو قتل کر دیا، لیکن اس پر بھی قناعت نہ کی اور اُمیّہ کی طرف بڑھے، انھوں نے اُمیّہ سے کہا تم زمین پر لیٹ جاؤ، وہ لیٹ گیا تو یہ اس پر چھا گئے کہ لوگ اس کو مارنے

---

[1] اسد الغابہ ۴۔ ۲۸۸ البدایۃ والنہایۃ ۳۔ ۲۸۵

نہ پائیں، لیکن لوگوں نے ان کی ٹانگوں کے اندر سے ہاتھ ڈال کر اس کو قتل کر دیا۔ حضرت عبدالرحمٰن کی بھی ایک ٹانگ زخمی ہوئی اور زخم کا نشان مدتوں تک قائم رہا[1] ابوجہل اور عتبہ وغیرہ کے قتل کے بعد قریش نے سپر ڈال دی اور مسلمانوں نے ان کو گرفتار کرنا شروع کر دیا۔ حضرت عباسؓ، عقیل (حضرت علی کے بھائی) نوفل، اسود بن عامر، عبد بن زمعہ اور بہت سے بڑے بڑے معزز لوگ گرفتار ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ کوئی شخص جا کر خبر لائے ابوجہل کا کیا انجام ہوا؟ عبداللہ بن مسعودؓ نے جا کر لاشوں میں دیکھا تو زخمی پڑا ہوا دم توڑ رہا تھا بولے تو ابوجہل ہے؟ اس نے کہا ایک شخص کو اس کی قوم نے قتل کر دیا تو یہ فخر کی کیا بات ہے۔ عبداللہ بن مسعودؓ اس کا سر کاٹ لائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں پر ڈال دیا[2]۔

فتح مبین: خاتمہ جنگ پر معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے صرف ۱۴ شخصوں نے شہادت پائی جس میں ۶ مہاجر اور باقی انصار تھے[3] لیکن دوسری طرف قریش کی اصلی طاقت ٹوٹ گئی رؤسائے قریش جو شجاعت میں نامور اور قبائل کے سپہ سالار تھے ایک ایک کر کے مارے گئے، ان میں عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ابوالبختری، زمعہ بن الاسود، عاص بن ہشام

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الوکالہ باب إذا وکل المسلم حربیا فی الحج

[2] ؍؍ ؍؍ کتاب المغازی باب قتل ابی جہل [3] سیرۃ ابن کثیر ۲۔ ۴۶۳

امیہ بن خلف، منبہ بن الحجاج قریش کے سرتاج تھے تقریباً ۷۰ آدمی قتل اور اسی قدر گرفتار ہوئے[1] اسیرانِ جنگ میں سے عقبہ اور نضر بن حارث رہا کر دیئے گئے، باقی گرفتار ہو کر مدینہ میں آئے ان میں حضرت عباس، عقیل (حضرت علی کے بھائی) ابوالعاص (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد) بھی تھے[2]۔ لڑائیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا کہ جہاں کوئی لاش نظر آتی تھی آپؐ اس کو وہیں دفن کرا دیتے تھے، لیکن اس موقع پر کشتوں کی تعداد زیادہ تھی اس لئے ایک ایک کا الگ الگ دفن کرانا مشکل تھا، ایک وسیع کنواں تھا، تمام لاشیں آپ نے اس میں ڈلوا دیں[3]، لیکن امیہ کی لاش پھول کر اس قابل نہیں رہی تھی اس لئے وہیں خاک میں دبا دی گئی[4]

اسیرانِ جنگ کے ساتھ سلوک :

اسیرانِ جنگ دو دو چار چار صحابہؓ کو تقسیم کر دیئے گئے اور ارشاد ہوا کہ آرام کے ساتھ رکھے جائیں، صحابہؓ نے ان کے ساتھ یہ برتاؤ کیا کہ ان کو کھانا کھلاتے تھے اور خود کھجور کھا کر رہ جاتے تھے، ان قیدیوں میں ابوعزیز بھی تھے، جو حضرت مصعب بن عمیر کے بھائی تھے ان کا بیان ہے کہ مجھ کو جن انصاریوں نے اپنے گھر میں قید کر رکھا تھا

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر
[2] تاریخ طبری ۳۔ ۳۸ البدایۃ والنہایۃ ۳ ۔ ۲۹۷
[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل ابی جہل
[4] تاریخ طبری ۲ ۔ ۳۷

جب صبح یا شام کا کھانا لاتے تو روٹی میرے سامنے رکھ دیتے اور خود کھجوریں اٹھا لیتے مجھ کو شرم آتی اور میں روٹی ان کے ہاتھ میں دیدیتا لیکن وہ ہاتھ بھی نہ لگاتے اور مجھی کو واپس کر دیتے اور یہ اس بنا پر تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکید کی تھی کہ قیدیوں کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے[1]۔

قیدیوں میں ایک شخص سہیل بن عمرو تھا جو نہایت فصیح اللسان تھا اور عام مجمعوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا، حضرت عمرؓ نے کہا یا رسولؐ اللہ اس کے دو نچلے دانت اکھڑوا دیجئے کہ پھر اچھا نہ بول سکے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں اگر اس کے عضو بگاڑ دونگا (مثلہ) تو گو نبی ہوں لیکن خدا اس کی جزا میں میرے اعضا بھی بگاڑ دیگا[2]۔ اسیران جنگ کے پاس کپڑے نہ تھے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو کپڑے دلوائے، لیکن حضرت عباس کا قد اس قدر اونچا تھا کہ کسی کا کرتہ ان کے بدن پر ٹھیک نہ اترتا تھا، عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے جو حضرت عباس کا ہم قد تھا اپنا کرتہ منگوا کر دیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ کے کفن کے لئے جو اپنا کرتا عنایت فرمایا تھا وہ اسی احسان کا معاوضہ تھا[3]۔

---

[1] تاریخ طبری ۲ - ۳۹ طبقات ابن سعد ۲ - ۱۴

[2] سیرۃ النبی ۱ - ۳۳۰ بحوالہ تاریخ طبری

[3] صحیح البخاری کتاب الجہاد باب الکسوۃ للاساری

اسیرانِ جنگ سے چار چار ہزار درہم فدیہ لیا گیا، لیکن جو لوگ ناداری کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے وہ چھوڑ دیئے گئے ان میں جو لکھنا جانتے تھے ان کو حکم ہوا کہ دس دس بچوں کو لکھنا سکھا دیں تو چھوڑ دیئے جائیں گے[1] حضرت زید بن ثابت نے اسی طرح لکھنا سیکھا تھا[2]

انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ حضرت عباسؓ ہمارے بھانجے ہیں ہم اُن کا فدیہ چھوڑ دیتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مساوات کی بنا پر گوارا نہیں فرمایا اور ان کو بھی فدیہ ادا کرنا پڑا[3] فدیہ کی عام مقدار چار چار ہزار درہم تھی لیکن امراء سے زیادہ لیا گیا حضرت عباسؓ دولتمند تھے اس لئے اُن سے بھی زیادہ رقم وصول کی گئی۔ انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی لیکن ان کو کیا معلوم کہ اسلام نے جو مساوات قائم کی اس میں قریب و بعید، عزیز و بیگانہ، عام و خاص کے تمام تفرقے مٹ چکے تھے (لیکن ایک طرف تو ادائے فرض کی یہ مساوات تھی دوسرے طرف محبت کا تقاضا یہ تھا کہ حضرت عباس کی کراہ سن کر رات کو آرام نہ فرما سکے، لوگوں نے ان کی گرہ کھولی تو آپؐ نے آرام فرمایا[1]

حضرت ابو العاص کا ایمان لانا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے داماد ابو العاص بھی اسیرانِ جنگ میں

---

[1] مسند احمد بن حنبل ۱۔ ۲۴۷ [2] سیرۃ النبی بحوالہ طبقات ابن سعد [3] صحیح البخاری، کتاب المغازی باب شہود الملائکہ بدرًا [4] البدایۃ والنہایۃ ۳۔ ۳۰۰

آئے تھے ان کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی
زینب کو (جو ان کی زوجہ تھیں اور مکہ میں تھیں) کہلا بھیجا کہ فدیہ کی رقم بھیجدیں
حضرت زینب کا جب نکاح ہوا تھا تو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں ان کو ایک
قیمتی ہار دیا تھا، حضرت زینب نے وہی ہار گلے سے اتار کر بھیجدیا، آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو ۲۵ برس کا محبت آمیز واقعہ یاد آگیا، آپ بے اختیار
رو پڑے اور صحابہؓ سے فرمایا کہ تمھاری مرضی ہو تو بیٹی کو ماں کی یادگار واپس
کردو سب نے تسلیم کی گردنیں جھکادیں اور ہار واپس کردیا۔

ابوالعاص رہا ہو کر مکہ آئے اور حضرت زینب کو مدینہ بھیجدیا، ابوالعاص
بہت بڑے تاجر تھے، چند سال کے بعد بڑے سروسامان سے شام کی تجارت
لے کر نکلے، واپسی میں مسلمان دستوں نے ان کو مع تمام مال واسباب گرفتار
کرلیا، اسباب ایک ایک سپاہی پر تقسیم ہوگیا، یہ چھپ کر حضرت زینب کے
پاس پہنچے، انھوں نے پناہ دی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے
فرمایا کہ اگر مناسب سمجھو تو ابوالعاص کا اسباب واپس کردو، پھر تسلیم کی گردنیں
جھک گئیں اور ایک ایک دھاگا تک سپاہیوں نے لالا کر واپس کردیا
اب یہ وار ایسا نہ تھا جو خالی جاتا، ابوالعاص مکہ آئے اور تمام شرکا کو حساب سمجھا کر
دولتِ اسلام سے فائز ہوئے اور یہ کہہ دیا کہ میں اسلئے آکر اور حساب سمجھا کر واپس جاتا ہوں
تاکہ یہ نہ کہو کہ ابوالعاص ہمارا روپیہ کھا گیا اور تقاضے کے ڈر سے مسلمان ہوگیا۔[1]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۱-۶۵۷ دلائل النبوۃ للبیہقی ۳-۱۵۴ تا ۱۵۷، تاریخ طبری ۳-۴۳، ۴۴

عمیر بن وہب کا قبولِ اسلام:

عمیر بن وہب قریش میں اسلام کا ایک سخت دشمن تھا وہ اور صفوان بن امیہ حجر میں بیٹھے ہوئے مقتولین بدر کا ماتم کر رہے تھے صفوان نے کہا " خدا کی قسم اب جینے کا مزہ نہیں " عمیر نے کہا سچ کہتے ہو اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں سوار ہو کر جاتا اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو قتل کر آتا، میرا بیٹا بھی وہاں قید ہے۔ صفوان نے کہا تم قرض کی اور بچوں کی فکر نہ کرو ان کا میں ذمہ دار ہوں' عمیر نے گھر آکر تلوار زہر میں بجھائی اور مدینہ پہنچا، حضرت عمرؓ نے اس کے تیور دیکھ لئے' گلا دبائے اس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے' آپؐ نے فرمایا عمرؓ! چھوڑ دو' عمیر! قریب آجاؤ۔ پوچھا کس ارادے سے آئے ہو؟ جواب دیا بیٹے کو چھڑانے آیا ہوں' فرمایا پھر تلوار کیوں حمائل ہے؟ عمیر نے کہا آخر تلواریں بدر میں کس کام آئیں' فرمایا کیوں نہیں' تم نے اور صفوان نے حجر میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی؟ عمیر نہ کی بات سن کر سناٹے میں آگیا بے اختیار بولا' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بیشک تم پیغمبر ہو' بخدا میرے اور صفوان کے سوا اس معاملہ کی کسی کو خبر نہ تھی قریش جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کی خبر سننے کے منتظر تھے انھوں نے عمیر کے مسلمان ہونے کی خبر سنی۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے فرمایا اپنے بھائی کو دین سکھاؤ قرآن یاد کراؤ اور اس کے فرزند کو آزاد کر دو' عمیر نے عرض کیا اے رسولِ خدا مجھے اجازت

دیجئے کہ میں مکہ ہی واپس جاؤں اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دوں میرے دل میں آتا ہے کہ اب میں بت پرستوں کو اسی طرح ستایا کروں جس طرح مسلمانوں کو ستاتا رہا ہوں عمیر کے مدینہ جانے کے بعد صفوان کا یہ حال تھا کہ سردارانِ قریش سے کہا کرتا تھا دیکھو چند روز میں کیا گل کھلنے والا ہے کہ بدر کا صدمہ بھول جاؤ گے۔ جب صفوان کو خبر لگی کہ عمیر مسلمان ہو گیا تو اسے سخت صدمہ ہوا اور اس نے قسم کھائی کہ جب تک زندہ ہوں عمیر سے بات نہ کروں گا، نہ اُسے کوئی فائدہ پہنچنے دوں گا۔ عمیر مکہ میں آیا وہ اسلام کی منادی کیا کرتا تھا اور اکثر لوگ اس کے ہاتھ پر مسلمان ہو گئے تھے۔[1]

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا عقد:

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے کم سن صاحبزادی تھیں، اب اُن کی عمر ۱۸ برس کی ہو چکی تھی اور شادی کے پیغام آنے لگے تھے، حضرت علیؓ نے جب درخواست کی تو آپؐ نے حضرت فاطمہؓ کی مرضی دریافت کی، وہ چپ رہیں، یہ ایک طرح کا اظہار تھا آپؐ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں دینے کیلئے کیا ہے، بولے کچھ نہیں، آپؐ نے فرمایا "وہ حطیہ کی زرہ کیا ہوئی (جنگِ بدر میں ہاتھ آئی تھی) عرض کی وہ تو موجود ہے، آپؐ نے فرمایا بس وہ کافی ہے"۔

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی ۳-۱۴۷ تا ۱۴۹ سیرۃ ابن ہشام ۱-۶۶۱

ناظرین کو خیال ہوگا کہ بڑی قیمتی چیز ہوگی، لیکن اگر وہ اس کی مقدار جاننا چاہتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ صرف سوا سو روپے زرہ کے سوا اور کچھ حضرت علیؓ کا جو سرمایہ تھا وہ ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی، حضرت علیؓ نے یہ سب سرمایہ حضرت فاطمہ زہراؓ کے نذر کیا۔ حضرت علیؓ، اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہی پاس رہتے تھے، شادی کے بعد ضرورت ہوئی الگ گھر لیں حارثہ بن نعمان انصاری کے متعدد مکانات تھے، جن میں سے وہ کئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نذر کر چکے تھے۔ حضرت فاطمہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ انہی سے اور مکان دلوا دیجئے، آپ نے فرمایا کہاں تک، اب اُن سے کہتے کہتے شرم آتی ہے۔ حارثہ نے سنا تو دوڑے آئے کہ حضور میں اور میرے پاس جو کچھ ہے سب آپکا ہے خدا کی قسم جو مکان آپ لے لیتے ہیں، مجھ کو اس سے زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ وہ میرے پاس رہ جائے، غرض انھوں نے اپنا ایک مکان خالی کر دیا، حضرت فاطمہؓ اس میں اٹھ گئیں۔

شہنشاہ کونینؐ نے سیدۂ عالم کو جو جہیز دیا وہ بان کی چارپائی، چمڑے کا گدا جس کے اندر روئی کے بجائے کھجور کے پتے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک دو چکیاں، دو مٹی کے گھڑے۔

حضرت فاطمہؓ جب نئے گھر میں جا لیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا، پھر اندر آئے ایک برتن میں پانی منگوایا، دونوں ہاتھ اس میں ڈالے اور حضرت علیؓ کے سینہ اور بازوؤں

پر چھڑکا، پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا، وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا کہ میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل تر شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے[1]۔

جاہلی حمیت اور جذبۂ انتقام بدر: عرب میں صرف ایک شخص کا قتل لڑائی کا ایک سلسلہ چھیڑ دیتا تھا جو سیکڑوں برس تک ختم نہیں ہو سکتا تھا، طرفین میں سے جس کو شکست ہوتی تھی وہ انتقام کو ایسا فرض مؤکد جانتا تھا جس کے ادا کئے بغیر اس کی ہستی نہیں قائم رہ سکتی تھی، بدر میں قریش کے ستر آدمی مارے گئے جن میں اکثر وہ تھے جو قریش کے تاج و افسر تھے اس بنا پر تمام مکہ جوش انتقام سے لبریز تھا[2]۔

قریش کا کاروان تجارت جو جنگ بدر کے زمانے میں نفع کثیر کے ساتھ شام کو واپس آرہا تھا اس کا راس المال حصہ داروں کو تقسیم کر دیا گیا تھا لیکن زر منافع امانت کے طور پر محفوظ تھا۔

قریش کو کشتگان بدر کے ماتم سے فرصت ملی تو اس فرض کے ادا کا خیال آیا، چند سرداران قریش جن میں ابو جہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا، ان لوگوں کو جن کے عزیز واقارب جنگ بدر میں قتل ہو چکے تھے ساتھ لے کر ابو سفیان کے پاس گئے اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ہماری قوم کا خاتمہ کر دیا اب انتقام کا وقت ہے ہم چاہتے ہیں کہ مال تجارت کا جو نفع اب تک جمع ہے وہ اس کام میں صرف کیا جائے،

---

[1] سنن ابی داؤد کتاب النکاح باب الرجل یدخل بامراتہ، تفصیلات، دلائل النبوۃ للبیہقی ۳-۱۶۰ الاصابہ اور طبقات ابن سعد میں موجود ہیں۔ سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی ۱-۲۶۶

[2] سیرۃ النبی ۱- ۲۶۹

یہ ایک ایسی درخواست تھی جو پیش ہونے سے پہلے قبول کرلی گئی تھی لیکن قریش کو اب مسلمانوں کے قوت وزور کا اندازہ ہوچکا تھا، وہ جانتے تھے کہ جنگِ بدر میں جس سامان سے وہ گئے تھے اس سے اب کچھ زیادہ درکار ہے، عرب میں جوش پھیلانے اور دلوں کو گرمانے کا سب سے بڑا آلہ شعر تھا، قریش میں دو شاعر شاعری میں مشہور تھے، عَمروجُمحی، اور مسافع۔ عمرو جمحی غزوۂ بدر میں گرفتار ہوگیا تھا لیکن رسولُ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اقتضائے رحم سے اس کو رہا کر دیا تھا، قریش کی درخواست پر وہ اور مسافع مکّے سے نکلے اور قبائلِ قریش میں اپنی آتش بیانی سے آگ لگائے لڑائیوں میں ثابت قدمی اور جوشِ جنگ کا بڑا ذریعہ خاتونانِ حرم تھیں، جس لڑائی میں خاتونیں ساتھ ہوتی تھیں، عرب جانوں پر کھیل جاتے تھے کہ شکست ہوگی تو عورتیں بے حرمت ہوں گی۔ بہت سی عورتیں ایسی تھیں جن کی اولاد جنگِ بدر میں قتل ہوچکی تھی اس لئے وہ خود جوشِ انتقام سے لبریز تھیں اور انھوں نے منّتیں مانی تھیں کہ اولاد کے قاتلوں کا خون پی کر دم لیں گی، غرض فوجیں تیار ہوئیں تو بڑے بڑے معزز گھرانوں کی عورتیں بھی فوج میں شامل ہوئیں۔[1]

حضرت حمزہؓ نے ہند کے باپ عتبہ کو بدر میں قتل کیا تھا، جبیر بن مطعم کا چچا بھی حمزہؓ کے ہاتھ سے مارا گیا تھا، اس بناپر ہند نے وحشی کو جو جبیر کا غلام اور حربہ اندازی میں کمال رکھتا تھا، حضرت حمزہؓ کے قتل پر آمادہ کیا اور یہ قرار ہوا کہ اس کارگزاری کے صلہ میں وہ آزاد کر دیا جائے گا۔[2]

---

[1] تاریخ طبری ۳-۵۸، ۵۹ سیرۃ ابن ہشام ۲-۶۰، ۶۱
[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہ ابن عبدالمطلب۔

حضرت عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا گو اسلام لا چکے تھے لیکن اب تک مکہ ہی مقیم تھے انھوں نے تمام حالات لکھ کر ایک تیز رَو قاصد کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے اور قاصد کو تاکید کی کہ تین دن رات میں مدینہ پہنچ جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ خبریں پہنچیں تو آپؐ نے پانچویں شوال ۳ھ کو دو خبر رساں جن کے نام انسؓ اور مونسؓ تھے۔ خبر لانے کے لئے بھیجے' انھوں نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا لشکر مدینہ کے قریب آگیا اور مدینہ کی چراگاہ (عُرَیض) کو ان کے گھوڑوں نے صاف کر دیا۔[1]

آپؐ نے حُباب بن مُنذِر کو بھیجا کہ فوج کی تعداد کی خبر لائیں' انھوں نے آکر صحیح تخمینہ سے اطلاع دی' چونکہ شہر پر حملہ کا اندیشہ تھا، ہر طرف پہرے بٹھا دیئے گئے' حضرت سعدؓ بن عُبادہ اور سعدؓ بن مُعاذ ہتھیار لگا کر تمام رات مسجدِ نبوی کے دروازہ پر پہرہ دیتے رہے۔[2]

صبح کو آپؐ نے صحابہ سے مشورہ کیا، مہاجرین نے عموماً اور انصار میں سے اکابر نے رائے دی کہ عورتیں باہر قلعوں میں بھیجدی جائیں اور شہر میں پناہ گیر ہو کر مقابلہ کیا جائے' عبداللہ بن اُبَیّ بن سَلُول جو اب تک کبھی شریکِ مشورہ نہیں کیا گیا تھا اُس نے بھی یہی رائے دی لیکن اُن نوخیز صحابہؓ نے جو جنگ بدر میں شریک نہ ہو سکے تھے اس بات پر اصرار کیا کہ شہر سے نکل کر حملہ کیا جائے' آنحضرت

---

[1] سیرۃ حلبیہ ۲ - ۴۹۰

[2] سیرۃ حلبیہ ۲ - ۴۹۰

صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر تشریف لائے اب لوگوں کو ندامت ہوئی کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خلاف مرضی نکلنے پر مجبور کیا، سب نے عرض کی کہ ہم اپنی رائے سے باز آتے ہیں، ارشاد ہوا کہ پیغمبر کو زیبا نہیں کہ ہتھیار پہن کر اتار دے[1]

اُحد کے دامن میں: قریش بدھ کے دن مدینہ کے قریب پہنچے اور کوہِ اُحد پر پڑاؤ ڈالا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن نمازِ جمعہ پڑھ کر ایک ہزار صحابہؓ کے ساتھ شہر سے نکلے، عبداللہ بن اُبی تین سو کی جمعیت لے کر آیا تھا لیکن یہ کہہ کر واپس چلا گیا کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے میری رائے نہ مانی" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ اب صرف سات سو صحابہؓ رہ گئے[2] ان میں ایک سو زرہ پوش تھے، مدینہ سے باہر نکل کر فوج کا جائزہ لیا گیا اور جو لوگ کمسن تھے واپس کر دئے گئے، ان میں حضرت زید بن ثابت، براء بن عازب، ابوسعید خدری، عبداللہ بن عمرؓ اور عَرابہ اوسی بھی تھے لیکن جاں نثاری کا یہ ذوق تھا کہ نوجوانوں میں سے جب رافع بن خدیج سے کہا گیا کہ تم عمر میں چھوٹے ہو واپس جاؤ تو وہ انگوٹھوں کے بل تن کر کھڑے ہو گئے کہ قد اونچا نظر آئے چنانچہ ان کی یہ ترکیب چل گئی اور وہ لے لئے گئے، سمرہ ایک نوجوان جوان کے سن تھے انھوں نے یہ دلیل پیش کی کہ میں رافع کو لڑائی میں پچھاڑ لیتا ہوں اس لئے اگر ان کو اجازت ملتی ہے تو

---

[1] صحیح البخاری کتاب الاعتصام، باب قول اللہ تعالیٰ وامرہم شوریٰ بینہم، مسند احمد ۱- ۳۵۱ سنن دارمی ۲- ۱۲۹

[2] زاد المعاد ۳- ۱۹۴ سیرۃ ابن ہشام ۲- ۶۴

مجھ کو بھی ملنی چاہیئے دونوں کا مقابلہ کرایا گیا اور سمرہ نے رافع کو زمین پر دے مارا اس بنا پر ان کو اجازت مل گئی[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُحد کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی مصعب بن عمیر کو علَم عنایت کیا، زبیر بن العوام رسالہ کے افسر مقرر ہوئے۔ حضرت حمزہؓ کو اُس حصۂ فوج کی کمان ملی جو زرہ پوش نہ تھے[2] پشت کی طرف احتمال تھا کہ دشمن ادھر سے آئیں اس لئے پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ معین فرمایا اور حکم دیا کہ گو لڑائی فتح ہو جائے تاہم وہ جگہ سے نہ ہٹیں، عبداللہ بن جُبیر ان تیر اندازوں کے افسر مقرر ہوئے[3]

قریش کو بدر میں تجربہ ہو چکا تھا، اس لئے انھوں نے نہایت ترتیب سے صف آرائی کی، میمنہ پر خالد بن ولید کو مقرر کیا، میسرہ عکرمہ کو دیا جو ابوجہل کے فرزند تھے، سواروں کا دستہ صفوان بن اُمیّہ کی کمان میں تھا جو قریش کا مشہور رئیس تھا تیر اندازوں کے دستے الگ تھے جن کا افسر عبداللہ بن ربیعہ تھا، طلحہ علمبردار تھا دو سو گھوڑوں کوتل رکاب میں تھے کہ ضرورت کے وقت کام آئیں[4]۔ سب سے پہلے طبل جنگ کے بجائے خاتونانِ قریش دف پر اشعار پڑھتی ہوئی بڑھیں جن میں کشتگانِ بدر کا ماتم اور انتقام خون کے رجز تھے۔

---

[1] تاریخ طبری ۳-۶۱ سیرۃ ابن کثیر ۳-۳۰ سیرۃ ابن ہشام ۲-۶۶
[2] تاریخ طبری ۳-۶۱-۶۲ [3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ اُحد
[4] تاریخ طبری ۳-۶۲، ۶۳

ہند (ابوسفیان کی بیوی) آگے آگے اور چودہ عورتیں ساتھ ساتھ تھیں، اشعار یہ تھے ؎

نحن بنات طارق   نمشی علی النمارق

ان تقبلوا نعانق   او تدبروا نفارق

"ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں، ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں، اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملیں گے اور پیچھے قدم ہٹایا تو ہم تم سے الگ ہوجائیں گے"[1]

لڑائی کا آغاز: لڑائی کا آغاز اس طرح ہوا کہ ابو عامر جو مدینہ منورہ کا ایک مقبولِ عام شخص تھا ڈیڑھ سو آدمیوں کے ساتھ میدان میں آیا اسلام سے پہلے زہد اور پارسائی کی بنا پر تمام مدینہ اس کی عزت کرتا تھا چونکہ اس کو خیال تھا کہ انصار جب اس کو دیکھیں گے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑ دیں گے میدان میں آکر پکارا "مجھ کو پہچانتے ہو؟ میں ابو عامر ہوں"! انصار نے کہا ہاں او بدکار! ہم تجھ کو پہچانتے ہیں خدا تیری آرزو بر نہ لائے[2]

قریش کا علمبردار طلحہ صف سے نکل کر پکارا، کیوں مسلمانو! تم میں

---

[1] سیرۃ ابن کثیر ۳-۳۱ سیرۃ ابن ہشام ۲۷-۲۸ ان اشعار کا ذکر مستدرک میں حاکم نے کیا ہے اور اس حدیث کو امام ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے ۳ - ۲۵۶

[2] مسند احمد ۴-۴۶ مستدرک حاکم ۲-۱۰۷، ۱۰۸

کوئی ہے؟ جو مجھکو جلد دوزخ میں پہونچادے یا خود میرے ہاتھوں بہشت میں پہنچ جائے۔" علی مرتضیٰؓ نے صف سے نکل کر کہا "میں ہوں" یہ کہہ کر تلوار ماری اور طلحہ کی لاش زمین پر تھی[1] طلحہ کے بعد اُس کے بیٹے عثمان نے جس کے پیچھے پیچھے عورتیں اشعار پڑھتی آتی تھیں علَم ہاتھ میں لیا اور رجز پڑھتا ہوا حملہ آور ہوا۔

انّ علی اھل اللواء حقاً　　ان تخضب الصّعدۃ او تندقا

"نیزہ بردار کا فرض ہے کہ نیزہ خون میں رنگ دے یا ٹکرا کر ٹوٹ جائے۔"

حضرت حمزہؓ مقابلہ کو نکلے اور شانہ پر تلوار ماری کہ کمر تک اُتر آئی ساتھ ان کی زبان سے نکلا کہ "میں ساقی حجاج کا بیٹا ہوں" اب عام جنگ شروع ہوگئی[2] حضرت حمزہؓ حضرت علیؓ، ابودجانہ فوجوں کے دل میں گھسے اور صفیں کی صفیں صاف کردیں[3] ابودجانہ عرب کے مشہور پہلوان تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دست مبارک میں تلوار لے کر فرمایا "کون اس کا حق ادا کرتا ہے"؟ اس سعادت کیلئے دفعتہً بہت سے ہاتھ بڑھے لیکن یہ فخر ابودجانہ کے نصیب میں تھا اس غیر متوقع عزت نے ان کو مغرور کر دیا، سر پر سرخ رومال باندھا اور اکڑتے تنتے ہوئے فوج سے نکلے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "یہ چال خدا کو سخت ناپسند ہے لیکن اس وقت پسند ہے۔ ابودجانہؓ فوجوں کو چیرتے لاشوں پر لاشے گراتے بڑھتے چلے جاتے تھے یہاں تک کہ ہند سامنے آگئی اس کے سر پر تلوار رکھ کر اٹھالی کہ

---

[1] تاریخ طبری ۳-۶۳　[2] سیرۃ ابن کثیر ۳-۳۴ سیرۃ ابن ہشام ۲-۳-۴
[3] تاریخ طبری ۳-۶۴

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار اس قابل نہیں کہ عورت پر آزمائی جائے[1]

حضرت حمزہؓ دو دستی تلوار مارتے جاتے تھے اور جس طرف بڑھتے تھے صفیں کی صفیں صاف ہوجاتی تھیں۔ اسی حالت میں سباع غبشانی سامنے آگیا پکار کر " او ختانۃ النساء کے بچے! کہاں جاتا ہے؟ یہ کہہ کر تلوار ماری وہ خاک پر ڈھیر تھا۔ وحشی جو ایک حبشی غلام تھا اور جس سے جُبیر بن مطعم اس کے آقا نے وعدہ کیا تھا کہ اگر وہ حمزہؓ کو قتل کردے تو آزاد کردیا جائے گا، وہ حضرت حمزہؓ کی تاک میں تھا۔ حضرت حمزہؓ برابر آئے تو اُس نے چھوٹا سا نیزہ جس کو حَربہ کہتے ہیں اور جو حبشیوں کا خاص ہتھیار ہے پھینک کر مارا جو ناف میں لگا اور پار ہوگیا[2] حضرت حمزہؓ نے اس پر حملہ کرنا چاہا لیکن لڑکھڑا کر گر پڑے اور روح پرواز کرگئی[3]۔

مسلمانوں کے خلاف جنگ کا پانسہ کیسے پلٹا؟

کفار کے علمبردار لڑ لڑ کر قتل ہوجاتے تھے تاہم عَلَم گرنے نہیں پاتا تھا، ایک کے گرنے سے دوسرا جانباز بڑھ کر علم کو ہاتھ میں لے لیتا تھا ایک شخص نے جس کا نام صوآب تھا جب علم ہاتھ میں لیا تو کسی نے بڑھ کر اس زور سے تلوار ماری کہ دونوں ہاتھ ساتھ کٹ کر گر پڑے لیکن وہ قومی علم کو اپنی

---

[1] مستدرک حاکم ۲-۲۵۶ ذہبی نے توثیق فرمائی ہے۔ تاریخ طبری ۲-۶۳ سیرۃ ابن کثیر ۳-۳۰، ۳۱ اس واقعہ کے بعض حصے امام مسلم اور امام احمد نے بھی نقل فرمائے ہیں۔

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قتل حمزہ بن عبد المطلب [3] سیرۃ ابن کثیر ۳-۳۴

آنکھوں سے خاک پر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ علم کے گرنے کے ساتھ سینہ کے بل زمین پر گرا اور علم کو سینہ سے دبالیا اسی حالت میں یہ کہتا ہوا مارا گیا کہ "میں نے اپنا فرض ادا کر دیا" علم دیر تک خاک پر پڑا رہا آخر ایک بہادر خاتون (عمرہ بنت علقمہ) دلیرانہ بڑھی اور علم کو ہاتھ میں لے کر بلند کیا، یہ دیکھ کر ہر طرف سے قریش سمٹ آئے اور اکھڑے ہوئے پاؤں پھر جم گئے۔[1]

ابو عامر کفار کی طرف سے لڑ رہا تھا لیکن اس کے صاحبزادے حنظلہ اسلام لاچکے تھے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے باپ کے مقابلہ میں لڑنے کی اجازت مانگی، لیکن رحمتِ عالم نے یہ گوارا نہ کیا کہ بیٹا باپ پر تلوار اٹھائے۔ حنظلہ نے کفار کے سپہ سالار (ابوسفیان) پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ اُن کی تلوار ابوسفیان کا فیصلہ کر دے۔ دفعتہً پہلو سے شداد ابن الاسود نے جھپٹ کر اُن کے وار کو روکا اور اُن کو قتل کر دیا تاہم لڑائی کا پلہ مسلمانوں ہی کی طرف بھاری تھا[2] بہادر نازنین جو رجز سے دلوں کو ابھار رہی تھیں بدحواسی کے ساتھ پیچھے ہٹیں اور مطلع صاف ہوگیا لیکن ساتھ ہی مسلمانوں نے لوٹ شروع کر دی یہ دیکھ کر تیر انداز جو پشت پر مقرر کئے گئے تھے وہ بھی غنیمت کی طرف جھکے۔ عبداللہ بن جُبیرؓ نے بہت روکا لیکن وہ نہ رُک سکے[3]۔ تیر اندازوں کی جگہ خالی دیکھ کر خالد نے عقب سے حملہ کیا عبداللہ بن جُبیر چند جانبازوں کے ساتھ جم کر لڑے لیکن سب کے سب شہید ہوئے اب راستہ

---

[1] سیرۃ ابن کثیر ۳-۴۳، طبری ۳-۶۵ سیرۃ ابن ہشام ۲-۷۸ [2] مستدرک حاکم ۳-۲۲۵ طبری ۳-۶۹ [3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد۔

صاف تھا، خالد نے سواروں کے دستہ کے ساتھ نہایت بے جگری سے حملہ کیا، لوگ لوٹنے میں مصروف تھے مڑ کر دیکھا تو تلواریں برس رہی ہیں، بدحواسی میں دونوں فوجیں اس طرح باہم مل گئیں کہ خود مسلمان مسلمانوں کے ہاتھ سے مارے گئے[1] مُصعَب بن عُمَیرؓ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے صورت میں مشابہ اور علمبردار تھے ابن قمیّہ نے ان کو شہید کر دیا[2] مشرکین کا اتنے زور کا ریلہ آیا کہ اکثر صحابہؓ کے قدم اکھڑ گئے اور دشمن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گئے۔ آپ کے چہرۂ مبارک کو زخمی کر دیا، مِغفَر کی دو کڑیاں چہرۂ مبارک میں چبھ کر رہ گئیں اور داہنی طرف کا نیچے کا دانت شہید ہو گیا۔[3] چاروں طرف سے تلواریں اور تیر برس رہے تھے آپ اپنے پہلو پر ایک گڑھے میں گر گئے۔ حضرت علیؓ نے ہاتھ پکڑا اور حضرت طلحہؓ نے گود میں اٹھا لیا[4]

اس بدحواسی اور پریشانی میں خبر اڑ گئی کہ آپ شہید ہو گئے، اس اضطرار میں اکثروں نے ہمت ہار دی اور جو جہاں تھا وہیں کا وہیں رہ گیا[5] حضرت انسؓ بن نضر نے چند مسلمانوں کو دیکھا کہ ہتھیار پھینک دئے ہیں اور مغموم بیٹھے ہیں پوچھا بیٹھے کیا کر رہے ہو؟ انھوں نے کہا کہ حضورؐ تو شہید ہو گئے بولے پھر جی کر کیا کرو گے؟ اٹھو جس پر رسول اللہ نے جان دی اُس پر تم بھی جان دیدو، حضرت انسؓ نے مسلمانوں

---

[1] طبری ۳-۶۳ سیرۃ ابن ہشام ۲-۷۸ [2] طبری ۳-۶۶ سیرۃ ابن ہشام ۲-۷۳
[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجراح یوم اُحد
[4] زاد المعاد ۳-۱۹۷ سیرۃ ابن ہشام ۲-۸۰ [5] طبری ۳-۶۸

کی طرف اشارہ کرکے کہا اے اللہ ان کے فعل سے میں معذرت کرتا ہوں اور مشرکین کے عمل سے میں بری ہوں، آگے بڑھے تو سعدؓ بن معاذ ملے انسؓ نے کہا سعد! مجھے جنت کی خوشبو احد پہاڑ کے اسی طرف سے آرہی ہے یہ کہہ کر بڑے جوش کے ساتھ حملہ کیا اور شہید ہوگئے۔ شہادت کے بعد دیکھا گیا تو جسم پر اسی سے اوپر زخم تھے اور لاش پہچان نہیں پڑتی تھی اُن کی بہن نے انگلی کے پور کے ایک نشان سے پہچانا[1]۔ ایک مہاجر کا گذر ایک انصاری کے پاس ہوا دیکھا تو وہ خون میں لوٹ پوٹ ہیں کہا تم کو معلوم ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہوگئے، انھوں نے جواب دیا کہ اگر آپؐ شہید ہوگئے تو اپنی مراد کو پہنچ گئے، تم بھی اپنے دین پر جان دیدو[2]۔

محبت و جاں نثاری کے نمونے اور مسلمانوں کا دوبارہ جماؤ:

جانثارانِ خاص برابر لڑتے جاتے تھے لیکن نگاہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ڈھونڈھتی تھیں سب سے پہلے کعبؓ بن مالک کی نظر آپؐ پر پڑی، چہرۂ مبارک پر مغفر تھا لیکن آنکھیں نظر آتی تھیں کعبؓ نے پہچان کر پکارا "مسلمانو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ ہیں"۔ یہ سُن کر ہر طرف سے جان نثار ٹوٹ پڑے[3] کفار نے اب ہر طرف سے ہٹ کر اسی رُخ پر زور دیا، دَل کا دَل ہجوم کرکے بڑھتا تھا، حضرت طلحہؓ نے اپنے پرجوش حملوں سے اُن کو پیچھے ہٹا دیا، تیروں کی

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ بدر [2] سیرۃ ابن کثیر ۳ - ۶۱
[3] طبری ۳ - ۶۷ سیرۃ ابن کثیر ۳ - ۶۸

چاروں طرف سے بارش تھی[۱] حضرت ابو دُجانہؓ نے اپنی پیٹھ کو آپؐ پر جھکا کر ڈھال بنا دیا، تیر اُن کی پیٹھ پر لگ رہے تھے اور وہ بے حس و حرکت کھڑے تھے[۲] ایک مرتبہ زور شور کا حملہ ہوا آپ نے فرمایا کہ کون ان کو پیچھے ڈھکیلتا ہے اور جنت لیتا ہے، سات انصاری کھڑے تھے ایک ایک آدمی باری باری بڑھتا رہا اور آپ یہی فرماتے رہے ساتوں اس جگہ کام آگئے[۳] حضرت طلحہؓ نے اپنے ہاتھ سے سپر کا کام لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب آنے والے تیر اپنے ہاتھ سے رُوکے یہ ہاتھ ہمیشہ کیلئے شل ہوگیا تھا[۴] بے درد رحمتِ عالمؐ پر تیر برسا رہے تھے اور آپؐ کی زبان پر یہ الفاظ تھے رَبِّ اغْفِرْ قَوْمِیْ فَاِنَّهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ اے خدا! میری قوم کو بخش دے یہ جانتے نہیں[۵] حضرت طلحہؓ زخم کھاتے کھاتے چوُر چوُر ہو کر گر گئے صحابۂ کرامؓ جب پلٹ کر آئے تو آپؐ نے فرمایا طلحہؓ کی خبر لو اُن کی حالت نازک ہے لوگوں نے ان کو اٹھایا تو ان کو دس سے اوپر زخم تھے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے بھی بیسؔ سے اوپر زخم آئے تھے[۶] حضرت ابو طلحہؓ جو مشہور قدر انداز تھے انھوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں اُن کے ہاتھ ٹوٹ ٹوٹ کر رہ گئیں انھوں نے سپر سے آنحضرت

---

[۱] مستدرک حاکم ۳-۱۷ا [۲] طبری ۳-۶۶ [۳] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوۂ اُحد
[۴] صحیح البخاری کتاب المغازی
[۵] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوۂ اُحد
[۶] مستدرک حاکم ۳-۲۴۸ سیرۃ ابن ہشام ۲-۸۳

صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ پر اوٹ کر لیا تھا کہ آپ پر کوئی وار نہ آنے پائے' آپ کبھی گردن اٹھا کر دشمنوں کی فوج کی طرف دیکھتے تو عرض کرتے کہ آپ گردن نہ اٹھائیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر لگ جائے یہ میرا سینہ سامنے ہے[1] حضرت سعد بن وقاص بھی مشہور تیر انداز تھے اور اس وقت آپ کے رکاب میں حاضر تھے' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ترکش ان کے سامنے ڈال دیا اور فرمایا تم پر میرے ماں باپ قربان" تیر مارتے جاؤ۔[2] ایک دفعہ ہجوم ہوا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کون مجھ پر جان دیتا ہے"؟ زیاد بن سکن پانچ انصاری نے کر اس خدمت کے ادا کرنے کیلئے بڑھے اور ایک ایک نے جانبازی سے لڑکر جانیں فدا کر دیں زیاد کو یہ شرف حاصل ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان کا لاشہ قریب لاؤ' لوگ اٹھا کر لائے' کچھ کچھ جان باقی تھی قدموں پر رکھ دیا اور اسی حالت میں جان دی[3]

سر بوقت ذبح اپنا اُس کے زیر پائے ہے
یہ نصیب' اللہ اکبر لوٹنے کی جائے ہے

ایک بہادر مسلمان اس عالم میں بھی بے پروائی کے ساتھ کھڑا کھجوریں کھا رہا تھا اُس نے بڑھ کر پوچھا کہ "یا رسول اللہ اگر میں مارا گیا تو کہاں ہوں گا؟

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد۔ صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوۃ النساء مع الرجال ۔ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد
[3] طبری ۳-۶۵، ۶۶ سیرۃ ابن ہشام ۲-۸۱

آپؐ نے فرمایا "جنت میں" اس بشارت سے بیخود ہوکر وہ اس طرح کفار ٹوٹ پڑا کہ مارا گیا[1] عین اس وقت جبکہ کافروں نے عام حملہ کردیا تھا اور آپؐ کے ساتھ صرف چند جاں نثار رہ گئے تھے، اُم عمارہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہونچیں اور اپنا سینہ سپر کردیا، کفار جب آپ پر بڑھتے تھے تو تیر اور تلوار سے روکتی تھیں، ابن قمیئہ جب درّاتا ہوا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچ گیا تو ام عمارہ نے بڑھ کر روکا، چنانچہ کندھے پر زخم آیا اور غار پڑ گیا انھوں نے بھی تلوار ماری لیکن وہ دُہری زرہ پہنے ہوئے تھا اس لئے کارگر نہ ہوئی[2]

اُبی بن خلف لوہے میں ڈوبا ہوا آپ کی طرف بڑھا وہ یہ کہتا جاتا تھا کہ اگر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بچ گئے تو میری خیر نہیں، اُس نے مکّہ میں آپؐ کے شہید کرنے کی قسم کھائی تھی۔ اس کی ایک ہنسلی زرہ اور خود درمیانی سوراخ سے نظر آرہی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس پر نیزہ سے وار کیا اور وہ گھوڑے سے گر گیا اُس کے ساتھیوں نے اس کو اٹھالیا وہ بیل کی طرح چلاتا تھا لوگوں نے اُس سے کہا کہ گھبرانے کی کیا بات ہے یہ تو ایک معمولی خراش ہے اُس نے کہا کہ تم کو معلوم نہیں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے کہا تھا کہ وہ مجھے قتل کریں گے، مجھے اس زخم کی اتنی تکلیف ہے کہ اگر ذوالمجاز کی بستی پر تقسیم

---

[1] صحیح البخاری، کتاب المغازی باب غزوۂ اُحد

[2] سیرۃ ابن کثیر ۳-۶۷ سیرۃ ابن ہشام ۲-۸۱، ۸۲

کر دی جائے تو وہ سب مر جائیں ۔ اُبی اَبن خلف راَبغ پہنچ کر مرگیا۔[1]

صحابۂ کرامؓ سب طرف سے آپؐ کے پاس آکر جمع ہوگئے، خود کی ایک کڑی رُخسار مبارک میں دھنس گئی تھی، حضرت ابوبکرؓ کہتے ہیں کہ میں اس کو نکالنے چلا ابوعبیدہؓ نے خدا کی قسم دے کر مجھ سے کہا کہ مجھے اس کا موقع دو، انھوں نے دانتوں میں اس کو دباکر اس طرح آہستہ آہستہ نکالنا شروع کیا کہ حضورؐ کو تکلیف نہ ہو، کڑی نکل آئی اور اس کے ساتھ ابوعلیدہ کا دانت اکھڑ گیا میں دوسری کڑی کو نکالنے کے لئے بڑھا، ابوعبیدہؓ نے پھر قسم دی اور اسی طرح آہستہ آہستہ نکالنا شروع کیا اور اُن کا دوسرا دانت بھی اکھڑ گیا۔[2] مالک بن سنان انصاری نے رخسار مبارک کے خون کو چوس لیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کلی کردو" انھوں نے عرض کیا، بخدا کبھی کلی نہ کروں گا جب وہاں سے چلے تو حضورؐ نے فرمایا کہ اگر کسی کو جنتی دیکھنے کا شوق ہو تو انھیں دیکھ لے۔[3]

آپؐ کی وفات کی خبر مدینہ میں پہنچی تو اخلاص شعار نہایت بیتابی کے ساتھ دوڑنے جناب فاطمہ زہراؓ نے آکر دیکھا تو ابھی تک چہرۂ مبارک سے خون جاری ہے، حضرت علیؓ سپر میں بھر کر پانی لائے، جناب سیدہ دھوتی تھیں لیکن خون نہیں تھمتا تھا بالآخر چٹائی کا ایک ٹکڑا جلایا اور زخم پر رکھ دیا خون فوراً تھم گیا۔[4] آپؐ نے ایک چٹان چڑھنا چاہا لیکن ناطاقتی سے چڑھ نہیں سکے، حضرت

---

[1] طبری ۳ - ۶۷ سیرۃ ابن کثیر ۳ - ۶۹ سیرۃ ابن ہشام ۲ - ۸۴ [2] مستدرک حاکم ۳ - ۲۹ کتاب المغازی والسیر [3] مستدرک حاکم ۳ - ۶۵ سیرۃ ابن ہشام ۲ - ۸۰ [4] صحیح البخاری کتاب المغازی باب ما اصاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الجراح یوم احد صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوۂ احد

طلحہؓ بیٹھ گئے اور اپنے کو زینہ بنا دیا۔ نماز کا وقت ہوا تو آپ نے بیٹھے بیٹھے نماز پڑھائی۔[1]

اس جنگ میں بعض صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے (جبکہ حضورؐ کو بھی کئی زخم آئے تھے) عرض کیا "کاش آپ مشرکین پر بد دعا فرمائیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انی لم ابعث لعانا ولکن بعثت داعیا ورحمۃ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون" (میں لعنت کرنے کیلئے نبی نہیں بنایا گیا مجھے تو خدا کی طرف بلانے والا اور سراپا رحمت بنایا گیا ہے اے خدا! میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ مجھے جانتے نہیں۔[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثابت قدموں کے ساتھ پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گئے کہ دشمن ادھر نہیں آسکتے تھے' ابوسفیان نے دیکھ لیا فوج لے کر پہاڑی پر چڑھا لیکن حضرت عمرؓ اور چند صحابہؓ نے پتھر برسائے جس سے وہ آگے نہ بڑھ سکا۔[3] ابوسفیان نے سامنے کی پہاڑی پر چڑھ کر پکارا کہ "یہاں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں؟" آپؐ نے حکم دیا کوئی جواب نہ دے' ابوسفیان نے حضرت ابوبکرؓ اور عمرؓ کا نام لے کر پکارا' اور جب کچھ آواز نہ آئی تو پکار کر بولا سب مارے گئے' حضرت عمرؓ سے ضبط نہ ہو سکا بول اٹھے او دشمن خدا! ہم سب زندہ ہیں۔

---

[1] مستدرک حاکم ۳-۲۸ کتاب المغازی والسیر امام ذہبی نے اسکو مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے۔
[2] زاد المعاد ۳-۷۰ وسیرۃ ابن ہشام ۳-۸۶، ۸۷
[3] رحمۃ للعلمین ۱-۱۱۱ بحوالہ الشفا قاضی عیاض ص: ۴۷ [4] سیرۃ ابن کثیر ۳-۴۵

ابوسفیان نے کہا:

اُعلُ هُبَل "اے ہبل! تو اونچا رہ"

صحابہؓ نے آنحضرت صلی اللہ وسلم کے حکم سے کہا:

اللّٰہُ اَعلیٰ وَاَجَل "خدا اونچا اور بڑا ہے"

ابوسفیان نے کہا:

لنا العُزّیٰ ولا عُزّیٰ لکم "ہمارے پاس عزّیٰ ہے تمھارے پاس نہیں"

صحابہؓ نے کہا:

اللّٰہُ مَولانا ولا مَولیٰ لکم "خدا ہمارا آقا ہے اور تمھارا کوئی آقا نہیں"

ابوسفیان نے کہا: آج کا دن بدر کے دن کا جواب ہے، فوج کے لوگوں نے مُردوں کے ناک کان کاٹ لئے ہیں، میں نے یہ حکم نہیں دیا تھا لیکن مجھ کو معلوم ہوا تو کچھ رنج بھی نہیں ہوا[1]۔

چند شہداء کا حال:

حضرت زید ابن ثابتؓ کہتے ہیں مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیعؓ کو دیکھنے کیلئے بھیجا اور مجھ سے فرمایا کہ وہ اگر تم کو مل جائیں تو اُن کو میرا سلام کہنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پوچھتے ہیں کہ تم اپنے کو کس حال میں پاتے ہو؟ زید کہتے ہیں کہ میں لاشوں کو دیکھتا پھرتا تھا کہ میری نظر سعد پر پڑی ان کا دم واپسیں تھا ان کے جسم میں نیزے، تیر، تلوار کے ستر

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ احد

زخم تھے، میں نے کہا سعد! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم کو سلام کہتے ہیں اور فرماتے ہیں تم کس حال میں ہو؟ انھوں نے جواب دیا کہ حضورؐ کو میرا سلام کہنا اور عرض کرنا مجھے جنت کی خوشبو آرہی ہے، میری قوم انصار سے میرا پیام کہنا کہ جب تک ایک جھپکنے والی آنکھ بھی تم میں سے باقی ہے اس وقت تک اگر دشمن نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچ گیا تو خدا کے حضور میں تم کوئی عذر پیش نہ کرسکو گے" یہ کہہ کر اُن کی رُوح پرواز کر گئی[1]

شہدا میں دیکھا گیا تو عمرو بن ثابت کی بھی لاش تھی اُن کا لقب اُصیرم ہے، یہ قبیلہ بنی عبدالاشہل سے تعلق رکھتے تھے، اُحد کے معرکہ سے پہلے اُن کو اسلام سے ہمیشہ انکار رہا۔ اُحد کے دن دفعتہً ان کے دل میں اسلام کا جذبہ پیدا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ تشریف لے جاچکے تھے یہ مسلمان ہوئے تلوار ہاتھ میں لی اور جنگ میں شریک ہوگئے کسی کو اس کی اطلاع نہیں ہوئی، جب میدان صاف ہوا اور بنی عبدالاشہل اپنے قبیلہ کے شہدا کی تلاش میں نکلے تو دیکھا کہ اُصیرم بھی زخمی پڑے ہیں اور کچھ سانس باقی ہے انھوں نے کہا یہ تو اُصیرم معلوم ہوتے ہیں یہ یہاں کہاں، یہ تو اسلام کے منکر تھے پھر انھوں نے اُن سے پوچھا کہ تم یہاں کیسے آئے؟ کیا قوم کی حمیت میں یا اسلام کی محبت میں؟ انھوں نے کہا نہیں بلکہ اسلام کی محبت میں، میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لایا اور میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ

---

[1] مستدرک حاکم ۳ - ۲۲۱ کتاب معرفۃ الصحابہ ذکر مناقب سعد بن ربیع

جہاد میں شرکت کی اور اس سعادت کو پہونچا یہ کہہ کر اُن کی رُوح پرواز کر گئی۔ لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تذکرہ کیا، آپ نے فرمایا وہ جنتی ہیں حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اصیرم کو ایک وقت کی نماز پڑھنے کی بھی نوبت نہیں آئی (اسلام لانے کے بعد ہی شہید ہو گئے)[۱]

انہی شہدا میں حضرت جابر کے والد حضرت عبداللہ بن عمرو بھی تھے انھوں نے اُحد سے پہلے حضرت مبشر بن عبدالمنذر کو (جو بدر میں شہید ہو چکے تھے۔) خواب میں دیکھا کہ وہ اُن سے کہہ رہے ہیں کہ تم ہمارے پاس چند ہی دن میں آنے والے ہو، انھوں نے کہا تم کہاں ہو؟ مبشر نے کہا جنت میں، یہاں ہم آزادی کے ساتھ چلتے پھرتے ہیں، عبداللہ نے کہا کیا تم بدر میں شہید نہیں ہوئے؟ انھوں نے کہا ہاں لیکن پھر مجھے زندہ کر دیا گیا، حضرت عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا، آپؐ نے فرمایا۔ یہ شہادت کی طرف اشارہ ہے[۲] حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میرے والد کی لاش کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لایا گیا دشمنوں نے ان کے اعضا، کاٹے تھے، جب آپؐ کے سامنے اُن کو رکھا گیا تو میں ان کا مُنھ کھولنے چلا تو لوگوں نے مجھے منع کیا آپؐ نے فرمایا: کہ فرشتے برابر ان پر سایہ کرتے رہے ہیں[۳]

انہی شہدا میں حضرت خیثمہ بھی تھے اُن کے بیٹے بدر میں شہید ہوئے تھے

---

[۱] مستدرک حاکم ۳-۲۰۲ مسند احمد ۵-۴۲۸، ۴۲۹ [۲] مستدرک حاکم ۳-۲۲۵
[۳] صحیح البخاری کتاب المغازی باب من قتل من المسلین یوم اُحد

انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ بدر کی لڑائی سے میں رہ گیا حالانکہ مجھے اس کا بڑا شوق تھا لیکن قرعہ میں میرے بیٹے کا نام نکلا اور شہادت انہی کے نصیب میں تھی، یارسول اللہ میں نے رات اپنے بیٹے کو خواب میں دیکھا بہترین شکل وصورت ہے، جنت کے میووں اور نہروں کے درمیان چلتا پھرتا ہے اور مجھ سے کہتا ہے کہ مجھ سے آملو، ساتھ رہیں گے، میرے رب نے مجھ سے جو کچھ وعدہ کیا وہ میں نے حق پایا، خدا کی قسم یارسول اللہ اب میں جنت میں اس کی رفاقت کا بہت مشتاق ہوں، میری عمر بھی بہت ہوگئی ضعیفی کا زمانہ ہے اب مجھے اپنے رب کی ملاقات ہی کا شوق ہے آپ اللہ سے دعا فرمائیے کہ جنت میں رفاقت نصیب فرمائے، آپ نے ان کے حق میں دعا کی اور وہ اُحد میں شہید ہوگئے[1]

انہی شہداء میں عبدالرحمٰن بن جحش بھی تھے انھوں نے کہا تھا کہ اے اللہ تجھ کو قسم ہے کہ کل میرا دشمن کا سامنا ہو وہ مجھے قتل کریں پھر میرا پیٹ پھاڑیں اور ناک کان کاٹیں پھر تو مجھ سے سوال کرے کہ یہ سب کس لئے ہوا؟ میں کہوں یہ سب تیری خاطر[2]

انہی شہداء میں عمرو بن الجموح بھی تھے ان کے پاؤں میں سخت لنگ تھا ان کے چار جوان جوان بیٹے تھے جو ہمیشہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں شریک رہا کرتے تھے جب احد کا معرکہ پیش آیا تو عمرو نے بھی میدان کا

---

[1] زادالمعاد ۳-۲۰۸ [2] اسدالغابۃ ۳-۹۱، زادالمعاد ۲-۲۰۸

ارادہ کیا، بیٹوں نے کہا اللہ نے آپ کو جہاد سے معافی دی ہے آپ گھر میں رہیں اور ہم لڑنے جائیں، وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یا رسول اللہؐ میرے بیٹے مجھے جہاد سے روکتے ہیں، میں تو امید کرتا ہوں کہ میں شہید ہوں اور اپنے اس لنگڑے پاؤں سے جنت میں چلوں آپ نے فرمایا کہ "اللہ نے تم کو جہاد سے رخصت دی ہے اور ان کے بیٹوں سے فرمایا کہ "تمھارا کیا حرج ہے ان کو جانے دو شاید اللہ ان کو شہادت نصیب کرے"[1]

انہی شہدا میں حضرت مصعب بن عمیرؓ بھی تھے جن کے بدن پر اسلام سے پہلے دو سَو روپے سے کم کی پوشاک نہیں ہوتی تھی وہ صرف ایک کمّل چھوڑ کر شہید ہوئے تھے جو اتنا چھوٹا تھا کہ کفن دینے میں جب ان کا سر چھپایا جاتا تھا تو پاؤں کھل جاتے تھے اور جب پیر چھپائے جاتے تھے تو سر کھل جاتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ کمّل سے سر چھپا دو اور پاؤں پر گھاس ڈال دو[2]

اسی جنگ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب چچا شیرِ خدا حضرت حمزہؓ بھی شہید ہوئے۔ دشمنوں نے اُن کے اعضا کاٹ کر اُن کی لاش کو بےحرمت کیا تھا، ہند زوجہ ابوسفیان نے اِن پھولوں کا ہار بنایا اور اپنے گلے میں ڈالا، حضرت حمزہؓ کی لاش پر گئی اور اُن کا پیٹ چاک کر کے کلیجہ نکالا اور چبا گئی لیکن گلے سے اُتر نہ سکا اس لئے اُگل دینا پڑا[3]

---

[1] مستدرک حاکم ۳-۲۲۶- سیرۃ ابن ہشام ۲-۹۰ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ اُحد [3] سیرۃ ابن کثیر ۳-۷۴، ابن ہشام ۲-۹۱

حضرت صفیہ (حضرت حمزہؓ کی بہن) شکست کی خبر سن کر مدینہ سے
نکلیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے صاحبزادے زبیر کو بلا کر ارشاد فرمایا
کہ حمزہ کی لاش نہ دیکھنے پائیں۔ زبیر نے آنحضرت صلی اللہ کا پیغام سنایا، بولیں
کہ میں اپنے بھائی کا ماجرا سن چکی ہوں لیکن خدا کی راہ میں یہ کوئی بڑی قربانی نہیں
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دی' لاش پر گئیں' خون کا جوش تھا اور عزیز
بھائی کے ٹکڑے بکھرے پڑے ہوئے تھے لیکن اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ
کہہ کر چپ ہو رہیں اور مغفرت کی دعا مانگی[1]

خاتونانِ اسلام کی خدمت گذاری جاں نثاری: اس غزوہ میں اکثر خاتونانِ اسلام نے بھی شرکت کی
حضرت عائشہ اور ام سُلیم جو حضرت انسؓ کی ماں تھیں زخمیوں کو پانی پلاتی تھیں'
صحیح بخاری میں حضرت انسؓ سے منقول ہے کہ " میں نے عائشہؓ اور ام سلیمؓ
کو دیکھا کہ پائنچے چڑھائے ہوئے مشک بھر بھر کر لاتی تھیں اور زخمیوں کو پانی پلاتی
تھیں' مشک خالی ہو جاتی تھی تو پھر جا کر بھر لاتی تھیں[2]۔ ایک روایت میں ہے
کہ ام سُلیط نے بھی جو حضرت ابو سعید خدری کی ماں تھیں یہی خدمت انجام دی[3]
عین اس وقت جبکہ کافروں نے عام حملہ کر دیا تھا اور آپؐ کے ساتھ چند جاں نثار
رہ گئے تھے۔

---

[1] مستدرک حاکم ۳-۲۱۸ تاریخ طبری ۳-۲-۷ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب
غزوہ اُحد [3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب ذکر ام سلیط

انصار میں سے ایک عفیفہ کے باپ، بھائی، شوہر سب اس معرکہ میں مارے گئے تھے، باری باری تین سخت حادثوں کی صدا اس کے کانوں میں پڑتی تھیں لیکن وہ ہر بار صرف یہ پوچھتی تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیسے ہیں؟ لوگوں نے کہا بخیر ہیں، اُس نے پاس آکر چہرۂ مبارک دیکھا اور بے اختیار پکار اٹھی۔

کلّ مُصیبۃ بعدک جلل[1] تیرے ہوتے (آپکے ہوتے) سب مصیبتیں ہیچ ہیں، ے

میں بھی اور باپ بھی، شوہر بھی برادر بھی فدا   اے شہِ دیں ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

مسلمانوں کی طرف ستر آدمی مارے گئے جن میں زیادہ تر انصار تھے لیکن مسلمانوں کے افلاس کا یہ حال تھا کہ اتنا کپڑا بھی نہ تھا کہ شہدا کی پردہ پوشی ہوسکتی۔ شہدا بے غسل اسی طرح خون میں لتھڑے ہوئے دو دو ملا کر ایک قبر میں دفن کئے گئے جس کو قرآن زیادہ یاد ہوتا اس کو مقدم کیا جاتا، ان شہدا پر نماز جنازہ بھی اس وقت نہیں پڑھی گئی[2] آٹھ برس کے بعد وفات سے ایک دو برس پہلے جب آپ اُدھر سے گذرے تو بے اختیار آپ پر رقت طاری ہوئی اور اس طرح آپنے پُر درد کلمات فرمائے جیسا کوئی زندہ کسی مُردہ سے رخصت ہورہا ہو اور اُس کے بعد آپنے ایک خطبہ دیا کہ "مسلمانو! تم سے یہ خوف نہیں کہ تم پھر مشرک

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲-۹۹ سیرۃ ابن کثیر ۳-۹۳ طبری ۳-۴-۲،
[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب من قتل من المسلمین یوم اُحد

بن جاؤ گے، لیکن یہ ڈر ہے کہ دنیا میں نہ پھنس جاؤ[1]

سریہ حمراء الاسد:

دونوں فوجیں جب میدان سے الگ ہوئیں، تو مسلمان زخم سے چور تھے تاہم خیال کرکے کہ ابوسفیان مسلمانوں کو مغلوب سمجھ کر دوبارہ حملہ آور نہ ہو آپؐ نے مسلمانوں کی طرف روئے خطاب کرکے فرمایا کہ کون اُن کا تعاقب کریگا۔ فوراً ستر آدمیوں کی ایک جماعت اس مہم کے لئے تیار ہوگئی جن میں حضرت ابوبکرؓ و زبیرؓ بھی داخل تھے[2]

ابوسفیان اُحد سے روانہ ہوکر جب مقام روحا پہنچا، یہاں خیال آیا کہ کام ناتمام رہ گیا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہلے ہی سے گمان تھا' دوسرے ہی دن آپ نے اعلان کرا دیا کہ کوئی واپس نہ جائے' چنانچہ حمراء اسد تک جو مدینہ سے آٹھ میل ہے تشریف لے گئے' قبیلہ خزاعہ اس وقت تک ایمان نہیں لایا تھا لیکن در پردہ اسلام کا طرفدار تھا اس کا رئیس معبد خزاعی شکست کی خبر سُن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا' اور واپس جاکر ابوسفیان سے ملا' ابوسفیان نے اپنا ارادہ ظاہر کیا معبد نے کہا "میں دیکھتا آتا ہوں' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سروسامان سے آرہے ہیں کہ اُن کا مقابلہ ناممکن ہے غرض ابوسفیان واپس گیا[3]

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب اُحد جبل یحبنا و نحبہ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب الذین استجابوا للہ وللرسول [3] مسند احمد ۲-۸۴ ابن ہشام ۲-۱۰۰ تا ۱۰۴

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں تشریف لائے تو تمام مدینہ ماتم کدہ تھا آپؐ جس طرف سے گذرتے تھے گھروں سے ماتم کی آوازیں آتی تھیں، آپ کو عبرت ہوئی کہ سب کے عزیز و اقارب ماتمداری کا فرض ادا کر رہے ہیں لیکن حمزہؓ کا کوئی نوحہ خواں نہیں ہے رقت کے جوش میں آپ کی زبانِ مبارک سے بے اختیار نکلا۔ "اما حمزہ فلا بواکی لہ" لیکن حمزہ کا کوئی رونے والا نہیں۔

انصار نے یہ الفاظ سُنے تو تڑپ اٹھے سب نے جاکر اپنی بیویوں کو حکم دیا کہ دولتکدہ پر جاکر حضرت حمزہؓ کا ماتم کرو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا تو دروازہ پر پردہ نشینان انصار کی بھیڑ تھی اور حمزہؓ کا ماتم بلند تھا، ان کے حق میں دعائے خیر کی اور فرمایا میں تمھاری ہمدردی کا شکر گذار ہوں لیکن مُردوں پر نوحہ کرنا جائز نہیں [۱]

عضل و قارہ اور بئر معونہ کے دلدوز واقعات اور خبیبؓ کی جوانمردی:

جنگِ اُحد کے بعد دشمنوں نے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے اور پامال کرنے کی مختلف تدابیر پر عمل کیا۔ چنانچہ ۳ھ میں قریش نے قوم عضل اور قارہ کے سات شخصوں کو گانٹھ کر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجا کہ ہمارے قبیلے اسلام لانے کو تیار ہیں ہمارے ساتھ معلم کر دیجئے [۲]۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دس بزرگ صحابہ کو جن کے سردار عاصم بن ثابت تھے اُن کے ساتھ کر دیا۔ جب

[۱] مستدرک حاکم ۳ - ۲۱۵ ذہبی نے حدیث کی تصحیح فرمائی ہے، ابن ہشام ۲ - ۹۹ [۲] طبقات ابن سعد ۲ - ۵۰

یہ صحابہؓ اُن کی زد میں پہنچ گئے تو اُن کے دو سو جوان آئے کہ انھیں زندہ گرفتار کرلیں، تیر اندازوں نے ان سے کہا کہ "اُتر آؤ ہم تم کو امن دیتے ہیں" عاصمؓ نے کہا میں کافر کی پناہ میں نہیں آتا" یہ کہہ کر خدا سے خطاب کیا کہ" اپنے پیغمبر کو خبر پہونچا دے" غرض وہ مع سات آدمیوں کے لڑکر تیر اندازوں کے ہاتھ سے شہید ہوگئے[۱] قریش نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ عاصمؓ کے بدن سے گوشت کا ایک لوتھڑا کاٹ لائیں کہ ان کی شناخت نہ ہو' قدرتِ خداوندی نے شہید مسلم کی یہ تحقیر گوارا نہ کی، شہد کی مکھیوں نے لاش پر پرا ڈال دیا، قریش ناکام پھر گئے۔ لیکن دو شخصوں نے جن کے نام خبیبؓ، اور زیدؓ تھے کافروں کے وعدہ پر اعتماد کیا اور ٹیکرے سے اُتر آئے سفیان ہذلی مکہ میں لے گیا اور قریش کے پاس فروخت کر آیا، قریش نے انھیں حارث بن عامر کے گھر میں چند روز بھوکا پیاسا قید رکھا، ایک دن حارث کا بچہ کھیلتا ہوا خبیبؓ کے پاس پہنچ گیا ان کے پاس اس وقت اُسترہ تھا انھوں نے بچہ کو زانو پر بٹھا لیا جب بچّہ کی ماں نے یکایک دیکھا کہ اس کا بچہ قیدی کے پاس ہے جسے چند روز سے انھوں نے بے آب و دانہ رکھا تھا اور اس کے پاس اُسترہ بھی ہے تو بے اختیار چیخ ماری، خبیبؓ نے کہا یہ سمجھتی ہے کہ میں بچہ کو قتل کردوں گا۔ نہیں جانتی کہ مسلمانوں کا کام غدر کرنا نہیں۔

ظالم قریش والوں نے چند روز کے بعد خبیبؓ کو صلیب کے نیچے لے جاکر

---

[۱] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع [۲] سیرۃ ابن ہشام ۲۔ ۱۷۱

کھڑا کر دیا اور کہا۔ اگر اسلام چھوڑ دو تو تمھاری جان بخشی ہو سکتی ہے دونوں بزرگواروں نے جواب دیا کہ "جب اسلام نہ باقی رہا تو جان کو رکھ کر کیا کریں گے۔

اب قریش نے پوچھا کہ کوئی تمنا ہو تو بیان کرو، خبیبؓ نے کہا دو رکعت نماز پڑھ لینے کی ہمیں مہلت دی جائے، مہلت دی گئی انھوں نے نماز ادا کی، حضرت خبیب نے کہا، میں نماز میں زیادہ وقت صرف کرتا لیکن سوچا کہ دشمن یہ نہ کہیں کہ موت سے ڈر گیا ہے۔ بے رحموں نے دونوں کو صلیب پر لٹکا دیا اور نیزہ والوں سے کہا کہ نیزہ کی انی سے ان کے جسموں کے ایک ایک حصّہ پر چرکے لگائیں[۱]۔

اللہ اکبر ان کا دل اسلام پر کتنا قائم تھا، ان کو دین حق پر کتنی استقامت تھی، ان کو ہمیشہ کی نجات اور خدا کی خوشنودی کا کتنا یقین تھا کہ ان تمام تکلیفوں اور زخموں کو برداشت کرتے ہوئے اُف تک نہ کی۔

ایک سخت دل نے حضرت خبیبؓ کے جگر کو چھیدا اور پوچھا کہو اب تم بھی پسند کرتے ہو گے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پھنس جائیں اور میں چھوٹ جاؤں، خبیبؓ نے نہایت جوش سے جواب دیا "خدا جانتا ہے کہ میں تو بھی پسند نہیں کرتا کہ میری جان بچ جانے کیلئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں میں کانٹا بھی لگے[۲]۔

[۱] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الرجیع ورعل وذکوان [۲] زاد المعاد ۲/۲۴۵

خدا کے اس برگزیدہ بندہ فتی الفتیان (جوانمردترین جوانمردان) نے مقتل اور تماشائیوں کے ہجوم میں صلیب کے نیچے کھڑے ہوکر فی البدیہہ اشعار کہے ہیں ان سے اس منظر کی پوری کیفیت اور اس بزرگوار کی صداقت و محبت اسلام کی پاکیزہ صورت نظر آتی ہے۔

انبوہ در انبوہ لوگ میرے گرداگرد کھڑے ہو رہے ہیں اور انھوں نے بڑی بڑی جماعتوں کو بلالیا ہے، یہ سب کے سب عداوت نکال رہے اور میرے خلاف جوش دکھا رہے ہیں اور میں اس ہلاکت گاہ میں بندھا ہوا ہوں، قبیلوں نے اپنی عورتوں اور بچوں کو بھی بلا رکھا ہے اور مجھے ایک مضبوط بلند لکڑی کے پاس لے آئے ہیں، انھوں نے کہہ دیا ہے کہ کفر اختیار کرنے سے مجھے آزادی مل سکتی ہے مگر اس سے تو موت میرے لئے زیادہ سہل ہے، میری آنکھوں سے لگاتار آنسو جاری ہیں مگر مجھے کچھ ناشکیبائی نہیں، میں دشمن کے سامنے نہ عاجزی کروں گا اور نہ روؤں چلاؤں گا، میں جانتا ہوں کہ میں خدا کی طرف جا رہا ہوں، موت سے مجھے اس لئے ڈر نہیں کہ میں مرجاؤں گا لیکن میں تو لپٹ والی آگ کے تون چوسنے سے ڈرتا ہوں، اس عرش عظیم کے مالک نے مجھ سے کوئی خدمت لینی چاہی اور مجھے شکیبائی کیلئے فرمایا ہے، اب انھوں نے زدوکوب سے میرا تمام گوشت کوٹ کوٹ دیا ہے اور میری امید جاتی رہی ہے، میں اپنی درماندگی اور بے وطنی و بیکسی کی فریاد اور ان ارادوں کی (جو میرے جان توڑنے کے بعد یہ لوگ رکھتے ہیں) خدا سے کرتا ہوں،

بخدا جب میں اسلام پر جان دے رہا ہوں تو میں یہ پروا نہیں کرتا کہ راہ خدا میں کس پہلو پر گرتا اور کیونکر جان دیتا ہوں' خدا کی ذات سے اگر وہ چاہے یہ بالکل امید ہے کہ وہ پارہائے گوشت کے ہر ایک ٹکڑے کو برکت عطا فرمائے[1]

سب سے آخر میں یہ دعا تھی: اللّٰھم اِنّا قد بلّغنا رِسالۃ رَسُولك فَبلّغہ الغَداۃ مایصنع بنا۔

"اے خدا ہم نے تیرے رسولؐ کے احکام ان لوگوں کو پہنچا دیئے اب تو اپنے رسولؐ کو ہمارے حال کی اور ان کی کرتوتوں کی خبر فرما دے[2]"

سعید بن عامر رضی اللہ عنہ (جو یہ حضرت عمر فاروقؓ کے عمّال میں سے تھے) کا یہ حال تھا کہ کبھی کبھی یکبارگی بیہوش ہو جایا کرتے' عمر فاروقؓ نے ان سے وجہ پوچھی وہ بولے مجھے نہ کوئی مرض ہے' نہ کچھ شکایت ہے۔ جب خبیب رضی اللہ عنہ کو صلیب پر چڑھایا گیا تو میں مجمع میں موجود تھا مجھے جس وقت خبیبؓ کی باتیں یاد آجاتی ہیں میں کانپ کر بیہوش ہو جاتا ہوں[3]۔

ابو براء عامر نے بھی ایسا ہی فریب کیا، وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا اور عرض کی کہ ملک نجد کی تعلیم و ہدایت کے کچھ منادی میرے ساتھ بھیج دیجیے۔ اس کا بھتیجا نجد کا رئیس تھا' عامر نے یقین دلایا تھا کہ منادی کرنے والوں کی حفاظت کی جائے گی' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منذر بن عمرو انصاری کو مع ستّر صحابہؓ کے جو قرّا

---

[1] زاد المعاد ۲-۲۴۵' ابن ہشام ۲-۱۷۶

[2] ابن ہشام ۲-۱۷۳

[3] ابن ہشام ۲-۱۷۳

وفضلا و منتخب بزرگوار تھے اُس کے ساتھ کر دیا جب وہ بئرِ معونہ پر جا پہنچے جو بنی عامر کا علاقہ تھا تو وہاں سے حرام بن ملحان کو نامۂ نبوی دے کر طفیل حاکم کے پاس بھیجا گیا اس نے اس سفیر کو قتل کرا دیا۔ جبار بن سلمیٰ ایک شخص تھا، جس نے حاکم کے اشارے سے ان کی پشت میں نیزہ مارا تھا جو چھاتی سے صاف نکل گیا انھوں نے گرتے ہوئے کہا فُزتُ وربِّ الکعبۃ قسم ہے کعبہ کے خدا کی میں اپنی مراد کو پہنچ گیا۔

قاتل پر اس فقرہ نے ایسا اثر کیا کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہو گیا۔ حاکم نے باقی سب کو بھی قتل کرا دیا۔ کعب بن زید جو کشتگان خنجر تسلیم کی اوٹ میں چھپ کر بچ رہے تھے اس واقعہ کی خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچائی[1]

بنو نضیر کی جلا وطنی :

بنی اسرائیل (یہود) اپنے ابتدائی زمانہ میں خدا کی مقبول اور برگزیدہ قوم تھی لیکن آخر میں وہ خدا سے اس قدر دور ہوتے گئے کہ خدا کے غضب کے مستحق ٹھہرے۔

حضرت مسیحؑ جیسے رحم دل نے اُن کی حالتوں کو دیکھ کر اُنھیں سانپ اور سانپ کے بچے بنایا تھا اور یہ بھی خبر دی تھی کہ خدا کی بادشاہت اس قوم سے لیجا کر ایک دوسری قوم کو دی جائے گی جو اس کے اچھے پھل لائے۔

جب اس بشارت کے ظہور کا وقت آگیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوہ الرجیع۔ ابن ہشام ۲-۱۸۴

اپنی بہترین تعلیم کی تبلیغ شروع کی تو یہود نے سخت پیچ وتاب کھایا اور آخر یہی فیصلہ کیا کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ویسے ہی ظلم وستم کی آماجگاہ بنایا جائے جیسا کہ مسیحؑ کو بنا چکے تھے[1]

یہود اگرچہ ہجرت کے پہلے ہی سال معاہدہ کر کے امن عامہ کا پیمان باندھ چکے تھے لیکن فطری شرارت نے زیادہ دیر تک چھپا نہ رہنے دیا معاہدہ ڈیڑھ سال ہی کے بعد شرارتوں کا آغاز ہو گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم بدر کی جانب گئے ہوئے تھے انہی دنوں کا ذکر ہے کہ ایک مسلمان عورت بنو قینقاع کے محلہ میں دودھ بیچنے گئی چند یہودیوں نے شرارت کی اور اسے سر بازار برہنہ کر دیا عورت کی چیخ پکار سن کر ایک مسلمان موقع پر جا پہنچا اس نے طیش میں آ کر فساد انگیز یہودی کو قتل کر دیا، اس پر سب یہودی جمع ہو گئے اس مسلمان کو بھی مار ڈالا اور بلوہ بھی کیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر سے واپس آ کر یہودیوں کو اس بلوہ کے متعلق دریافت کرنے کیلئے بلایا انھوں نے معاہدہ کا کاغذ بھیجدیا اور خود جنگ پر آمادہ ہو گئے[2]

یہ حرکت اب بغاوت تک پہنچ گئی تھی اس لئے ان کو یہ سزا دی گئی کہ مدینہ چھوڑ دیں[3]۔ قریش نے مدینہ کے بت پرستوں کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جنگ کرنے کی بابت خط لکھا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیرکی و دانائی سے اُن

---

[1] رحمۃ للعالمین ۱۔ ۱۲۹ ، ۱۳۰

[2] البدایۃ والنہایۃ ۴۔ ۳۰۳ عیون الاثر ۱۔ ۲۹۵

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث بنی النضیر

کی یہ تدبیر کارگر نہ ہوئی اب بدر میں شکست پانے کے بعد قریش نے یہود کو پھر لکھا کہ "تم جائداد وں اور قلعوں کے مالک ہو، تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے لڑو، ورنہ ہم تمھارے ساتھ ایسا اور ایسا کرینگے، تمھاری عورتوں کی پازیبیں تک اتار لیں گے" اس خط کے ملنے پر بنو نضیر نے عہد شکنی کا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فریب کرنے کا ارادہ کر لیا۔[1]

سے ۴ھ کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک قومی چندہ فراہم کرنے کے لئے بنو نضیر کے محلہ میں تشریف لے گئے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک دیوار کے نیچے بٹھا دیا اور تدبیر یہ کی کہ ابن جحاش ملعون دیوار کے اوپر جا کر ایک بھاری پتھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر گرا دے اور حضورؐ کی زندگی کا خاتمہ کردے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وہاں جا بیٹھنے کے بعد باعلامِ ربّانی اس شرارت کا علم ہوگیا اور حفاظتِ الٰہی سے بچ کر چلے آئے۔[2]

بالآخر بنو نضیر کو یہ سزا دی گئی کہ خیبر جا کر آباد ہو جائیں انھوں نے چھ سو اونٹوں پر اسباب لادا، اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے گرایا، باجے بجاتے ہوئے نکلے اور خیبر جا بسے۔[3]

غزوۂ خندق:

بنو نضیر مدینہ سے نکل کر خیبر پہنچے تو انھوں نے ایک نہایت عظیم الشان سازش

---

[1] سنن ابی داؤد باب فی خبر بنی النضیر
[2] سیرت ابن ہشام ۲ - ۱۹۰
[3] مصنف عبدالرزاق ۵ - ۳۵۸، ابن ہشام ۲ - ۱۹۱، ۱۹۲

شروع کی ان رؤسا میں سے سلام بن ابی الحُقیق، حُیی بن اخطب، کنانہ بن الربیع وغیرہ مکہ معظمہ گئے اور قریش سے مل کر کہا "اگر ہمارا ساتھ دو تو اسلام کا استیصال کیا جا سکتا ہے" قریش اس کے لئے ہمیشہ تیار تھے قریش کو آمادہ کرکے یہ لوگ قبیلہ غطفان کے پاس گئے اور ان کو لالچ دیا کہ خیبر کا نصف محاصل ان کو ہمیشہ دیا کریں گے، بنو اسد غطفان کے حلیف تھے، غطفان نے ان کو لکھ بھیجا کہ تم بھی فوجیں لے کر آؤ، قبیلہ بنو سلیم سے قریش کی قرابت تھی اس تعلق سے انھوں نے بھی ساتھ دیا، بنو سعد کا قبیلہ یہود کا حلیف تھا اس بنا پر یہود نے ان کو بھی آمادہ کیا، غرض تمام قبائلِ عرب سے لشکرِ گراں تیار ہو کر مدینہ کی طرف بڑھا ان کی تعداد ۲۴ ہزار سے زائد تھی[۱]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ خبریں سنیں تو صحابہ سے مشورہ کیا حضرت سلمان فارسی ایرانی ہونے کی وجہ سے خندق کے طریقے سے واقف تھے انھوں رائے دی کہ کھلے میدان میں نکل کر مقابلہ کرنا مصلحت نہیں ایک محفوظ مقام میں لشکر جمع کیا جائے اور گرد خندق کھود لی جائے۔ تمام لوگوں نے اس رائے کو پسند کیا اور خندق کھودنے کے آلات مہیا کئے گئے۔

مدینہ میں تین جانب مکانات اور نخلستان کا سلسلہ تھا جو شہر پناہ کا کام دیتا تھا صرف شامی رُخ کھلا ہوا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ۳ ہزار صحابہؓ کے ساتھ شہر سے نکل کر اسی مقام میں خندق کی تیاریاں شروع کیں، یہ

---

[۱] فتح الباری ۷ - ۳۹۳، ابن ہشام ۲ - ۲۱۴، ۲۱۵

ذوقعدہ ۵ھ کی ۸ تاریخ تھی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نشانات خود قائم کئے، داغ بیل ڈال کر دس دس آدمیوں پر دس دس گز زمین تقسیم کی، خندق کا عمق ۵ گز رکھا گیا ۶ دن میں تین ہزار متبرک ہاتھوں سے یہ کام انجام پایا۔[1]

جب مسجد نبوی بن رہی تھی تو سرورِ دوجہاں مزدوروں کی صورت میں تھے، آج بھی وہی عبرت انگیز منظر ہے، جاڑے کی راتیں ہیں، تین تین دن کا فاقہ ہے، مہاجرین اور انصار اپنی پیٹھوں پر مٹی لادلاد کر پھینکتے ہیں اور جوشِ محبت میں ہم آواز ہو کر کہتے ہیں ؎

نحن الذین بایعوا محمدا   علی الاسلام ما بقینا ابدا

ہم وہ ہیں جنھوں نے ہمیشہ کیلئے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ہاتھ پر بیعت کی ہے[2]

سرورِ دوعالم بھی مٹی پھینک رہے ہیں، شکمِ مبارک پر گرد اَٹ گئی ہے اس حالت میں یہ رجز زبان پر ہے۔

واللّٰہِ لولا اللہ ما اھتدینا   ولا تصدقنا ولا صلّینا

فانزلن سکینۃ علینا   وثبت الأقدام إن لاقینا

إن الأولی قد بغوا علینا   اذا ارادوا فتنۃ ابینا

'ابینا' کا لفظ جب آتا تھا تو آواز بلند ہو جاتی تھی اور مکرر کہتے تھے۔ اس کے ساتھ انصار کے حق میں دعا بھی دیتے جاتے تھے، اور یہ موزوں الفاظ زبان پر

---

[1] فتح الباری ۷۔ ۲۹۲، ۲۹۴، ابن ہشام ۲۔ ۲۱۶، ۲۱۷،

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی غزوۃ الخندق،

آتے تھے۔

اللّٰھمّ انّہ لاخیر الّاخیر الاٰخرۃ، فبارك فی الانصار والمھاجرۃ[1]

پتھر کھودتے کھودتے اتفاقاً ایک سخت چٹان آگئی کسی کی ضرب کام نہیں دیتی تھی، رسول اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، تین دن کا فاقہ تھا اور پیٹ پر پتھر بندھا ہوا تھا آپ نے دست مبارک سے پھاوڑا مارا تو چٹان ایک تودۂ خاک تھی[2]

سلع کی پہاڑی کو پشت پر رکھ کر صف آرائی کی گئی، مستورات شہر کے محفوظ قلعوں میں بھیج دی گئیں اور چونکہ بنو قریظہ کے حملہ کا اندیشہ تھا اس لئے سلمۃ بن اسلم ۲۰۰ آدمیوں کے ساتھ متعین کئے گئے کہ ادھر سے حملہ نہ ہونے پائے بنو قریظہ کے یہود اب تک الگ تھے لیکن بنو نضیر نے اُن کو ملا لینے کی کوشش کی، حیی بن اخطب (حضرت صفیہ کا باپ) خود قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس گیا اس نے ملنے سے انکار کیا، حیی نے کہا "میں فوجوں کا دریائے بیکراں لایا ہوں، قریش اور تمام عرب اُمنڈ آیا ہے اور ایک محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے خون کا پیاسا ہے، یہ موقع ہاتھ سے دینے کے قابل نہیں اب اسلام کا خاتمہ ہے"۔ کعب اب بھی راضی نہ تھا اس نے کہا میں نے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ہمیشہ صادق الوعد پایا اُن سے عہد شکنی کرنا خلاف مروت ہے لیکن حیی کا جادو رائیگاں نہیں جا سکتا تھا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق

[2] " " "

[3] سیرت النبی علامہ شبلی ۱-۴۲۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حال معلوم ہوا تو تحقیق اور اتمام حجت کیلئے سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہ کو بھیجا اور فرمادیا کہ اگر درحقیقت بنو قریظہ نے معاہدہ توڑ دیا ہے وہاں سے آکر اس خبر کو مبہم لفظوں میں بیان کرنا کہ لوگوں میں بیدلی نہ پھیلنے پائے دونوں صاحبوں نے بنو قریظہ کو معاہدہ یاد دلایا تو انھوں نے کہا "ہم نہیں جانتے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کون ہیں اور معاہدہ کیا چیز ہے"؟[1]

غرض بنو قریظہ نے ...... اس بے شمار فوج میں اور اضافہ کر دیا، قریش یہود، اور قبائل عرب کی دس ہزار فوجیں تین حصوں میں تقسیم ہو کر مدینہ کے تین طرف اس زور شور سے حملہ آور ہوئیں کہ مدینہ کی زمین ہل گئی[2]

اس معرکہ کی تصویر خود خدا نے کھینچی ہے :

اِذْ جَآءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ	"جب کہ دشمن اوپر کی طرف اور نشیب
اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ	طرف سے آپڑے اور جب آنکھیں ڈھ گئے
الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ	لگیں اور کلیجے منھ میں آگئے اور تم خدا کے
الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ	نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے تب
الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ	مسلمانوں کی جانچ کا وقت آگیا اور وہ
وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا (سورۂ احزاب)	زور سے لرزنے لگے"[3]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲- ۲۲۰، ۲۲۴ [2] سیرت النبی علامہ شبلی نعمانی ا- ۴۲۳، فتح الباری میں اور سیرت کی کتابوں میں لشکر کی تعداد دس ہزار مذکور ہے [3] صحیح بخاری میں موجود ہے کہ یہ آیات غزوۂ خندق کے بارے میں نازل ہوئیں، کتاب المغازی باب غزوۂ خندق،

فوجِ اسلام میں منافقوں کی تعداد بھی شامل تھی جو بظاہر مسلمانوں کے ساتھ تھے لیکن موسم کی سختی، رسد کی قلت، متواتر فاقے، راتوں کی بے خوابی، بیشمار فوجوں کا ہجوم ایسے واقعات تھے جنھوں نے ان کا پردہ فاش کر دیا، آ آ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت مانگنی شروع کی کہ ہمارے گھر محفوظ نہیں ہم کو شہر میں واپس چلے جانے کی اجازت دی جائے[1]

يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ وَمَا	کہتے ہیں کہ ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں
هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ	اور وہ کھُلے نہیں بلکہ ان کو بھاگنا
اِلَّا فِرَارًا (احزاب)	مقصود ہے ۔

لیکن جاں نثارانِ اسلام کا طلائے اخلاص اسی کسوٹی پر آزمانے کے قابل تھا[2]

وَلَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ	جب مسلمانوں نے قبائل کی فوجیں دیکھیں
قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ	تو بول اٹھے کہ یہ وہی ہے جس کا وعدہ خدا
وَصَدَقَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۡ وَمَا زَادَ	نے اور اس کے رسول نے کیا تھا اور خدا اور
هُمْ اِلَّاۤ اِيْمَانًا وَّتَسْلِيْمًا ۚ (احزاب)	اس کا رسول دونوں سچے تھے اور اس بات

نے اُن کے یقین اور اطاعت کو اور بھی بڑھا دیا۔

---

[1] زاد المعاد ۲-۲۷۲ سیرت ابن ہشام ۲ - ۲۲۲

[2] تفسیر قرطبی ۱۴ - ۱۵۷

محاصرہ کی شدت اور صحابہ کرام کی عزیمت

تقریباً ایک مہینہ تک اس سختی سے محاصرہ قائم رہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ پر تین تین فاقے گذر گئے، ایک دن صحابہؓ نے بیتاب ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیٹ کھول کر دکھائے کہ پتھر بندھے ہیں لیکن جب آپ نے شکم مبارک کھولا، تو ایک کے بجائے دو پتھر تھے[1] محاصرہ اس قدر شدید اور پُرخطر ہو گیا تھا کہ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے خطاب کر کے فرمایا کوئی ہے جو باہر نکل کر محاصرین کی خبر لائے، تین دفعہ آپ نے یہ الفاظ فرمائے لیکن حضرت زبیرؓ کے سوا اور کوئی صدا نہیں آئی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی موقع پر حضرت زبیرؓ کو حواری کا لقب دیا[2]۔

محاصرین خندق کو عبور نہیں کر سکتے تھے اس لئے دور سے تیر اور پتھر برساتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خندق کے مختلف حصّوں پر فوجیں تقسیم کر دیں تھیں جو محاصرین کے حملوں کا مقابلہ کرتی تھیں ایک حصّہ خود آپ کے اہتمام میں تھا[3]۔

محاصرہ کی سختی دیکھ کر آپ کو خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو انصار ہمت ہار جائیں اس

---

[1] شمائل ترمذی باب ما جاء فی عیش النبی صلی اللہ علیہ وسلم

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الخندق

[3] سیرت النبی ۱۔ ۴۲۵

لئے آپ نے غطفان سے اس شرط پر معاہدہ کرنا چاہا کہ مدینہ کی پیداوار کا ایک ثلث ان کو دیدیا جائے، سعدؓ بن عبادہ اور سعدؓ بن معاذ کو رؤسائے انصار نے بلاکر مشورہ کیا، دونوں نے عرض کی کہ اگر یہ خدا کا حکم ہے تو انکار کی مجال نہیں لیکن اگر رائے ہے تو یہ عرض ہے کہ کفر کی حالت میں بھی کوئی شخص ہم سے خراج مانگنے کی جرأت نہ کرسکا اور اب تو اسلام نے ہمارا پایہ بہت بلند کردیا ہے یہ استقلال دیکھ کر آپ کو اطمینان ہوا، سعدؓ نے معاہدہ کا کاغذ ہاتھ میں لیکر تمام عبارت مٹادی اور کہا ان لوگوں سے جو بن آئے کر دکھائیں۔[1]

اب مشرکوں کی طرف سے حملہ کا یہ انتظام کیا گیا کہ قریش کے مشہور جنرل یعنی ابوسفیان، خالد بن ولید، عمرو بن العاص، ضرار بن الخطاب، ہُبَیرہ کا ایک ایک دن مقرر ہوا ہر جنرل اپنی باری کے دن پوری فوج کو لے کر لڑتا تھا، خندق کو عبور نہیں کرسکتے تھے لیکن خندق کا عرض چونکہ زیادہ نہ تھا اس لئے باہر سے پتھر اور تیر برساتے تھے۔[2] چونکہ اس طریقہ میں کامیابی نہیں ہوئی اس لئے قرار پایا کہ اب عام حملہ کیا جائے، تمام فوجیں یکجا ہوئیں قبائل کے تمام سردار آگے آگے تھے، خندق ایک جگہ سے اتفاقاً کم عریض تھی، یہ موقع حملہ کیلئے انتخاب کیا گیا، عرب کے مشہور بہادروں یعنی ضرار، ہبیرہ، نوفل، عمرو بن عبدِ وُد نے خندق کے اس کنارے سے گھوڑوں کو مہمیز کیا تو اس پار تھے، ان میں سب سے زیادہ مشہور بہادر عمرو بن عبدود

---

[1] کشف الاستار للبزار ۱-۳۳۲ سیرۃ ابن ہشام ۲-۲۲۳

[2] سیرۃ حلبیہ ۲-۶۳۶

تھا وہ ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا جنگ بدر میں زخمی ہوکر واپس چلا گیا تھا اور قسم کھائی تھی کہ جب تک انتقام نہ لوں گا بالوں میں تیل نہ ڈالونگا اس وقت اس کی عمر ۹۰ برس کی تھی تاہم سب سے پہلے وہی آگے بڑھا اور عرب کے دستور کے موافق پکارا کہ مقابلہ کو کون آتا ہے؟ حضرت علیؓ نے اُٹھ کر کہا "میں" لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے روکا کہ یہ عمرو بن عبدود ہے!! حضرت علیؓ بیٹھ گئے لیکن عمرو کی آواز کا اور کسی طرف سے جواب نہیں آتا تھا، عمرو نے دوبارہ پکارا اور پھر وہی ایک صدا جواب میں تھی، تیسری دفعہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" یہ عمرو ہے" تو حضرت علیؓ نے عرض کی ہاں میں جانتا ہوں کہ یہ عمرو ہے، غرض آپ نے اجازت دی خود دستِ مبارکؐ سے تلوار عنایت کی، سر پر عمامہ باندھا۔

عمرو کا قول تھا کہ کوئی شخص دنیا میں اگر مجھ سے تین باتوں کی درخواست کرے تو ایک ضرور قبول کروں گا حضرت علیؓ نے عمرو سے پوچھا کیا واقعی یہ تیرا قول ہے پھر حسب ذیل گفتگو ہوئی :

حضرت علیؓ :- میں درخواست کرتا ہوں کہ تو اسلام لا،

عمرو :- یہ نہیں ہوسکتا،

حضرت علیؓ :- لڑائی سے واپس چلا جا،

عمرو :- میں خاتونانِ عرب کا طعنہ نہیں سن سکتا،

حضرت علیؓ :- مجھ سے معرکہ آرا ہو،

عمرو: ہنسا اور کہا مجھ کو امید نہ تھی کہ آسمان کے نیچے یہ درخواست بھی میرے سامنے پیش کی جائے گی، حضرت علیؓ پیادہ تھے، عمرو کی غیرت نے یہ گوارا نہ کیا، گھوڑے سے اتر آیا اور پہلی تلوار گھوڑے کے پاؤں پر ماری کہ کونچیں کٹ گئیں، پھر پوچھا کہ تم کون ہو؟ آپ نے نام بتایا اس نے کہا میں تم سے لڑنا نہیں چاہتا، آپ نے فرمایا "ہاں! لیکن میں چاہتا ہوں" عمرو اب غصہ سے بیتاب تھا، پرتلے سے تلوار نکال اور آگے بڑھ کر وار کیا، حضرت علیؓ نے سپر پر روکا لیکن سپر میں ڈوب کر نکل آئی اور پیشانی پر لگی گو زخم کاری نہ تھا تاہم یہ طغرا آپ کی پیشانی پر یادگار رہ گیا، قاموس نے لکھا ہے کہ حضرت علیؓ کو ذوالقرنین بھی کہتے تھے، جس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کی پیشانی پر دو زخموں کے نشان تھے، ایک عمرو کے ہاتھ کا اور ایک ابن ملجم کا، دشمن کا وار ہو چکا تو حضرت علیؓ نے وار کیا اُن کی تلوار شانہ کاٹ کر نیچے اُتر آئی، ساتھ ہی حضرت علیؓ نے اَللّٰہُ اَکْبَرْ کا نعرہ مارا اور فتح کا اعلان ہوگیا[1] عمرو کے بعد ضرار اور ہبیرہ نے حملہ کیا لیکن جب ذوالفقار کا ہاتھ بڑھا تو پیچھے ہٹنا پڑا حضرت عمر فاروقؓ نے ضرار کا تعاقب کیا ضرار نے مڑ کر برچھے کا وار کرنا چاہا لیکن روک لیا، اور کہا عمر! اس احسان کو یاد رکھنا[2]

نوفل بھاگتے ہوئے خندق میں گرا، صحابہؓ نے تیر مارنے شروع کئے

---

[1] مستدرک حاکم ۳-۳۴،۳۳ سیرۃ ابن ہشام ۲-۲۲۴، ۲۲۵، دلائل النبوۃ للبیہقی ۳-۴۳۶،۴۳۹ سیرۃ النبی ۱-۴۲۷، ۴۲۸ [2] سیرۃ حلبیہ ۲-۶۴۴

اُس نے کہا "مسلمانو! میں شریفانہ موت چاہتا ہوں" حضرت علیؓ نے اس کی درخواست منظور کی اور خندق میں اُتر کر تلوار سے مارا کہ شریفوں کے شایاں تھا[1] حملہ کا یہ دن بہت سخت تھا تمام دن لڑائی رہی کفار ہر طرف سے تیروں اور پتھروں کا مینھ برسا رہے تھے اور ایک دم کے لئے یہ بارش تھمنے نہ پاتی تھی، یہی دن ہے جس کا ذکر احادیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی متصل چار نمازیں قضا ہوئیں، متصل تیر اندازی اور سنگ باری سے جگہ سے ہٹنا ناممکن تھا[2]

حضرتِ صفیہؓ کا دلیرانہ اقدام:

مستورات جس قلعہ میں تھیں بنو قریظہ کی آبادی سے متصل تھا، یہودیوں نے یہ دیکھ کر کہ تمام جمیعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہے قلعہ پر حملہ کیا، ایک یہودی قلعہ کے پھاٹک تک پہنچ گیا اور قلعہ پر حملہ کرنے کا موقع ڈھونڈ رہا تھا، حضرت صفیہؓ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پھوپھی) نے دیکھ لیا، مستورات کی حفاظت کے لئے حضرت حسانؓ (شاعر) متعین کر دیے گئے تھے، حضرت صفیہؓ نے اُن سے کہا کہ اُتر کر اس کو قتل کر دو ورنہ یہ جا کر دشمنوں کو پتہ کریگا، حضرت حسانؓ کو ایک عارضہ ہو گیا تھا جس نے اُن میں اس قدر جبن پیدا کر دیا تھا کہ وہ لڑائی کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھ

---

[1] دلائل النبوۃ ۳-۴۳۸، سیرۃ حلبیہ ۲-۶۳۷

[2] سنن النسائی کتاب الصلوٰۃ

سکتے تھے، اسی بنا پر اپنی معذوری ظاہر کی اور کہا کہ میں اس کام کا ہوتا تو یہاں کیوں ہوتا، حضرت صفیہؓ نے خیمہ کی ایک چوب اکھاڑلی اور اُتر کر یہودی کے سر پر اس زور سے ماری کہ سر پھٹ گیا، حضرت صفیہ چلی آئیں اور حسان سے کہا کہ ہتھیار اور کپڑے چھین لاؤ، حسان نے کہا جانے دیجئے مجھ کو اس کی ضرورت نہیں، حضرت صفیہ نے کہا اچھا جاؤ اس کا سر کاٹ کر قلعہ کے نیچے پھینک دو کہ یہودی مرعوب ہو جائیں لیکن یہ خدمت بھی حضرت صفیہ ہی کو انجام دینی پڑی، یہودیوں کو یقین ہوا کہ قلعہ میں بھی کچھ فوج متعین ہے، اس خیال سے پھر انھوں نے حملہ کی جرأت نہ کی[1]

نصرتِ غیبی اور محاصرہ کا خاتمہ:

محاصرہ کو جس قدر طول ہوتا جاتا تھا محاصرہ کرنے والے ہمت ہارتے جاتے تھے، ۲۴ ہزار آدمیوں کو رسد پہنچانا آسان کام نہ تھا، اتفاق یہ کہ باوجود سردی کے موسم کے اس زور کی ہوا چلی کہ طوفان آگیا خیموں کی طنابیں اکھڑ اکھڑ گئیں، کھانے کے دیگچے چولھوں پر الٹ الٹ جاتے تھے، اس اتفاقی واقعہ نے فوجوں سے بڑھ کر کام دیا اسی بنا پر قرآن مجید نے اس بادِ صرصر کو عسکرِ الٰہی سے تعبیر کیا ہے[2]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اذْكُرُوا مسلمانو! خدا کے اس احسان کو یاد کرو

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲-۲۲۸

[2] دلائل النبوۃ للبیہقی ۳-۴۴۸

نِعۡمَةَ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ اِذۡ جَآءَ	کہ جب تم پر فوجیں آپڑیں تو ہم نے ان
تۡكُمۡ جُنُوۡدٌ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ	پر آندھی بھیجی اور وہ فوجیں بھیجیں جو تم
رِيۡحًا وَّجُنُوۡدًا لَّمۡ تَرَوۡهَا،	کو دکھائی نہیں دیتی تھیں

(احزاب)

نعیم بن مسعود ثقفی ایک غطفانی رئیس تھے، قریش اور یہود دونوں ان کو مانتے تھے وہ اسلام لاچکے تھے لیکن کفار کو ابھی اس کا علم نہ تھا، انھوں نے قریش اور یہود سے الگ الگ جاکر اس قسم کی باتیں کیں جس سے دونوں میں پھوٹ پڑگئی[1]

موسم کی سختی، محاصرہ کا امتداد، آندھی کا زور، رسد کی قلت، یہود کی علیحدگی، یہ تمام اسباب ایسے جمع ہوگئے تھے کہ قریش کے پائے ثبات اب نہیں ٹھہر سکتے تھے، ابوسفیان نے فوج سے کہا رسد ہوچکی، موسم کا یہ حال ہے، یہود نے ساتھ چھوڑ دیا، اب محاصرہ بیکار ہے، یہ کہہ کر طبلِ رحیل بجنے کا حکم دیا[2] غطفان بھی اس کے ساتھ روانہ ہوگئے، بنو قریظہ محاصرہ چھوڑ کر اپنے قلعوں میں چلے آئے اور مدینہ کا افق ۲۰، ۲۲ دن تک غبار آلودہ رہ کر صاف ہوگیا۔

وَرَدَّ اللّٰهُ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا	اور خدا نے کافروں کو غصہ میں بھرا ہوا
بِغَيۡظِهِمۡ لَمۡ يَنَالُوۡا خَيۡرًا	ہٹا دیا کہ ان کو کچھ ہاتھ نہ آیا، اور مسلمانوں

[1] سیرت ابن ہشام ۲-۲۲۹ [2] سیرۃ ابن ہشام ۲-۲۳۲۔

وَكَفَى اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ الْقِتَالَ ۚ کو لڑنے کی نوبت نہ آئی۔

اس معرکہ میں فوج اسلام کا جانی نقصان کم ہوا لیکن انصار کا سب سے بڑا بازو ٹوٹ گیا یعنی حضرت سعد بن معاذؓ جو قبیلہ اوس کے سردار تھے زخمی ہوئے اور پھر جاں بر نہ ہو سکے' ان کے زخم کھانے کا واقعہ موثر اور عبرت انگیز ہے۔

ماں اپنے جگر کے ٹکڑے کو جہاد اور شہادت پر آمادہ کرتی ہے

حضرت عائشہؓ جس قلعہ میں پناہ گزیں تھیں' سعد بن معاذ کی ماں بھی وہیں ان کے ساتھ تھیں' حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ میں قلعہ سے باہر نکل کر پھر رہی تھی عقب سے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی' مڑ کر دیکھا تو سعد ہاتھ میں حربہ لئے جوش کی حالت میں بڑی تیزی سے بڑھے جا رہے ہیں اور یہ شعر زبان پر ہے ؎

لَبِّثْ قَلِيْلًا يُدْرِكِ الْهَيْجَا جَمَلْ
لَا بَأْسَ بِالْمَوْتِ إِذَا الْمَوْتُ نَزَلْ

"ذرا ٹھہر جانا کہ لڑائی میں ایک شخص اور پہنچ جائے' جب وقت آگیا تو موت سے کیا ڈر ہے۔"

حضرت سعد کی ماں نے سنا تو آواز دی بیٹا دوڑ کر جا تو نے دیر لگا دی

سعد کی زرہ اس قدر چھوٹی تھی کہ ان کے دونوں ہاتھ باہر تھے، حضرت عائشہ نے سعد کی ماں سے کہا کاش سعد کی لمبی زرہ ہوتی، اتفاق یہ کہ ابن العرقہ نے تاک کر کھلے ہوئے ہاتھ پر تیر مارا جس سے اکحل کی رگ کٹ گئی[1] خندق کا معرکہ ہو چکا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مسجد کے صحن میں ایک خیمہ کھڑا کرایا اور ان کی تیمارداری شروع کی اس لڑائی میں رفیدہ ایک خاتون شریک تھیں جو اپنے پاس دوائیں رکھتی تھیں اور زخموں کی مرہم پٹی کرتی تھیں، یہ خیمہ انہی کا تھا اور وہ علاج کی نگراں تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود دستِ مبارک میں مشقص لے کر داغا لیکن وہ پھر ورم کر آیا، دوبارہ داغا، لیکن پھر فائدہ نہ ہوا، کئی دن کے بعد یعنی بنو قریظہ کی ہلاکت کے بعد زخم کھل گیا اور انھوں نے وفات پائی[2]

غزوۂ ذات الرقاع:

غزوۂ خندق کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غطفان کے قبائل کے مقابلہ کیلئے چار سو صحابہؓ کے ساتھ نجد کا رخ کیا اس غزوہ میں صحابۂ کرامؓ کے پاؤں ایسے زخمی ہو گئے تھے کہ چیتھڑے لپیٹ کر چلتے تھے اس لئے اس غزوہ کا نام غزوۂ ذات الرقاع ہے[3] اس غزوہ کے بعد یہ واقعہ پیش آیا کہ

---

[1] صحیح البخاری باب رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب تفصیل سیرۃ ابن ہشام ۲-۲۲۶، ۲۲۷ اور دلائل النبوۃ ۳-۴۴۰، ۴۴۱ میں ہے۔

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب فتح الباری ۷-۴۱۲

[3] " " " غزوہ ذات الرقاع

دو صحابی عبادؓ بن بشر اور عمارؓ بن یاسر ایک جگہ پہرے پر مقرر تھے حضرت عباد کھڑے نماز پڑھ رہے تھے اور حضرت عمار سوئے ہوئے تھے ایک دشمن نے حضرت عباد کو ایک تیر مارا انھوں نے تیر نکال کر پھینک دیا اور نماز برابر پڑھتے رہے یہاں تک کہ ان کے تین تیر لگے لیکن وہ نماز میں مشغول رہے سلام پھیرنے کے بعد اپنے ساتھی کو جگایا انھوں نے کہا سبحان اللہ! تم نے ہمیں جگا کیوں نہ دیا، انھوں نے کہا کہ میں ایک سورہ پڑھ رہا تھا میرا جی نہ چاہا کہ اس کو ناتمام چھوڑ دوں[۱]

غزوۂ بنو قریظہ :

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آغاز قیام میں یہود کے ساتھ معاہدہ کیا تھا اور ان کو جان و مال و مذہب ہر چیز میں امن و آزادی بخشی، لیکن جب قریش نے ان کو تحریص و تہدید کا خط لکھا تو وہ آمادۂ بغاوت ہوگئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں سے تجدید معاہدہ کرنی چاہی، بنو نضیر نے انکار کیا اور جلاوطن کر دیئے گئے لیکن بنو قریظہ نے نئے سرے سے معاہدہ کر لیا چنانچہ ان کو امن دے دیا گیا، صحیح مسلم میں ان واقعات کو اختصار کے ساتھ ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے[۲]

عن ابن عمر ان یھود	حضرت عبداللہ ابن عمر سے روایت
بنی النضیر و قریظہ حاربوا	ہے کہ بنو نضیر اور قریظہ کے یہود نے

---

[۱] مسند احمد ۳-۳۴۴ سنن ابو داؤد کتاب الطہارۃ باب الوضوء من الدم

[۲] سیرۃ النبی ۱-۴۳۳

رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے
وَسَلَّمَ فَاَجْلٰی رَسُولُ اللّٰہِ	لڑائی کی تو آپؐ نے بنونضیر کو جلاوطن
صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَنِی	کر دیا اور قریظہ کو رہنے دیا اور احسان
النَّضِیْرِ وَاَقَرَّ وَمَنَّ عَلَیْھِمْ[1]	کیا"

بنونضیر جب جلاوطن ہوئے تو ان کے رئیس الاعظم حیی بن اخطب ابو رافع سلام ابن ابی الحُقَیق خیبر میں جاکر آباد ہوئے اور وہاں ریاست عام حاصل کرلی، جنگِ احزاب انہیں کی کوششوں کا نتیجہ تھی قبائل عرب میں دورہ کرکے تمام ملک میں آگ لگادی اور قریش کے ساتھ مل کر مدینہ پر حملہ آور ہوئے اس وقت تک قریظہ معاہدہ پر قائم تھے لیکن حیی ابن اخطب نے ان کو بہکاکر توڑلیا اور ان سے وعدہ کیا کہ خدانخواستہ اگر قریش دست بردار ہوکر چلے گئے تو میں خیبر چھوڑ کر یہیں رہوں گا، چنانچہ اس نے وعدہ وفا کیا، قریظہ نے احزاب میں علانیہ شرکت کی اور شکست کھاکر ہٹ آئے تو اسلام کے سب سے بڑے دشمن حیی ابن اخطب کو ساتھ لائے[2] اب اسکے سوا کوئی چارہ نہ تھا کہ ان کا کوئی آخری فیصلہ کیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احزاب سے فارغ ہوکر حکم دیا کہ ابھی لوگ ہتھیار نہ کھولیں اور قریظہ کی طرف بڑھیں[3] قریظہ اگر صلح وآشتی سے پیش آئے تو قابلِ اطمینان تصفیہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب اجلاء الیہود من الحجاز [2] سیرۃ النبی ۱-۴۴۲ بحوالہ طبری، سیرت ابن ہشام [3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب،

کے بعد انکو امن ہو جاتا لیکن وہ مقابلہ کا فیصلہ کر چکے تھے فوج سے آگے بڑھ کر جب حضرت علیؓ ان قلعوں کے پاس پہونچے تو انھوں نے علانیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں غرض انکا محاصرہ کر لیا گیا اور تقریبًا ایک مہینہ محاصرہ رہا بالآخر انھوں نے درخواست پیش کی کہ حضرت سعد بن معاذؓ جو فیصلہ کریں وہ ہمیں منظور ہے۔

حضرت سعد بن معاذ اور انکا قبیلہ (اوس) قریظہ کا حلیف اور ہم عہد تھا اور عرب میں یہ تعلق ہم نسبی سے بڑھ کر تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی درخواست منظور کی[1]

قرآن مجید میں جب تک کوئی خاص حکم نہیں آتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم توراۃ کے احکام کی پابندی فرماتے تھے، چنانچہ اکثر مسائل قبلہ، نماز، رجم، قصاص بالمثل وغیرہ وغیرہ میں جب تک خاص وحی نہیں آئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے توراۃ ہی کی پابندی فرمائی، سعدؓ نے جو فیصلہ کیا یعنی یہ کہ لڑنے والے قتل کئے جائیں، عورتیں بچے قید ہوں، مال واسباب غنیمت قرار دیا جائے[2] توراۃ کے مطابق تھا توراۃ کتاب تثنیہ اصحاح ۲۰، آیت ۱۰ میں ہے:

"جب کسی شہر پر حملہ کرنے کیلئے تو جائے تو پہلے صلح کا
پیغام دے اگر وہ صلح تسلیم کرلیں اور تیرے لئے دروازے

---

[1] حضرت سعد کی تحکیم کا ذکر بخاری میں موجود ہے کتاب المغازی: باب رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب [2] صحیح مسلم کتاب الجهاد باب جواز قتال فی نقض العهد

کھول دیں تو جتنے لوگ وہاں موجود ہوں سب تیرے غلام ہو جائیں گے، لیکن اگر صلح نہ کریں تو تو ان کا محاصرہ کر، اور جب تیرا خدا تجھ کو ان پر قبضہ دلا دے تو جس قدر مرد ہوں سب کو قتل کر دے، باقی بچے، عورتیں، جانور اور جو چیزیں شہر میں موجود ہوں سب تیرے لئے مال غنیمت ہوں گی[1]

احادیث میں مذکور ہے کہ سعدؓ نے جب یہ فیصلہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم نے آسمانی فیصلہ کیا[2]۔ یہ اسی توراۃ کے حکم کی طرف اشارہ تھا یہودیوں کو جب یہ حکم سنایا گیا تو جو فقرے ان کی زبان سے نکلے اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود بھی اس فیصلہ کو حکم الٰہی کے موافق سمجھتے تھے۔

حیی بن اخطب جو اُن تمام فتن کا بانی تھا مقتل میں لایا گیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس نے نظر اٹھا کر دیکھا اور یہ فقرے کہے:

أَمَا وَاللّٰهِ مَا لُمْتُ نَفْسِيْ فِي عَدَاوَتِكَ وَلٰكِنَّهُ مَنْ يَخْذُلِ اللّٰهَ يُخْذَلْ	ہاں خدا کی قسم مجھ کو اس کا افسوس نہیں کہ میں نے تیری (آپ کی) عداوت کی لیکن بات یہ ہے کہ جو شخص خدا کو چھوڑ دیتا ہے خدا بھی اس کو چھوڑ دیتا ہے۔

پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا:

---

[1] سیرۃ النبی علامہ شبلی نعمانی ۱-۴۳۵ بحوالہ تورات

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب رجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الاحزاب

أَيُّهَا النَّاسُ اِنَّهُ لَا	لوگو! خدا کے حکم کی تعمیل میں کچھ
بَأْسَ بِأَمْرِ اللّٰهِ كِتَابٌ وَقَدَرٌ	مضائقہ نہیں، یہ ایک حکم الٰہی تھا یہ لکھا
وَمَلْحَمَةٌ كَتَبَهَا اللّٰهُ عَلٰى	ہوا تھا، ایک سزا تھی، جو خدا نے بنو اسرائیل
بَنِي اِسْرَائِيلَ[1]	پر لکھی تھی۔"

حیی ابن اخطب کی یہ بات خاص طور پر لحاظ رکھنے کے قابل ہے کہ جب وہ جلا وطن ہو کر خیبر جا رہا تھا تو اُس نے یہ معاہدہ کیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت پر کسی کو مدد نہ دیگا، اس معاہدہ پر اس نے خدا کو ضامن کیا تھا لیکن احزاب میں اُس نے اس معاہدہ کی جس طرح کی تعمیل کی اس کا حال ابھی گذر چکا۔

سریہ نجد اور حضرت ثمامہ کا قبولِ اسلام:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ سوار نجد کی جانب روانہ فرمائے تھے وہ واپس ہوتے ہوئے ثمامہ بن اثال کو گرفتار کر لائے تھے، فوج والوں نے انھیں مسجد نبوی کے ستون لا باندھا تھا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں تشریف لا کر دریافت کیا کہ ثمامہ کیا حال ہے؟ ثمامہ نے کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرا حال اچھا ہے۔ اگر آپ میرے قتل کئے جانے کا حکم دیں گے تو یہ حکم ایک خونی کے حق میں ہوگا اور اگر آپ انعام فرمائیں گے تو ایک شکر گذار پر رحمت کریں گے اور اگر مال کی ضرورت ہے تو جس قدر چاہئے

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲-۲۴۱

بتا دیجئے۔

دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ سے پھر وہی سوال کیا ثمامہ نے کہا میں کہہ چکا ہوں کہ اگر آپ احسان فرمائیں گے تو ایک شکر گذار شخص پر فرمائیں گے۔

تیسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ثمامہ سے وہی سوال کیا اس نے کہا میں اپنا جواب دے چکا ہوں' نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ثمامہ کو چھوڑ دو۔ ثمامہ رہائی پاکر ایک کھجور کے باغ میں گیا جو مسجد نبوی کے قریب ہی تھا وہاں جاکر غسل کیا اور پھر مسجد نبوی میں لوٹ کر آگیا اور آتے ہی کلمہ پڑھ لیا۔

ثمامہ نے کہا یا رسول اللہ قسم ہے خدا کی کہ سارے عالم میں آپ سے زیادہ اور کسی شخص سے مجھے نفرت نہ تھی لیکن اب تو آپ ہی مجھے دنیا میں سب سے بڑھ کر پیارے معلوم ہوتے ہیں۔

بخدا آپ کے شہر سے مجھے نہایت نفرت تھی مگر آج تو وہ مجھے سب مقامات سے پسندیدہ نظر آتا ہے' بخدا آپ کے دین سے بڑھ کر مجھے اور کسی دین سے بغض نہ تھا لیکن آج تو آپ ہی کا دین مجھے محبوب تر ہوگیا ہے۔

ثمامہ نے یہ بھی عرض کیا کہ میں اپنے وطن سے مکہ کو عمرہ کیلئے جا رہا تھا راستہ میں گرفتار کرلیا گیا تھا اب عمرہ کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے اسلام قبول کرنے کی بشارت دی اور عمرہ کرنیکی اجازت فرمائی۔

ثمامہ مکہ پہونچا تو وہاں کے ایک شخص نے پوچھا کہو تم صابی بن گئے؟ ثمامہ نے کہا نہیں میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا ہوں اور اسلام قبول کیا ہے اور اب یاد رکھنا کہ ملکِ یمامہ سے تمھارے پاس ایک دانۂ گندم بھی نہیں آئے گا جب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت نہ ہوگی[1]

ثمامہ نے اپنے ملک میں پہنچتے ہی مکہ کی طرف آنے والا اناج بند کر دیا غلہ کی آمد کے رُک جانے سے اہلِ مکّہ بلبلا اٹھے اور آخر نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے التجا کرنی پڑی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ثمامہ کو لکھ دیا کہ غلّہ بدستور جانے دے[2] (ان دنوں اہلِ مکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن تھے) اس قصّہ سے نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیوں کر ایک شخص کی جان بخشی فرمائی جو خود بھی اپنے آپ کو واجبُ القتل سمجھتا تھا اور نہ صرف یہی ثابت ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ حالات اور اخلاق کا کیسا گہرا اثر لوگوں پر پڑتا تھا کہ ثمامہ جیسا شخص جو اسلام اور مدینہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت نفرت وعداوت رکھتا تھا تین روز کے بعد بخوشی خود مسلمان ہوگیا تھا۔

بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نیکی اور طینت کی پاکی اور رحمدلی کا ثبوت اس طرح ملتا ہے کہ مکّہ کے جن کافروں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مکّہ سے نکالا تھا اور بدر، اُحد، خندق میں اب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے تباہ وبرباد

---

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب ربط الأسیر وحبسہٖ صحیح بخاری میں اختصار کے ساتھ روایت منقول ہے۔ [2] دلائل النبوۃ بیہقی ۴-۸۰

کرنے کیلئے ساری طاقت صرف کر چکے تھے ان کے لئے رحمۃٌ للعالمین یہ پسند نہیں فرماتے کہ ان کا غلّہ روک دیا جائے اور ان کو تنگ و ذلیل کر کے اپنا فرماں بردار بنایا جائے۔

صلح حدیبیہ:

سنہ ۶ ھ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ایک خواب مسلمانوں کو سنایا فرمایا کہ میں نے دیکھا گویا میں اور مسلمان مکّہ پہنچ گئے ہیں اور بیت اللہ کا طواف کر رہے ہیں اس خواب کے سننے سے غریب الوطن مسلمانوں کو اس شوق نے جو بیت اللہ کے طواف کا ان کے دل میں تھا بے چین کر دیا اور انھوں نے اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر مکّہ کیلئے آمادہ کر لیا۔[1]

چونکہ مہاجرین عموماً اور اکثر انصار اس سعادت کے منتظر تھے ۱۴۰۰ شخص اس سفر میں ہم رکاب ہوئے، مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر قربانی کی ابتدائی رسمیں ادا ہو گئیں یعنی قربانی کے اونٹ ساتھ تھے، ان کی گردنوں پر قربانی کی علامت کے طور پر لوہے کے نعل لگا دئے گئے۔[2]

احتیاط کے لئے قبیلہ خزاعہ کا ایک شخص جس کے اسلام لانے کا حال قریش کو معلوم نہ تھا پہلے بھیجدیا گیا کہ قریش کے ارادہ کی خبر لائے، جب قافلہ عسفان کے قریب پہنچا اس نے آکر خبر دی کہ قریش نے تمام قبائل (احابیش) کو یکجا کر کے

---

[1] سیرہ حلبیہ ۲- ۶۸۸
[2] صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ

کہہ دیا ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مکہ میں کبھی نہیں آسکتے۔[1]

غرض قریش نے بڑے زور و شور سے مقابلہ کی تیاری کی، قبائلِ متحدہ کے پاس پیغام بھیجا وہ جمعیتِ عظیم لے کر آئے، مکہ سے باہر بلدح ایک مقام پر فوجیں فراہم ہوئیں خالد بن ولید جو اب تک اسلام نہیں لائے تھے، دوسو سوار لے کر جن میں ابوجہل کا بیٹا عکرمہ بھی تھا مقدمۃ الجیش کے طور پر آگے بڑھے اور غمیم تک پہنچ گئے جو رابغ اور جحفہ کے درمیان ہے۔[2]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش نے خالد کو طلیعہ بنا کر بھیجا ہے اور وہ مقام غمیم تک آگئے ہیں اس لئے کترا کر داہنی طرف سے چلو، فوجِ اسلام جب غمیم کے قریب پہنچ گئی تو خالد کو گھوڑوں کی گرد اڑتی نظر آئی وہ گھوڑا اڑاتے ہوئے گئے اور قریش کو خبر کی کہ لشکرِ اسلام غمیم تک آگیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آگے بڑھے اور حدیبیہ میں پہنچ کر قیام کیا یہاں پانی کی قلت تھی ایک کنواں تھا وہ پہلے ہی آمد میں خالی ہوگیا لیکن اعجازِ نبوی سے اس میں اس قدر پانی آگیا کہ سب سیراب ہوگئے۔[3]

قبیلۂ خزاعہ نے اب تک اسلام نہیں قبول کیا تھا لیکن اسلام کے حلیف اور رازدار تھے، قریش اور عام کفار جو منصوبے اسلام کے خلاف کیا کرتے تھے وہ ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے مطلع کر دیا کرتے تھے اس قبیلہ کے

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ،
[2] سیرۃ النبیؐ ۱ - ۴۴۹،
[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ،

رئیس اعظم بدیل بن ورقاء تھے (فتح مکہ میں اسلام لائے) ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا معلوم ہوا تو چند آدمی ساتھ لے کر بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ قریش کی فوجوں کا سیلاب آرہا ہے وہ آپ کو کعبہ میں نہ جانے دیں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قریش سے جاکر کہہ دو کہ "ہم عمرہ کی غرض سے آئے ہیں لڑنا مقصود نہیں، جنگ نے قریش کی حالت زار کر دی ہے اور اُن کو سخت نقصان پہنچا ہے ان کیلئے یہ بہتر ہے کہ ایک مدت معین کیلئے معاہدہ صلح کرلیں اور مجھ کو عرب کے ہاتھ میں چھوڑ دیں، اس پر بھی وہ اگر راضی نہیں تو اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، میں یہاں تک لڑوں گا کہ میری گردن الگ ہوجائے اور خدا کو جو فیصلہ کرنا ہو کر دے"۔ بدیل نے جاکر قریش سے کہا کہ "میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے پیغام لے کر آیا ہوں اجازت دو تو کہوں" چند شریر بول اٹھے کہ ہم کو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیغام سننے کی ضرورت نہیں، لیکن سنجیدہ لوگوں نے اجازت دی، بدیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شرطیں پیش کیں، عروۃ بن مسعود ثقفی نے اٹھ کر کہا کیوں قریش! کیا میں تمھارا باپ اور تم میرے بچے نہیں؟ بولے ہاں! عروۃ نے کہا میری نسبت تم کو بدگمانی تو نہیں؟ سب نے کہا "نہیں" عروۃ نے کہا "اچھا تو مجھ کو اجازت دو کہ میں خود جاکر معاملے طے کروں، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے معقول شرطیں پیش کیں ہیں" غرض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے قریش کا پیغام سنایا

اور کہا' محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) فرض کرو تم نے قریش کا استیصال کر دیا تو کیا اس کی اور بھی کوئی مثال ہے کہ کسی نے اپنی قوم کو برباد کر دیا ہو' اس کے سوا اگر لڑائی کا رُخ بدلا تو تمھارے (آپ کے) ساتھ جو یہ بھیڑ ہے گرد کی طرح اُڑ جائے گی" حضرت ابوبکرؓ کو اس بدگمانی پر اس قدر غصہ آیا کہ گالی دے کر کہا کہ کیا ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے؟ عروۃ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا یہ کون ہیں؟ ——— آپ نے فرمایا "ابوبکرؓ" عروۃ نے کہا میں ان کی سخت کلامی کا جواب دیتا لیکن ان کا احسان میری گردن پر ہے جس کا بدلہ ابھی تک میں ادا نہیں کر سکا[1]

عروۃ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے تکلفانہ طریقہ سے گفتگو کر رہا تھا اور جیسا کہ عرب کا قاعدہ ہے کہ بات کرتے کرتے مخاطب کی داڑھی پکڑ لیتے ہیں' وہ ریش مبارک پر بار بار ہاتھ ڈالتا تھا' مغیرہ بن شعبہ جو ہتھیار لگائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت پر کھڑے تھے اس جرأت کو گوارا نہ کر سکے عروۃ سے کہا "اپنا ہاتھ ہٹالے ورنہ یہ ہاتھ بڑھ کر واپس نہ جاسکے گا" عُروۃ نے مغیرہ کو پہچانا اور کہا "او دغا باز! کیا میں تیری دغابازی کے معاملہ میں تیرا کام نہیں کر رہا ہوں (مغیرہ نے چند آدمی قتل کر دئے تھے جن کا خون بہا عروۃ نے اپنے پاس سے ادا کیا تھا[2]

عروۃ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کی حیرت انگیز عقیدت

---

[1] پوری روایت صحیح بخاری میں موجود ہے، کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد
[2] صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد

کا جو منظر دیکھا اُس نے اُس کے دل پر عجب اثر کیا، قریش سے جا کر کہا کہ میں نے قیصر و کسریٰ و نجاشی کے دربار دیکھے ہیں یہ عقیدت اور وارفتگی کہیں نہیں دیکھی، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بات کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے، کوئی شخص ان کی طرف نظر بھر کر نہیں دیکھ سکتا، وہ وضو کرتے ہیں تو پانی جو گرتا ہے اس پر خلقت ٹوٹ پڑتی ہے تھوک گرتا ہے تو عقیدت کیش ہاتھوں ہاتھ لیتے ہیں اور چہرہ اور ہاتھوں پر مل لیتے ہیں۔"[1]

چونکہ یہ معاملہ ناتمام رہ گیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خراش بن امیہ کو قریش کے پاس بھیجا لیکن قریش نے ان کی سواری کے اونٹ جو خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری کا تھا مار ڈالا اور خود اُن پر بھی یہی گذرنے والی تھی، لیکن قبائلِ متحدہ کے لوگوں نے بچا لیا اور وہ کسی طرح جان بچا کر چلے آئے۔[2]

اب قریش نے ایک دستہ بھیجا کہ مسلمانوں پر حملہ آور ہو لیکن یہ لوگ گرفتار کر لئے گئے، گو یہ سخت شرارت تھی لیکن رحمتِ عالم کا دامنِ عفو اس سے زیادہ وسیع تھا آپ نے سب کو چھوڑ دیا اور معافی دیدی۔[3] قرآن مجید کی اس آیت میں اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔

هُوَ الَّذِي كَفَّ أَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ	"وہ وہی خدا ہے جس نے کہ میں
وَأَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ	میں ان لوگوں کا ہاتھ تم سے اور تمھارا

---

[1] صحیح بخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد [2] سیرۃ ابن ہشام ۲-۳۱۴ مسند احمد ۴-۳۲۴

[3] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد،

مِنۡ بَعۡدِ اَنۡ اَظۡفَرَکُمۡ عَلَیۡہِمۡ — ہاتھ ان سے روک دیا بعد اس کے کہ تم کو ان پر قابو دے دیا تھا۔"

(سورۃ الفتح)

بیعتِ رضوان:

بالآخر آپؐ نے گفتگوئے صلح کے لئے حضرت عمرؓ کو انتخاب کیا لیکن انھوں نے معذرت کی کہ قریش میرے سخت دشمن ہیں اور مکّہ میں میرے قبیلہ کا ایک شخص بھی نہیں کہ مجھ کو بچا سکے۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو بھیجا وہ اپنے ایک عزیز (ابان بن سعید) کی حمایت میں مکّہ گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام سُنایا۔ قریش نے ان کو نظر بند کر لیا لیکن عام طور پر یہ خبر مشہور ہو گئی کہ وہ قتل کر ڈالے گئے [1] یہ خبر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو آپؐ نے فرمایا "عثمانؓ کے خون کا قصاص لینا فرض ہے" یہ کہہ کر آپؐ نے ایک ببول کے درخت کے نیچے بیٹھ کر صحابہؓ سے جاں نثاری کی بیعت لی، تمام صحابہ نے جن میں زن و مرد دونوں شامل تھے ولولہ انگیز جوش کے ساتھ دستِ مبارک پر جاں نثاری کا عہد کیا، یہ تاریخِ اسلام کا مہتم بالشان واقعہ ہے' اس بیعت کا نام **"بیعۃ الرضوان"** ہے' سورۂ فتح میں اس واقعہ کا اور درخت کا ذکر ہے۔

لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ — "خدا مسلمانوں سے راضی تھا جبکہ وہ تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے، سو خدا نے جان لیا جو کچھ ان

---

[1] مسند احمد ۴۔ ۳۲۴، سیرۃ ابن ہشام ۲۔ ۳۱۴، ۳۱۵

فِیْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ ان لوگوں کے دلوں میں تھا تو خدا نے
عَلَیْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا ان پر تسلی نازل کی اور عاجلانہ فتح دی۔"
قَرِیْبًا ○

لیکن بعد کو معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہ تھی[1]

معاہدہ و صلح نامہ: قریش نے سہیل بن عمرو کو سفیر بنا کر بھیجا وہ نہایت فصیح و بلیغ مقرر تھے چنانچہ ان کو لوگوں نے "خطیب قریش" کا خطاب دیا تھا[2] قریش نے ان سے کہدیا صلح صرف اس شرط پر ہو سکتی ہے کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس سال واپس چلے جائیں۔

سہیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دیر تک صلح کے شرائط پر گفتگو رہی بالآخر چند شرطوں پر اتفاق ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو بلا کر حکم دیا کہ معاہدہ کے الفاظ قلمبند کریں، حضرت علیؓ نے عنوان پر "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" لکھا عرب کا قدیم طریقہ تھا کہ خطوط کی ابتداء میں "بِاسْمِكَ اللّٰهُمَّ" لکھتے تھے۔ "بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ" سے وہ نا آشنا تھے اس بنا پر سہیل بن عمرو نے کہا کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے بجائے وہی قدیم الفاظ لکھے جائیں

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲- ۳۱۵، ۳۱۶ اجمالاً بیعت کا تذکرہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں بھی موجود ہے، [2] زرقانی ۲- ۲۲۳ ،

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے منظور فرمایا، آگے کا فقرہ تھا ھذا ما قضی علیہ محمد رسول اللہ "یعنی وہ معاہدہ ہے جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تسلیم کیا۔ سہیل نے کہا۔ اگر ہم آپ کو پیغمبر ہی تسلیم کرتے تو پھر جھگڑا کیا تھا، آپ صرف اپنا اور اپنے باپ کا نام لکھوائیں" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ گو تم تکذیب کرتے ہو لیکن خدا کی قسم میں خدا کا پیغمبر ہوں، یہ کہہ کر آپ نے حضرت علیؓ کو حکم دیا کہ اچھا خالی میرا نام لکھو، حضرت علیؓ سے زیادہ کون فرمان گذار ہو سکتا تھا لیکن عالم محبت میں ایسے مقام بھی پیش آتے ہیں جہاں فرمان بری سے انکار کرنا پڑتا ہے، حضرت علیؓ نے کہا میں ہرگز آپ کا نام نہ مٹاؤں گا، آپ نے فرمایا کہ اچھا مجھ کو دکھاؤ میرا نام کہاں ہے حضرت علیؓ نے اس جگہ انگلی رکھ دی آپ نے رسول اللہ کا لفظ مٹا دیا۔

شرائطِ صلح یہ تھے :

۱۔ مسلمان اس سال واپس چلے جائیں۔

۲۔ اگلے سال آئیں اور صرف تین دن قیام کر کے چلے جائیں۔

۳۔ ہتھیار لگا کر نہ آئیں صرف تلوار ساتھ لائیں وہ بھی نیام میں اور نیام بھی جلبان (تھیلا وغیرہ) میں۔

۴۔ مکہ میں جو مسلمان پہلے سے مقیم ہیں ان میں سے کسی کو اپنے ساتھ نہ لے جائیں اور مسلمانوں میں سے کوئی مکہ میں رہ جانا چاہے تو اس کو نہ روکیں۔

۵۔ کافروں یا مسلمانوں میں سے کوئی شخص اگر مدینہ جائے تو واپس کر دیا

جائے لیکن اگر کوئی مسلمان مکہ میں جائے تو وہ واپس نہیں کیا جائیگا۔

۶ - قبائل عرب کو اختیار ہوگا کہ فریقین سے جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ، میں شریک ہو جائیں [1]

مسلمانوں کی آزمائش :

یہ شرطیں بظاہر مسلمانوں کے سخت خلاف تھیں، اتفاق یہ کہ عین اُس وقت جبکہ معاہدہ لکھا جا رہا تھا سہیل کے صاحبزادے (ابو جندل) جو اسلام لا چکے تھے اور مکہ میں کافروں نے اُن کو قید کر رکھا تھا اور طرح طرح کی اذیتیں دیتے تھے، کس طرح بھاگ کر پاؤں میں بیڑیاں پہنے ہوئے آئے اور سب کے سامنے گر پڑے، سہیل نے کہا۔ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) صلح کی تعمیل کا یہ پہلا موقع ہے اس (ابو جندل) کو شرائطِ صلح کے مطابق مجھ کو واپس دیدو" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" ابھی معاہدہ قلمبند نہیں ہو چکا" سہیل نے کہا تو ہم کو صلح بھی منظور نہیں"۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اچھا ان کو یہیں رہنے دو سہیل نے نامنظور کیا، آپ نے چند دفعہ اصرار سے کہا لیکن سہیل کسی طرح راضی نہ ہوا مجبوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلیم کرنا پڑا۔ ابو جندل کو کافروں نے اس قدر مارا تھا کہ ان کے جسم پر نشان تھے مجمع کے سامنے تمام زخم دکھائے اور کہا برادرانِ اسلام! کیا پھر مجھ کو اسی حالت میں دیکھنا چاہتے ہو؟ میں اسلام لا چکا ہوں، کیا پھر مجھ کو کافروں کے ہاتھ میں دیتے ہو، تمام مسلمان تڑپ اٹھے،

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب شروط فی الجہاد، صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب صلح حدیبیہ

حضرت عمرؓ ضبط نہ کرسکے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور کہا یا رسول اللہ کیا آپ پیغمبر برحق نہیں ہیں؟ آپ نے ارشاد فرمایا "ہاں ہوں" حضرت عمرؓ نے کہا کیا ہم حق پر نہیں ہیں؟ آپؐ نے ارشاد فرمایا "ہاں ہم حق پر ہیں" حضرت عمرؓ نے کہا تو ہم دین میں یہ ذلت کیوں گوارا کریں۔ آپ نے فرمایا "میں خدا کا پیغمبر ہوں اور خدا کے حکم کی نافرمانی نہیں کرسکتا، خدا میری مدد کریگا" حضرت عمرؓ نے کہا کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ ہم لوگ کعبہ کا طواف کریں گے۔ آپ نے فرمایا لیکن یہ تو نہیں کہا تھا کہ اسی سال کریں گے، حضرت عمرؓ اٹھ کر حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے اور وہی گفتگو کی، حضرت ابوبکرؓ نے کہا وہ پیغمبر خدا ہیں، جو کچھ کرتے ہیں خدا کے حکم سے کرتے ہیں[1]

حضرت عمرؓ کو اپنی ان گستاخانہ معروضات کا جو بے اختیاری میں اُن سے سرزد ہوئیں تمام عمر سخت رنج رہا اور اس کے کفارہ کیلئے انھوں نے نمازیں پڑھیں، روزے رکھے، خیرات کی، غلام آزاد کئے، بخاری میں اگرچہ ان اعمال کا ذکر اجمالاً ہے لیکن ابن اسحاق نے تفصیل سے یہ تمام باتیں گنائی ہیں[2]

اس حالت کا گوارا کرنا صحابی کی اطاعت شعاری کا سخت خطرناک امتحان تھا ایک طرف اسلام کی توہین ہے، ابوجندل بیڑیاں پہنے چودہ سو جاں نثاران اسلام سے استغاثہ کرتے ہیں، سب کے دل جوش سے لبریز ہیں، اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذرا ایما ہو جائے تو تلوار فیصلہ قاطع کیلئے

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ وکتاب الشروط فی الجہاد، ابن ہشام ۲-۲۱۷

موجود ہے، دوسری طرف معاہدہ پر دستخط ہوچکے ہیں اور ایفائے عہد کی ذمہ داری ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجندل کی طرف دیکھا اور فرمایا :

یا اَبا جندل اِصْبِر	"ابوجندل ! صبر اور ضبط سے
واحْتَسِبْ فَاِنَّ اللّٰہَ جَاعِلٌ	کام لو خدا تمھارے لئے اور مظلوموں کے
لَکَ وَلِمَنْ مَّعَکَ مِنَ	لئے کوئی راہ نکالے گا، صلح اب ہوچکی
الْمُسْتَضْعَفِیْنَ فَرَجًا وَ	اور ہم ان لوگوں سے بدعہدی
مَخْرَجًا اِنَّا قَدْ عَقَدْنَا صُلْحًا	نہیں کرسکتے۔"
وَاِنَّا لَا نَغْدِرُ بِہِم۔[1]	

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ یہ لوگ یہیں قربانی کریں لیکن لوگ اس قدر دل شکستہ تھے کہ ایک شخص بھی نہ اٹھا یہاں تک کہ جیسا صحیح بخاری میں ہے، تین دفعہ بار بار کہنے پر بھی ایک شخص آمادہ نہ ہوا۔[2] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں تشریف لے گئے اور ام المومنین حضرت ام سلمہ سے شکایت کی، انھوں نے کہا۔ آپ کسی سے کچھ نہ فرمائیں بلکہ باہر نکل کر خود قربانی کریں اور احرام اتارنے کیلئے بال منڈوائیں" آپ نے باہر آکر خود قربانی کی اور بال منڈوائے، اب جب لوگوں کو یقین ہوگیا کہ اس فیصلہ میں تبدیلی نہیں ہوسکتی

---

[1] مسند احمد ۴۔ ۳۲۵، ابن ہشام ۲۔ ۳۱۸

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ الحدیبیہ

تو سب نے قربانیاں کیں اور احرام اُتارا [1]

بصورت ناکامی بحقیقت کامیابی:

صلح کے بعد تین دن تک آپ نے حدیبیہ میں قیام فرمایا' پھر روانہ ہوئے تو راہ میں یہ سورہ اُتری:

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا "ہم نے تجھ کو کھلی ہوئی فتح عنایت کی"

تمام مسلمان جس چیز کو شکست سمجھتے تھے خدا نے اس کو فتح کہا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو بلا کر فرمایا کہ یہ آیت نازل ہوئی ہے انھوں نے تعجب سے پوچھا کہ کیا یہ فتح ہے؟ ارشاد ہوا کہ "ہاں" صحیح مسلم میں ہے کہ حضرت عمرؓ کو تسکین ہوگئی اور مطمئن ہو گئے [2] نتائج مابعد نے اس رازِ سربستہ کی عقدہ کشائی کی۔

اب تک مسلمان اور کافر باہم ملتے جلتے نہ تھے' اب صلح کی وجہ سے آمد و رفت شروع ہوئی اور تجارتی تعلقات کی وجہ سے کفار مدینہ میں آتے، مہینوں قیام کرتے اور مسلمانوں سے ملتے جلتے تھے' باتوں باتوں میں اسلامی مسائل کا تذکرہ آتا رہتا تھا' اس کے ساتھ ہر مسلمان اخلاص' حسن عمل' نیکوکاری' پاکیزہ اخلاق کا ایک زندہ تصویر تھا، جو مسلمان مکہ جاتے تھے ان کی صورتیں یہی مناظر پیش کرتی تھیں اس سے خود بخود کفار کے دل اسلام کی طرف کھنچے آتے [3] مورخین

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد [2] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب صلح الحدیبیہ' صحیح بخاری کتاب التفسیر تفسیر سورۃ الفتح [3] زاد المعاد ۳-۳۰۶

کا بیان ہے کہ اس معاہدۂ صلح سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ کبھی نہیں لائے تھے[1]، حضرت خالد (فاتح شام) اور عمرو بن عاص (فاتح مصر) کا اسلام بھی اسی زمانے کی یادگار ہے[2]

معاہدۂ صلح میں یہ جو شرط تھی کہ جو مسلمان ... چلا آئے گا وہ پھر مکہ کو واپس کر دیا جائے گا، اس میں صرف مرد داخل تھے عورتیں نہ تھیں، عورتوں کے متعلق خاص یہ آیت اتری[3]

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا	"مسلمانو! جب تمھارے پاس عورتیں ہجرت
جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ	کر کے آئیں تو ان کو جانچ لو، خدا ان کے
فَامْتَحِنُوْھُنَّ ؕ اَللّٰہُ اَعْلَمُ	ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے، اب اگر تم
بِاِیْمَانِھِنَّ ۚ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ	کو معلوم ہو کہ وہ مسلمان ہیں تو ان کافروں
مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ	کے ہاں واپس نہ بھیجو نہ وہ عورتیں
اِلَی الْکُفَّارِ ؕ لَا ھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَا	کافروں کے قابل ہیں اور نہ کافر ان عورتوں
ھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ ؕ وَاٰتُوْھُمْ مَّآ	کے قابل ہیں اور ان عورتوں پر ان
اَنْفَقُوْا ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ	لوگوں نے جو خرچ کیا ہو وہ ان
اَنْ تَنْکِحُوْھُنَّ اِذَآ اٰتَیْتُمُوْھُنَّ	کو دے دو اور تم ان سے شادی
اُجُوْرَھُنَّ ؕ وَلَا تُمْسِکُوْا	کر سکتے ہو بشرطیکہ ان کے مہر ادا کر دو

[1] دلائل النبوۃ ۴-۱۶۰

[2] سیرۃ النبی ۱-۴۵۹

[3] صحیح البخاری کتاب الشروط باب الشروط فی الجہاد

بِعِصَمِ الْكَوَافِرِ' اور کافرہ عورتوں کو اپنے نکاح میں نہ رکھو۔

جو مسلمان مکہ میں مجبوری سے رہ گئے تھے، چونکہ کفار اُن کو سخت تکلیفیں دیتے تھے اس لئے وہ بھاگ بھاگ کر مدینہ آتے تھے، سب سے پہلے عتبہ بن اسید (ابو بصیر) بھاگ کر مدینہ آئے ــــــ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عتبہ سے فرمایا کہ واپس جاؤ، عتبہ نے عرض کی کہ کیا آپ مجھ کو کافروں کے پاس بھیجتے ہیں کہ مجھ کو کفر پر مجبور کریں آپ نے ارشاد فرمایا "خدا اس کی تدبیر نکالے گا" عتبہ مجبوراً دو کافروں کی حراست میں واپس گئے لیکن مقام ذوالحلیفہ پہنچ کر انھوں نے ایک شخص کو قتل کر ڈالا، دوسرا شخص جو بچ رہا اُس نے مدینہ آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، ساتھ ہی ابو بصیر پہنچے اور عرض کی کہ آپ نے عہد کے موافق اپنی طرف سے مجھ کو واپس کر دیا اب آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں، یہ کہہ کر مدینہ سے چلے گئے اور مقام عیص میں جو سمندر کے کنارے ذو مرہ کے پاس ہے رہنا اختیار کیا، مکہ کے بیکس اور ستم رسیدہ لوگوں کو جب علم ہوا کہ جان بچانے کا ٹھکانا پیدا ہو گیا ہے تو چوری چھپے بھاگ بھاگ کر یہاں آنے لگے، چند روز کے بعد اچھی خاصی جمعیت ہو گئی اور اب اُن لوگوں نے اتنی قوت حاصل کر لی کہ قریش کا کاروانِ تجارت جو شام کو جایا کرتا تھا اس کو روک لیتے تھے ان حملوں میں جو مالِ غنیمت مل جاتا تھا وہ ان کی معاش کا سہارا تھا۔

قریش نے مجبور ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لکھ بھیجا کہ معاہدہ کی اس

شرط سے ہم باز آتے ہیں اب جو مسلمان چاہے مدینہ جا کر آباد ہو سکتا ہے ہم اُس سے تعرض نہ کریں گے' آپ نے آوارہ وطن مسلمانوں کو لکھ بھیجا کہ یہاں چلے آو' چنانچہ ابو جندل اور اُن کے ساتھی مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے اور کاروان قریش کا راستہ بدستور کھل گیا۔" [1]

مستورات میں سے ام کلثوم جو رئیس مکہ (عقبہ بن ابی معیط) کی صاحبزادی تھیں اور مسلمان ہو چکی تھیں' مدینہ ہجرت کر کے آئیں لیکن اُن کے ساتھ اُن کے دونوں بھائی عمارۃ اور ولید بھی آئے' اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے درخواست کی کہ اُن کو واپس دے دیجئے آپ نے منظور نہیں فرمایا۔[2] صحابہ میں سے جن لوگوں کی ازواج مکہ میں رہ گئی تھیں اور اب تک کافرہ تھیں صحابہ نے ان کو طلاق دیدی۔[3]

حدیبیہ کی صلح کو خدا نے فتح کہا ہے لیکن اجسام کی نہیں قلوب کی' اسلام کو اپنی اشاعت کیلئے جو امن درکار تھا اور وہ اس صلح سے حاصل ہو گیا اس صلح کو خود دشمن فتح سمجھتے تھے' قریش اور مسلمانوں میں اب تک جو معرکے ہوئے فوجی حیثیت سے قریش کی صف میں ہر جگہ خالد بن ولید کا نام ممتاز نظر آتا ہے' جاہلیت میں رسالہ کی افسری انھیں کے سپرد تھی' اُحد میں قریش کے اکھڑے ہوئے پاؤں انہی کی کوشش سے سنبھلے تھے' حدیبیہ کے موقع

---

[1] صحیح البخاری کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد۔ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیہ' [3] صحیح البخاری کتاب الشروط' باب الشروط فی الجہاد،

پر بھی قریش کا طلایہ انہی کی زیرِ افسری نظر آیا تھا، لیکن قریش کا یہ سپہ سالار اعظم بھی آخر اسلام کے حملۂ کاری سے نہ بچ سکا[1]

صلح حدیبیہ کے بعد حضرت خالد نے مکّہ سے نکل کر مدینہ کا رُخ کیا راستہ میں حضرت عمرو بن العاص ملے، پوچھا کدھر کا قصد ہے؟ بولے اسلام لانے جاتا ہوں، آخر کب تک؟ عمرو بن العاص نے کہا ہمارا بھی یہی ارادہ ہے، دونوں صاحب ایک ساتھ بارگاہ نبوی میں حاضر ہو کر اسلام سے مشرف ہوئے[2] اور اب وہ جوہر جو اسلام کی مخالفت میں صَرف ہو رہا تھا، اسلام کی محبت میں صرف ہونے لگا۔

فتح مکّہ میں حضرت خالد جب ایک مسلمان دستہ کے افسر بن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذرے آپ نے پوچھا کون؟ لوگوں نے کہا، خالد ہیں آپ نے فرمایا خدا کی تلوار ہے[3]

غزوۂ موتہ میں جب حضرت جعفر، زید بن حارثہ اور عبداللہ بن رواحہ کے بعد حضرت خالد نے عَلَم اپنے ہاتھ میں لیا تو مسلمان خطرہ سے باہر تھے۔

عہد خلافت میں ایک (خالد) نے شام کا ملک قیصر سے چھین لیا اور دوسرا (عمرو بن العاص) مصر کا فاتح ہوا[4]

---

[1] سیرۃ النبی ۱۔ ۴۷۳، [2] الاصابہ ۱۔ ۴۱۸

[3] سنن ترمذی ابواب المناقب [4] سیرۃ النبی ۱۔ ۴۷۴

سلاطین و امراء کو دعوتِ اسلام :

۷ھ کے ماہ محرم کی پہلی تاریخ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہانِ عالم کے نام دعوتِ اسلام کے خطوط مبارک اپنے سفیروں کے ہاتھ روانہ فرمائے جو سفیر جس قوم کے پاس بھیجا گیا وہ وہاں کی زبان جانتا تھا تاکہ تبلیغ بخوبی کر سکے [۱]

اب تک نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی مہر نہ بنائی تھی جب شاہانِ عالم کے خطوط لکھے گئے تو اُن پر مہر کرنے کیلئے خاتم تیار کی گئی یہ چاندی کی تھی تین سطور میں یہ عبارت کندہ تھی [۲]

اِن خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جو خط عیسائی بادشاہوں کے نام تھے ان میں خصوصیت سے یہ آیتِ شریفہ بھی تھی :

يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا	" اے اہلِ کتاب آؤ ایسی بات پر
إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ	اتفاق کریں جو ہمارے تمہارے دین میں
أَنْ لَا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ	مساوی ہے یعنی خدا کے سوا کسی دوسرے
بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا	کی عبادت نہ کریں اور کسی چیز کو اس کا شریک
بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ	نہ ٹھہرائیں اور خدا کے سوا خدائی کا درجہ
(آل عمران، رکوع ۷)	ہم اپنے جیسے انسانوں کیلئے تجویز نہ کریں "

[۱] طبقات ابن سعد ۲-۲۳ [۲] صحیح البخاری کتاب اللباس باب خاتم فی الخنصر

اب ہم مختصر طور پر ان سفارتوں کا حال درج کرتے ہیں :

نامۂ مبارک بنام نجاشی شاہِ حبشہ : اصحم بن الجبر بادشاہ حبش المقلب بہ نجاشی کے پاس عمرو بن امیہ الضمری آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامۂ مبارک لے کر گئے تھے، یہ بادشاہ عیسائی تھا۔[1] تاریخ طبری سے نامہ مبارک کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے نجاشی اصحم بادشاہ حبش کے نام ہے، تجھے سلامتی ہو، میں پہلے اللہ کی ستائش کرتا ہوں جو ملک، قدوس، سلام، مومن اور مہیمن ہے اور ظاہر کرتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں جو مریم بتول طیبہ عفیفہ کی جانب بھیجا گیا اور انھیں عیسیٰ کا اس سے حمل ٹھہر گیا، خدا نے عیسیٰؑ کو اپنی روح اور نفخ سے اس طرح پیدا کیا جیسا کہ آدم کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے ...... پیدا کیا تھا۔ اب میری دعوت یہ ہے کہ تو خدا پر جو اکیلا اور لاشریک ہے ایمان لے آ اور ہمیشہ اس کی فرماں برداری میں رہا کر اور میرا اتباع کر اور میری تعلیم کا سچے دل سے اقرار کر کیونکہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ میں قبل اس کے اس ملک میں اپنے چچیرے بھائی جعفر کو مسلمانوں

[1] زاد المعاد، ۳-۶۸۹

کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں تم اُسے بآرام ٹھہرالینا نجاشی!
تم تکبّر چھوڑ دو کیونکہ میں تم کو اور تمھارے دربار کو خدا کی طرف بلاتا
ہوں، دیکھو میں نے اللہ کا حکم پہنچا دیا اور تمھیں بخوبی سمجھا دیا۔ اب
مناسب ہے کہ میری نصیحت مان لو، سلام اُس پر جو سیدھی راہ
پر چلتا ہے [1]

نجاشی اس فرمانِ مبارک پر مسلمان ہو گیا۔ اور جواب میں یہ عریضہ
تحریر کیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

" محمد رسول اللہ کی خدمت میں نجاشی اصحم بن الحبر کی طرف
سے اے نبی اللہ کے آپ پر اللہ کی سلامتی رحمت اور برکتیں ہوں
اسی خدا کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اور جس نے مجھے اسلام کی
ہدایت فرمائی ہے، اب عرض یہ ہے کہ حضورؐ کا فرمان میرے پاس
پہنچا، عیسیٰؑ کے متعلق جو کچھ آپ نے تحریر فرمایا ہے، بخدائے زمین و
آسمان وہ اس سے ذرہ برابر بھی بڑھ کر نہیں، ان کی حیثیت اتنی ہی
ہے جو آپ نے تحریر فرمائی ہے، ہم نے آپ کی تعلیم سیکھ لی ہے
اور آپ کا چچیرا بھائی اور مسلمان میرے پاس آرام سے ہیں اور میں
اقرار کرتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسولؐ ہیں سچے ہیں اور راست بازوں کی

---

[1] تاریخ طبری ۲۔۱۳۱، ۱۳۲ زاد المعاد ۳۔ ۶۸۹

سچائی ظاہر کرنے والے ہیں، میں آپ سے بیعت کرتا ہوں میں نے آپ کے چچیرے بھائی کے ہاتھ پر بیعت اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کا اقرار کر لیا ہے، اور میں حضورؐ کی خدمت میں اپنے فرزند اربا کو روانہ کرتا ہوں، میں تو اپنے ہی نفس کا مالک ہوں اگر حضور کا منشا ہوگا کہ میں حاضر خدمت ہو جاؤں تو ضرور حاضر ہو جاؤں گا کیونکہ میں یقین کرتا ہوں کہ حضور جو فرماتے ہیں وہی حق ہے۔ اے خدا کے رسول سلام آپ پر۔[1]

بنام شاہ بحرین:

(۲) منذر بن ساوی شاہ بحرین تھا شہنشاہ فارس کا خراج گذار تھا، علاء بن الحضرمیؓ اس کے پاس نامۂ مبارک لے کر گئے تھے، یہ مسلمان ہو گیا اور اس کی رعایا کا اکثر حصہ بھی مسلمان ہوا، اس نے جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لکھا تھا کہ بعض لوگوں نے تو اسلام کو از حد پسند کیا ہے، بعض نے کراہت کا اظہار کیا ہے، بعض نے مخالفت کی ہے، میرے علاقہ میں یہودی اور مجوسی بہت ہیں، ان کے لئے جو ارشاد ہو کیا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں تحریر فرمایا تھا:-

---

[1] تاریخ طبری ۲-۲۳۲، زاد المعاد ۳-۶۹۰ نجاشی اور قیصر و کسریٰ کو فرمان مبارک ارسال کرنے کا ذکر اجمالاً صحیح مسلم میں موجود ہے، کتاب الجہاد والسیر، باب کتب النبی صلی اللہ علیہ وسلم

(۱) ومن ینصح فلنفسہ " جو نصیحت کرتا ہے وہ اپنے لئے

(۲) ومن اقام علی یھودیۃ جو یہودیت یا مجوسیّت پر قائم رہے وہ

او مجوسیۃ فعلیہ الجزیۃ جزیہ (خراج رعیتانہ) دیا کرے[1]"

بنام شاہ عمّان :

(۳) جَیفر و عَبَد فرزندان جُلندی ملک عمّان کے نام عمرو بن العاص کے خط بھیجا گیا۔ عمرو کا قول ہے کہ جب میں عمّان پہنچا تو پہلے عَبَد کو ملا یہ سردار تھا اور اپنے بھائی کی نسبت زیادہ نرم و خوش خلق تھا میں نے اُسے بتایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سفیر ہوں اور تمھارے پاس اور تمھارے بھائی کے پاس آیا ہوں۔

عَبَد بولا میرا بھائی عمر میں مجھ سے بڑا اور ملک کا مالک ہے میں تمھیں اُس کی خدمت میں پہنچا دوں گا مگر یہ تو بتاؤ کہ تم کس چیز کی دعوت دیتے ہو؟

عمرو بن عاص نے کہا اکیلے خدا کی طرف جس کا کوئی شریک نہیں نیز اس شہادت کی طرف کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے بندے اور (اُس کے) رسول ہیں

عَبَد نے کہا عمرو تو سردار قوم کا بیٹا ہے بتا تیرے باپ نے کیا کیا، کیونکہ ہم اُسے نمونہ بنا سکتے ہیں۔

عمرو بن عاص نے جواب دیا وہ مر گیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لایا تھا، کاش وہ ایمان لاتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی راست بازی کا اقرار کرتا۔

---

[1] زاد المعاد ۳-۶۹۳ عیون الاثر ۲-۲۶۶

میں بھی اپنے باپ کی رائے پر تھا حتیٰ کہ خدا نے مجھے اسلام کی ہدایت فرمائی۔

عبد : تم کب سے محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پیرو ہو گئے ؟

عمرو بن عاص : ابھی تھوڑا عرصہ ہوا۔

عبد : کہاں ؟

عمرو بن عاص، نجاشی کے دربار میں، اور نجاشی بھی مسلمان ہو گیا،

عبد : وہاں کی رعایا نے نجاشی کے ساتھ کیا سلوک کیا ؟

عمرو بن العاص : اُسے بدستور بادشاہ رہنے دیا اور انھوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

عبد : (تعجب سے) کیا بشپ پادریوں نے بھی ؟

عمرو بن عاص : ہاں !

عبد : دیکھو عمرو کیا کہہ رہے ہو انسان کیلئے کوئی چیز بھی جھوٹ سے بڑھ کر ذلت بخش نہیں۔

عمرو بن عاص : میں نے جھوٹ نہیں کہا اور اسلام میں جھوٹ بولنا جائز بھی نہیں۔

عبد : ہرقل نے کیا کیا۔ کیا اُسے نجاشی کے اسلام لانے کا حال معلوم ہے ؟

عمرو بن عاص : ہاں !

عبد : تم کیونکر ایسا کہہ سکتے ہو ؟

عمرو بن عاص : نجاشی ہرقل کو خراج دیا کرتا تھا جب سے مسلمان ہوا کہہ دیا ہے کہ اب اگر وہ ایک درہم بھی مانگے گا تو نہ دوں گا۔

ہرقل تک یہ بات پہنچ گئی، ہرقل کے بھائی یناق نے کہا یہ نجاشی حضور کا ادنیٰ غلام اب خراج دینے سے انکار کرتا ہے اور حضور کے دین کو بھی اُس نے چھوڑ دیا ہے، ہرقل نے کہا پھر کیا ہوا اُس نے اپنے لئے ایک مذہب پسند کرلیا اور قبول کرلیا، میں کیا کروں ؟ بخدا اگر اس شہنشاہی کا مجھے خیال نہ ہوتا تو میں بھی وہی کرتا جو نجاشی نے کیا ہے۔

عبد: دیکھو عمرو! کیا کہہ رہے ہو ؟

عمرو بن عاص : قسم ہے خدا کی سچ کہہ رہا ہوں۔

عبد : اچھا بتاؤ وہ کن چیزوں کے کرنے کا حکم دیتے ہیں اور کن چیزوں سے منع کرتے ہیں۔

عمرو بن عاص : وہ اللہ عزوجل کی اطاعت کا حکم دیتے ہیں اور معصیت الٰہی سے روکتے ہیں، وہ زنا شراب کے استعمال سے اور پتھروں، بتوں اور صلیب کی پرستش سے منع فرماتے ہیں۔

عبد : کیسے اچھے احکام ہیں جن کی وہ دعوت دیتے ہیں کاش میرا بھائی میری رائے قبول کرے، ہم دونوں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر ایمان لائیں۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر میرے بھائی نے اس پیغام کو رد کیا اور دنیا ہی کا راغب

رہا تو وہ اپنے ملک کیلئے بھی سراپا نقصان ثابت ہوگا۔

عمرو بن عاص : اگر وہ اسلام قبول کرے گا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کو اس ملک کا بادشاہ تسلیم فرمالیں گے، وہ صرف اتنا کریں گے کہ یہاں صدقہ وصول کر کے یہاں کے غرباکو تقسیم کرادیا کرینگے۔

عبد : یہ تو اچھی بات ہے مگر صدقہ سے کیا مراد ہے ؟

عمرو بن عاص : نے زکوٰۃ کے مسائل بتائے، جب یہ بتایا کہ اونٹ میں بھی زکوٰۃ ہے تو عبد بولا کیا وہ ہمارے مواشی میں سے بھی صدقہ دینے کو کہیں گے وہ تو خود ہی درختوں کے پتوں سے پیٹ بھر لیتا اور خود ہی پانی پیتا ہے۔

عمرو بن عاص نے کہا ہاں : اونٹوں سے صدقہ لیا جاتا ہے۔

عبد : میں نہیں جانتا کہ میری قوم کے لوگ جو تعداد میں زیادہ ہیں اور دُور دُور تک بکھرے پڑے ہیں وہ اس حکم کو مان لیں گے۔

الغرض عمرو بن عاص وہاں چند روز ٹھہرے عبد روز روز کی باتیں اپنے بھائی کو پہنچایا کرتا تھا ایک روز عمرو بن عاص کو بادشاہ نے طلب کیا چوبدار نے دونوں جانب سے بازو تھام کر انھیں بادشاہ کے حضور میں پیش کیا، بادشاہ نے فرمایا انھیں چھوڑ دو، چوبداروں نے چھوڑ دیا، یہ بیٹھنے لگے، چوبداروں نے پھر ٹوکا، انھوں نے بادشاہ کی طرف دیکھا، بادشاہ نے کہا، بولو تمھارا کیا کام ہے؟

عمرو بن عاص نے خط دیا جس پر مہر ثبت تھی۔

جیفر نے مہر توڑ کر خط کھولا پڑھا پھر بھائی کو دیا اُس نے بھی پڑھا اور
عمرو بن عاص نے دیکھا کہ بھائی زیادہ نرم دل ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ قریش کا کیا حال ہے ؟

عمرو بن عاص نے کہا سب نے طوعاً و کرہاً اُن کی اطاعت اختیار کر لی ہے۔

بادشاہ نے پوچھا کہ ان کے ساتھ رہنے والے کون لوگ ہیں ؟

عمرو بن عاص : جنھوں نے اسلام کو رضا و رغبت قبول کیا سب کچھ چھوڑ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کر لیا ہے اور پوری فکر اور غور اور عقل و تجربہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانچ کر لی ہے بادشاہ نے کہا اچھا تم کل پھر ملنا۔
عمرو بن عاص دوسرے روز بادشاہ کے بھائی سے پھر ملے وہ بولا کہ اگر ہماری حکومت کو صدمہ نہ پہنچے تو بادشاہ مسلمان ہو جائے گا

عمرو بن عاص پھر بادشاہ سے ملے۔

بادشاہ نے کہا، میں نے اس معاملہ میں غور کیا دیکھو اگر میں ایسے شخص کی اطاعت اختیار کرتا ہوں جس کی فوج ہمارے ملک تک نہیں پہنچی تو میں سارے عرب میں کمزور سمجھا جاؤں گا حالانکہ اگر ان کی فوج اس ملک میں آئے تو میں ایسی سخت لڑائی لڑوں کہ تمھیں کبھی سابقہ نہ ہوا ہو۔

عمرو بن عاص نے کہا بہتر میں کل واپس چلا جاؤں گا۔

بادشاہ نے کہا نہیں کل تک ٹھہرو۔

دوسرے دن پادشاہ نے انھیں آدمی بھیج کر بلایا اور دونوں بھائی مسلمان ہوگئے اور رعایا کا اکثر حصہ بھی اسلام لے آیا[1]

بنام حاکم دمشق و حاکم یمامہ :

(۴) منذر بن حارث بن ابو شمر دمشق کا حاکم اور شام کا گورنر تھا۔ شجاع بن وہب الاسدی اس کے پاس بطور سفارت بھیجے گئے، یہ پہلے تو خط پڑھ کر بہت بگڑا، کہا میں خود مدینہ پر حملہ کرونگا بالآخر سفیر کو باعزاز رخصت کیا مگر مسلمان نہ ہوا[2]

(۵) ہوذہ بن علی حاکم یمامہ عیسائی المذہب تھا، سلیط بن عمروؓ نامۂ مبارک اس کے پاس لے گئے تھے، اُس نے کہا کہ اگر اسلام پر میری آدھی حکومت تسلیم کرلی جائے تو مسلمان ہو جاؤں گا، ہوذہ اُس جواب سے تھوڑے دنوں بعد ہلاک ہوگیا[3]

بنام شاہ اسکندریہ :

(۶) جریج بن متی الملقب بہ مقوقس شاہ اسکندریہ و مصر عیسائی المذہب تھا، حاطب بن ابی بلتعہ اُس کے پاس سفیر ہو کے گئے تھے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خط کے آخر میں تحریر فرما دیا تھا کہ اگر تم نے اسلام سے انکار کیا تو تمام مصریوں (اہلِ قبط) کے مسلمان نہ ہونے کا گناہ تمھاری گردن

---

[1] زاد المعاد ۳-۶۹۳ تا ۶۹۶ نصب الرایۃ ۴-۴۲۳، ۴۲۴، عیون الاثر ۲-۲۶۷ تا ۲۶۹
[2] زاد المعاد ۳-۶۹۷ [3] زاد المعاد ۳-۶۹۶ عیون الاثر ۲-۲۶۹

پر ہو گا۔

سفیر نے خط پہنچانے کے علاوہ بادشاہ کو اِن الفاظ میں سمجھایا تھا۔

"صاحب! آپ سے پہلے اِس ملک میں ایک شخص ہو چکا ہے جو اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى (میں تم لوگوں کا بڑا خدا ہوں) کہا کرتا تھا اور خدا نے اُسے دنیا اور آخرت کی رُسوائی دی۔ جب خدا کا غضب بھڑکا تو وہ ملک وغیرہ کچھ بھی نہ رہا اس لئے کہ تم دوسروں کو دیکھو اور عبرت پکڑو، یہ نہ ہو کہ دوسرے تم سے عبرت لیا کریں۔"

بادشاہ نے کہا ہم خود ایک مذہب رکھتے ہیں اُسے ترک نہیں کریں گے جب تک اس سے بہتر دین کوئی نہ ملے۔

حضرت حاطب نے کہا، میں آپ کو دین کی جانب بلاتا ہوں جو جملہ مذاہب سے کفایت کنندہ ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب ہی کو دعوت اسلام فرمائی ہے، قریش نے مخالفت کی ہے اور یہود نے عداوت کی لیکن سب میں سے مودّت و محبّت کے ساتھ قریب تر نصاریٰ رہے ہیں۔ بخدا جس طرح موسیٰ ؑ نے عیسیٰ ؑ کیلئے بشارت دی اسی طرح عیسیٰ ؑ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی ہے، قرآن مجید کی دعوت ہم آپ کو اسی طرح دیتے ہیں جیسے آپ اہل توراۃ کو انجیل کی دعوت دیا کرتے ہیں۔

جس نبی کو جس قوم کا زمانہ ملا وہی قوم اس کی امت سمجھی جاتی ہے اسلئے

آپ پر لازم ہے کہ اس نبیؐ کی اطاعت کریں جس کا عہد آپ کو مل گیا ہے اور یہ سمجھ لیں کہ ہم آپ کو حضرت مسیحؑ کے مذہب ہی کی دعوت دیتے ہیں۔

مقوقس نے کہا، میں نے اس نبیؐ کے بارے میں غور کیا ہنوز مجھے کوئی رغبت معلوم نہیں ہوئی اگرچہ وہ کسی مرغوب شے سے نہیں روکتے ہیں، میں جانتا ہوں کہ وہ ساحر ضرر رساں ہیں نہ کاہن کاذب، اور ان میں تو نبوت ہی کی علامت پائی جاتی ہے بہرحال میں اس معاملہ مزید غور کروں گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خط کو ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھوا کر مہر لگوا کر خزانہ میں رکھوا دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تحائف بھیجے اور جواب خط میں یہ لکھا کہ یہ تو مجھے معلوم ہے کہ ایک نبی کا ظہور باقی ہے مگر میں یہ سمجھتا رہا کہ وہ رسول ملک شام میں ہوں گے۔

دُلدُل مشہور خچر اُس نے تحفے میں بھیجا تھا۔[1]

بنام ہرقل شاہِ قسطنطنیہ:

(۷) ہرقل شاہ قسطنطنیہ یا رُوما کی مشرقی شاخ سلطنت کا نامور شہنشاہ عیسائی المذہب تھا، دحیہ بن خلیفۃ الکلبی اس کے پاس نامۂ مبارک لے کر گئے تھے یہ بادشاہ سے بیت المقدس کے مقام پر ملے ہرقل نے سفیر کے اعزاز میں بڑا شاندار دربار کیا اور سفیر سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بہت ہی باتیں دریافت کرتا رہا۔

---

[1] زاد المعاد ۳-۶۹۱ نصب الرایۃ ۴-۴۲۱، ۴۲۲ عیون الاثر ۲-۶۶۵، ۶۶۶

اس کے بعد ہرقل نے مزید تحقیقات کرنا بھی ضروری سمجھا حکم دیا کہ اگر ملک میں کوئی شخص مکہ کا آیا ہوا موجود ہو تو پیش کیا جائے۔

اتفاق سے اُن دنوں ابوسفیان مع دیگر تاجرانِ مکہ شام آیا ہوا تھا اسے بیت المقدس پہنچایا اور دربار میں پیش کیا گیا، قیصر نے ہمراہی تاجروں سے کہا کہ میں ابوسفیان سے سوال کروں گا اگر یہ کوئی جواب غلط دے تو مجھے بتا دینا۔

ابوسفیان ان دنوں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا جانی دشمن تھا اُس کا اپنا بیان ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھ والے میرا جھوٹ ظاہر کر دیں گے تو میں بہت سی باتیں بناتا مگر اس وقت قیصر کے سامنے مجھے سچ سچ ہی کہنا پڑا۔

سوال و جواب یہ ہیں :۔

قیصر : محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاندان اور نسب کیا ہے؟

ابوسفیان : شریف و عظیم۔

یہ جواب سن کر ہرقل نے کہا "سچ ہے نبی شریف گھرانے کے ہوتے ہیں تاکہ اُن کی اطاعت میں کسی کو عار نہ ہو۔"

قیصر : محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے پہلے بھی کسی نے عرب میں نبی ہونے کا دعویٰ کیا ہے؟

ابوسفیان : "نہیں"۔

یہ جواب سُن کر ہرقل نے کہا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اپنے سے پہلے کی تقلید اور ریس کرتا ہے۔

قیصر: نبی ہونے کے دعویٰ سے پہلے کیا یہ شخص جھوٹ بولا کرتا تھا اس کو جھوٹ بولنے کی کبھی تہمت دی گئی تھی ؟

ابوسفیان: "نہیں"

ہرقل نے اس جواب پر کہا "یہ نہیں ہو سکتا کہ جس شخص نے لوگوں پر جھوٹ نہ بولا وہ خدا پر جھوٹ باندھے"۔

قیصر: اس کے باپ دادا میں سے کوئی شخص بادشاہ بھی ہوا ہے؟

ابوسفیان: نہیں۔

ہرقل نے اس جواب پر کہا۔ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ نبوت کے بہانے سے باپ دادا کی سلطنت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

قیصر: محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ماننے والے مسکین غریب لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ ؟

ابوسفیان: مسکین اور حقیر لوگ۔

ہرقل نے جواب پر کہا ہر ایک نبی کے پہلے ماننے والے مسکین غریب لوگ ہی ہوتے رہے ہیں۔

قیصر: ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھ رہی ہے یا کم ہو رہی ہے؟

ابوسفیان: بڑھ رہی ہے۔

ہرقل نے کہا، ایمان کا یہی خاصہ ہے کہ آہستہ آہستہ بڑھتا ہے اور حد کمال تک پہنچ جاتا ہے۔

قیصر: کوئی شخص اُن کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے؟
ابوسفیان: "نہیں"
ہرقل نے کہا۔ لذتِ ایمان کی یہی تاثیر ہے کہ جب دل میں بیٹھ جاتی اور روح پر اپنا اثر قائم کر لیتی ہے تب جدا نہیں ہوتی:
قیصر: یہ شخص کبھی عہد و پیمان کو توڑ بھی دیتا ہے؟
ابوسفیان: نہیں امسال ہمارا معاہدہ اس سے ہوا ہے دیکھیئے کیا انجام ہو؟
ابوسفیان کہتا ہے کہ میں صرف اس جواب میں اتنا فقرہ زیادہ کر سکا تھا مگر قیصر نے اس پر کچھ توجہ نہ کی اور یوں کہا، بیشک نبی عہد شکن نہیں ہوتے، عہد شکنی دنیا دار ہی کرتا ہے، نبی دنیا کے طالب نہیں ہوتے۔
قیصر: کبھی اس شخص کے ساتھ تمھاری لڑائی بھی ہوئی؟
ابوسفیان: "ہاں"
قیصر: "جنگ کا نتیجہ کیا رہا"؟
ابوسفیان: کبھی وہ غالب رہے (بدر میں) اور کبھی ہم (اُحد میں)
ہرقل نے کہا۔ خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے لیکن آخر خدا کی مدد اور فتح اُن ہی کو حاصل ہوتی ہے۔
قیصر: اُن کی تعلیم کیا ہے؟
ابوسفیان: ایک خدا کی عبادت کرو، باپ دادا کے طریق (بُت پرستی) کو چھوڑ دو، نماز روزہ، سچائی پاکدامنی، صلہ رحم کی پابندی اختیار کرو۔

ہرقل نے کہا نبی موعود کی یہی علامتیں ہم کو بتائی گئی ہیں میں سمجھتا تھا کہ نبی کا ظہور ہونے والا ہے لیکن یہ نہ سمجھتا تھا کہ وہ عرب میں سے ہوگا ابوسفیان! اگر تم نے سچ سچ جواب دیئے ہیں تو وہ ایک روز اس جگہ کا جہاں میں بیٹھا ہوا ہوں شام و بیت المقدس کا ضرور مالک ہو جائے گا، کاش میں اُن کی خدمت میں پہنچ سکتا اور نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاؤں دھویا کرتا۔

اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک پڑھا گیا، اراکینِ دربار اُسے سُن کر بہت چیخے اور چلّائے اور ہم کو دربار سے باہر نکال دیا گیا میرے دل میں اسی روز سے اپنی ذلتِ نفس اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آئندہ عظمت کا یقین ہو گیا[1]

بنام کسریٰ شاہِ ایران:

(۸) خسرو پرویز کسریٰ ایران نصف مشرقی دنیا کا شہنشاہ تھا، زردشتی مذہب رکھتا تھا، عبداللہ بن حذافہ اس کے پاس نامۂ مبارک لے گئے تھے نامۂ مبارک کی نقل یہ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم	اللہ رحمٰن رحیم کے نام سے۔
من محمد رسول اللہ الی	محمد رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ
کسریٰ عظیم فارس سلام	بزرگ فارس کے نام، سلام اس پر

[1] صحیح البخاری کتاب بدء الوحی باب حدثنا ابوالیمان حکیم بن نافع، صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی ہرقل۔

علی من اتبع الھدیٰ وآمن	جو سیدھے راستہ پر چلتا اور خدا اور
باللّٰہ ورسولہ وشھد ان	رسول پر ایمان لاتا اور یہ شہادت ادا کرتا
لا الہ الا اللّٰہ وحدہٗ لا	ہے کہ خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق
شریک لہٗ وان محمداً عبدہٗ	نہیں اور محمدؐ اس کا بندہ اور رسول ہے
ورسولہ وادعوک بدعایۃ	میں تجھے خدا کے پیغام کی دعوت دیتا
اللّٰہ فانی انا رسول اللّٰہ الی	ہوں اور میں خدا کا رسول ہوں مجھے
الناس کافۃ لینذر من	جملہ نسل آدم کی طرف بھیجا گیا ہے تاکہ جو
کان حیا ویحق القول	کوئی زندہ ہے اُسے عذاب الٰہی کا ڈر
علی الکافرین اسلم تسلم	سنایا جائے اور جو منکر ہیں اُن پر خدا
فان ابیت فعلیک اثم	کا قول پورا ہو تو مسلمان ہو جا سلامت رہیگا
المجوس۔	ورنہ مجوس کا گناہ تیرے ذمہ ہوگا۔

خسرو نے دیکھتے ہی غصّہ سے چاک کر ڈالا اور زبان سے کہا میری رعایا کا ادنیٰ شخص مجھ کو خط لکھتا ہے اور اپنا نام میرے نام سے پہلے تحریر کرتا ہے۔

اس کے خسرو نے باذان کو جو یمن میں اس کا وائسرائے (نائب السلطنت) تھا اور عرب کا تمام ملک اُسی کے زیر اقتدار یا زیر اثر سمجھا جاتا تھا، یہ حکم بھیجا کہ اس شخص (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) کو (معاذ اللہ) گرفتار کر کے میرے پاس روانہ کردو۔

باذان نے ایک فوجی دستہ مامور کیا، فوجی افسر کا نام خُرّ خُسرہ تھا ایک

ملکی افسر بھی ساتھ روانہ کیا جس کا نام بابَوَیہ تھا، بابَوَیہ کو یہ ہدایت کی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات پر گہری نظر ڈالے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کسریٰ کے پاس پہنچا دے لیکن اگر آپ ساتھ جانے سے انکار کریں تو واپس آکر رپورٹ کرے۔

جب یہ افسر مدینہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ کل کو پھر حاضر ہوں، دوسرے روز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آج رات تمھارے بادشاہ کو خدا نے ہلاک کر ڈالا، جاؤ اور تحقیق کرو، افسر یہ خبر سن کر یمن کو لوٹ گئے۔ وہاں وائسرائے کے پاس سرکاری اطلاع آچکی تھی کہ خسرو کو اس کے بیٹے نے قتل کر دیا ہے اور تخت کا مالک "شیرویہ" ہے جو باپ کا قاتل تھا۔

اب باذان نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عادات اور اخلاق اور تعلیم و ہدایت کے متعلق کامل تحقیقات کی اور تحقیقات کے بعد مسلمان ہوگیا، دربار اور ملک کا اکثر حصہ مسلمان ہوگیا۔[1]

جو سفیر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا تھا اس نے واپس آکر عرض کیا کہ شاہِ ایران نے نامۂ مبارک چاک کر ڈالا، اس وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مزّق ملکہ" اس نے اپنی قوم کے فرمانِ سلطنت کو چاک کر دیا ہے۔[2]

---

[1] تاریخ طبری ۲۔ ۱۳۲ [2] صحیح البخاری میں نامۂ مبارک کے چاک کرنے اور آپ کی بددعا کا ذکر ہے، کتاب المغازی باب کتاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم الی کسریٰ وقیصر۔

ناظرین ! اس مختصر اور پُرہیبت جملہ کو دیکھیں اور سوا تیرہ سو برس کی تاریخِ عالم میں تلاش کریں کہ کسی جگہ اس قوم کی سلطنت کا نشان ملتا ہے جو اس واقعہ سے بیشتر چار پانچ ہزار برس سے نصف دنیا پر شہنشاہی کرتی تھی اور جس کے فتوحات بارہا یونان و روما کو نیچا دکھا چکی تھیں، ہرگز نہیں۔

غزوۂ خیبر :

خیبر مدینہ سے شام کی جانب تین منزل پر ایک مقام کا نام ہے۔ یہ یہودیوں کی خالص آبادی کا قصبہ تھا آبادی کے گرداگرد مستحکم قلعے بنے ہوئے تھے۔[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سفر حدیبیہ سے پہنچے ہوئے ابھی تھوڑے ہی دن (ایک ماہ سے کم) ہوئے تھے کہ سننے میں آیا خیبر کے یہودی پھر مدینہ پر حملہ کرنے والے ہیں، انھوں نے قبیلہ بنو غطفان کے چار ہزار جنگجو بہادروں کو بھی اپنے ساتھ ملالیا تھا اور معاہدہ یہ تھا کہ اگر مدینہ فتح ہو گیا تو پیداوار کا نصف حصہ ہمیشہ بنو غطفان کو دیتے رہیں گے۔[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس غزوہ میں صرف انھیں صحابہؓ کو ہمرکاب چلنے کی اجازت دی تھی جو لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِھِمْ کی بشارت سے ممتاز تھے اور جن کو وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیْرَۃً تَاْخُذُوْنَھَا

---

[1] سیرۃ حلبیہ ۲-۲۶

[2] سیرۃ النبی ۱-۸۰۴ منقول از تاریخ الخمیس

کا مژدہ مل چکا تھا، ان کی تعداد سولہ سو تھی جن میں دو سو سوار تھے[1]

لشکرِ اسلام آبادیٔ خیبر کے متصل رات کے وقت پہنچ گیا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادتِ مبارکہ یہ تھی کہ رات کو لڑائی شروع نہ کرتے اور نہ کبھی شب خون ڈالا کرتے اس لئے لشکرِ اسلام نے میدان میں ڈیرے ڈال دیئے یہ میدان اہلِ خیبر اور بنو غطفان کے درمیان پڑتا تھا اس تدبیر کا فائدہ یہ ہوا کہ جب بنو غطفان یہودیانِ خیبر کی مدد کیلئے نکلے تو انھوں نے لشکرِ اسلام کو سدِ راہ پایا اور اس لئے چپ چاپ اپنے گھروں کو واپس چلے گئے[2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے خیبر کے قلعوں کی طرف توجہ فرمائی اور ایک ایک کرکے ان قلعوں کو فتح کرنا شروع کیا۔ ان قلعوں میں ایک قلعہ ایسا تھا جو نامور یہودی شہسوار مرحب کا تخت گاہ تھا اس کو حضرت علیؓ نے سر کیا۔ اس کا واقعہ یہ ہے کہ یہ قلعہ مسلمانوں کے لئے بہت سخت دشوار گذار ثابت ہو رہا تھا اور ان کا قابو اس پر چل نہیں پا رہا تھا، حضرت علیؓ کی آنکھیں اس وقت آشوب کرآئی تھیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَأُعْطِيَنَّ الرَّايَةَ غَدًا رَجُلًا يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰى يَدَيْهِ کل فوج کا نشان اُس شخص کو دیا جائے گا جس سے خدا تعالیٰ اور رسولؐ اللہ محبت کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ فتح عنایت فرمائے گا۔ یہ ایسی تعریف تھی کہ جسے

---

[1] سیرت حلبیہ ۲-۲۶۷ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر
[3] ابن ہشام ۲-۳۳۰

سُن کر فوج کے بڑے بڑے بہادر اگلے دن کی کمان ملنے کے آرزومند ہو گئے تھے صبح ہوئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یاد فرمایا لوگوں نے عرض کیا کہ انھیں آشوب چشم ہے اور آنکھوں میں درد بھی ہوتا رہا ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ آ گئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لبِ مبارک جناب مرتضیٰ رضؓ کی آنکھوں کو لگا دیا اسی وقت آنکھیں کھل گئیں نہ آشوب کی سرخی باقی تھی اور نہ درد کی تکلیف، پھر فرمایا علی جاؤ، راہِ خدا میں جہاد کرو پہلے اسلام کی دعوت دو بعد میں جنگ، علیؓ اگر تمھارے ہاتھ پر ایک شخص بھی مسلمان ہو جائے تو یہ کام بھاری غنیمتوں کے حاصل ہو جانے سے بہتر ہو گا[1]

حضرت علیؓ مرتضیٰ نے قلعہ ناعم پر جنگ کی طرح ڈالی مقابلے کیلئے قلعہ کا مشہور سردار مرحب جب میدان میں نکلا یہ اپنے آپ کو ہزار بہادروں کے برابر کہا کرتا تھا، اُس نے آتے ہی یہ رجز پڑھنا شروع کر دیا :

قد علمت خیبر انی مرحب	ترجمہ: "خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیا سجانے
شاکی السلاح بطل مجرب	والا بہادر تجربہ کار مرحب ہوں، جب لوگوں
اذا القلوب اقبلت تلھب	کے ہوش مارے جاتے ہیں تو میں بہادری

دکھایا کرتا ہوں "

اس کے مقابلے کیلئے عامرؓ بن الاکوع نکلے وہ بھی اپنا رجز پڑھتے جاتے تھے،

قد علمت خیبر انی عامر	خیبر جانتا ہے کہ میں ہتھیار چلانے میں استاد

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر صحیح مسلم کتاب الجہاد باب غزوۂ خیبر

شاکی السلاح بطل مغامر   نبرد آزما تیغ ہوں میرا نام عامر ہے،

مرحب نے ان پر تلوار سے وار کیا عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے ڈھال پر روکا اور مرحب کے حصہ زیریں پر وار چلایا مگر اُن کی تلوار جو لمبائی میں چھوٹی بھی اُن ہی کے گھٹنے پر لگی جس کے صدمہ سے بالآخر شہید ہوگئے، پھر حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نکلے رجز حیدری سے میدان گونج اٹھا آپ فرماتے تھے:

انا الذی سمتنی امی حیدرۃ	ترجمہ: میں ہوں کہ میری ماں نے میرا نام
کلیث غابات کریہ المنظرۃ	شیر غضبناک رکھا ہے میں جنگلوں کی شیر کی
اوفیھم بالصاع کیل السندرۃ	طرح ہوں اور بہت ہی ہیبتناک ہوں میں

اپنے پیمانے کی سخاوت سے بڑے بڑے پیمانے عطا کروں گا۔

حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ایک ہی ہاتھ تلوار کا ایسا لگایا کہ اُن کا کام تمام ہوگیا اور فتح ہوگئی[1]

خیبر کا واقعہ ہے کہ ایک سیاہ فام حبشی غلام جو اپنے یہودی آقا کی بکریاں چراتا تھا یہ دیکھ کر کہ یہودی لڑائی کی تیاری کر رہے ہیں اُن سے پوچھا کہ آپ لوگوں کا کیا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا کہ ہم اس شخص سے لڑنے جا رہے ہیں جو نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شوق پیدا ہوا وہ اپنا گلہ لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور آپ سے پوچھا کہ آپ کیا فرماتے ہیں اور کس بات کی دعوت دیتے ہیں؟ آپ نے

[1] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب غزوۂ ذی قرد، کتاب المناقب باب مناقب علی رضی اللہ عنہ

فرمایا میں اسلام کی دعوت دیتا ہوں اور یہ کہ تم اس کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں اور اللہ کے سوا تم کسی کی عبادت نہ کرو" غلام نے کہا کہ اگر میں نے یہ گواہی دی اور اللہ پر ایمان لے آیا تو مجھے کیا ملے گا ؟ فرمایا "اگر تم اسی پر مرے تو جنت ہے" غلام نے اسلام قبول کیا اور عرض کیا کہ یا رسولؐ اللہ یہ گلہ میرے پاس امانت ہے میں کیا کروں ؟ آپ نے فرمایا " ان کو ہنکا دو اور کنکری مارو اللہ تمہاری امانت ادا کرا دے گا" اُس نے ایسا ہی کیا اور بکریاں اپنے مالک کے پاس پہونچ گئیں، مالک سمجھ گیا کہ غلام مسلمان ہو گیا۔ اتنے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وعظ فرمایا اور صحابہؓ کو جہاد پر ابھارا، جب مسلمانوں اور کفّار کا مقابلہ ہوا تو شہیدوں میں یہ غلام بھی تھا، لوگ اُس کی لاش اٹھا کر خیمہ میں لے گئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو دیکھ کر فرمایا "اللہ نے اس غلام پر بڑا فضل فرمایا اور اس کو بڑی توفیق دی" میں نے اس کے سرہانے دو حوریں دیکھیں حالانکہ اس کو ایک مرتبہ بھی سجدہ کرنے کی نوبت نہیں آئی[1]

اسی طرح کا ایک دوسرا واقعہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص آیا اور اس نے کہا یا رسولؐ اللہ میں سیاہ فام کم رو آدمی ہوں بو بھی خراب ہے، مال بھی میرے پاس نہیں ہے اگر میں یہودیوں سے لڑوں اور مارا جاؤں تو کیا جنت میں جاؤں گا ؟ فرمایا " ہاں" یہ سن کر وہ آگے بڑھا جنگ کی

---

[1] دلائل النبوۃ ۴۔ ۲۱۹ زاد المعاد ۳۔ ۳۲۳

اور مارا گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس آئے آپ نے فرمایا "اللہ نے تمھارا چہرہ حسین کر دیا تمھیں خوشبودار بنا دیا اور تمھیں بہت سا مال دیا، پھر فرمایا "میں نے دیکھا کہ حوروں میں سے اس کی دو بیویاں ہیں" [1]

خیبر کی لڑائی سے پہلے ایک اعرابی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ایمان لایا اور آپ کے ساتھ ہو گیا اور کہا کہ میں آپ کے ہجرت کرتا ہوں آپ نے اس کو ایک صحابی کے سپرد کر دیا کہ وہ اُس کی تعلیم و تربیت کریں، جب خیبر کی جنگ ہوئی اور کچھ مال غنیمت ہاتھ آیا آپ نے اُس اعرابی کا بھی حصہ لگایا اعرابی اپنے ساتھیوں کے اونٹ چرانے گیا تھا جب پلٹ کر آیا تو لوگوں نے اس کا حصّہ دیا وہ اپنا حصّہ لئے ہوئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا کہ یا رسولؐ اللہ یہ کیا ہے ؟ فرمایا کہ "یہ تمھارا حصّہ ہے"۔ اس نے کہا میں اس لئے تھوڑی آپ کے ساتھ ہوا تھا میں تو اس لئے ساتھ ہوا تھا کہ (حلق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا) یہاں میرے تیر لگے اور مر کر جنت میں چلا جاؤں۔ فرمایا "اگر تم اس ارادہ میں سچے ہو تو اللہ بھی یہی کر دکھائے گا" خیبر کی لڑائی میں یہ اعرابی شہید ہوا تو اُس کی لاش لوگ حضور کے پاس لائے آپ نے دیکھ کر فرمایا "یہ وہی ہے" ؟ لوگوں نے کہا ہاں یا رسول اللہ، فرمایا "اس کا معاملہ اللہ سے سچا تھا اللہ نے وہی کر دیا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو اسی کے جبہ میں رکھ کر کفنایا پھر اُس کو

---

[1] دلائل النبوۃ ۴ - ۲۲۱ زاد المعاد ۳ - ۳۲۴

مقدم رکھ کر نماز پڑھائی، دعا میں یہ بھی فرمایا کہ اے اللہ یہ تیرا بندہ تیرے راستے میں ہجرت کرکے نکلا تھا اور شہید مارا گیا ہے میں اس کا گواہ ہوں[1]۔

فتح کے بعد زمین مفتوح پر قبضہ کر لیا گیا لیکن یہود نے درخواست کی کہ زمین ہمارے قبضہ میں رہنے دی جائے ہم پیداوار کا نصف حصہ ادا کیا کریں گے، یہ درخواست منظور ہوئی[2]۔

بٹائی کا وقت آتا تھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عبداللہ بن رواحہ کو بھیجتے تھے وہ غلّہ کو دو حصّوں میں تقسیم کرکے یہود سے کہتے تھے کہ اس میں سے جو حصّہ چاہو لے لو، یہود اس عدل پر متحیر ہو کر کہتے تھے کہ زمین اور آسمان ایسے ہی عدل سے قائم ہیں[3]۔ خیبر کی زمین تمام مجاہدین پر جو اس جنگ میں شریک تھے تقسیم کر دی گئی[4]۔

خیبر ہی کے موقع پر حضرت جعفر بن ابی طالب اپنے ساتھیوں کے ساتھ حبشہ سے پہنچے اُن کے ساتھ یمن کے اشعری بھی تھے، یہ کچھ اوپر پچاس آدمی تھے، ایک کشتی پر سوار تھے، کشتی نے اُن کو حبشہ کے ساحل پر پہونچا دیا وہاں حضرت جعفر بن ابی طالب اور ان کے ساتھیوں سے ملاقات ہوئی حضرت جعفرؓ نے کہا ہم کو یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہے اور ٹھہرنے کا حکم دیا ہے

---

[1] سنن نسائی ۴-۶۰ مستدرک حاکم ۳-۵۹۵ دلائل النبوہ ۴-۲۲۱

[2] سنن ابی داؤد کتاب الخراج والامارۃ باب ماجاء فی حکم ارض خیبر،

[3] فتوح البلدان بلاذری ص ۳۴،

[4] ابو داؤد کتاب الخراج والامارۃ باب ماجاء فی حکم ارض خیبر،

تم لوگ بھی ہمارے ساتھ ٹھہرو' یہ لوگ ٹھہر گئے اور حبشہ سے ساتھ ہی روانہ ہوئے
جب یہ حضورؐ کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے جب حضرت جعفرؓ کی آواز سنی تو بڑی
مسرت سے ان سے بڑھ کر ملے اور پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا "خدا کی قسم میں نہیں
کہہ سکتا کہ مجھے خیبر کی فتح کی زیادہ خوشی ہے یا جعفر کے آنے کی" آپ نے خیبر کے
مال غنیمت میں آنے والوں کا بھی حصّہ لگایا[1]

خیبر ہی کے موقع پر ایک یہودی عورت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کو زہر دیا۔ سلاّم بن مشکم یہودی کی بیوی زینب نے لوگوں سے پوچھا کہ حضورؐ کو
کون سا گوشت زیادہ مرغوب ہے۔ لوگوں نے کہا دست کا' اس نے آپ کی خدمت
میں ایک بھنی ہوئی بکری پیش کی اور دست میں خوب زہر ملا دیا جب آپ نے
اس میں سے گوشت نوچا تو اللہ نے اُس دست ہی کے ذریعہ آپ کو مطلع کر دیا
کہ اس میں زہر ملا ہوا ہے' آپ نے یہودیوں سے دریافت فرمایا کیا تم نے اس
بکری میں زہر ملایا ہے؟ انھوں نے اقبال کیا' فرمایا کیوں؟ انھوں نے کہا
ہم نے سوچا کہ اگر آپ (معاذ اللہ) جھوٹے ہیں تو ہم کو چھٹی مل جائے گی اور اگر
پیغمبر ہیں تو آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوگا' عورت کو بھی خدمت میں حاضر کیا گیا
اور اس نے اعتراف کیا کہ میرا ارادہ مار ڈالنے ہی کا تھا' فرمایا "اللہ تعالیٰ
تجھے اس کا موقع نہیں دے سکتا تھا" صحابہؓ نے عرض کیا ہم اسے قتل کر دیں آپ
نے فرمایا "نہیں"۔[2]

---

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی باب غزوۂ خیبر' صحیح مسلم کتاب الفضائل [2] صحیح بخاری کتاب المغازی باب الشاۃ التی سمت للنبی صلی اللہ علیہ وسلم بخیبر۔

صلح حدیبیہ میں قریش سے معاہدہ ہوا تھا کہ اگلے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں آکر عمرہ ادا کریں گے اور تین دن قیام کرکے واپس چلے جائیں گے[۱]، اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سال عمرہ ادا کرنا چاہا اور اعلان کرادیا کہ جو لوگ واقعہ حدیبیہ میں شریک تھے ان میں سے کوئی نہ رہ جائے چنانچہ بجز ان لوگوں کے جو اس اثنا میں مرچکے تھے سب نے یہ سعادت حاصل کی[۲] معاہدہ میں شرط تھی کہ مسلمان مکہ میں آئیں تو ہتھیار ساتھ نہ لائیں اس لئے اسلحہ جنگ بطن یاجج میں جو مکہ سے آٹھ میل ادھر ہے چھوڑ دیئے گئے، اور دو سو سواروں کا ایک دستہ اسلحہ کی حفاظت کیلئے متعین کردیا گیا[۳] رسول اللہ لبیک کہتے ہوئے حرم کی طرف بڑھے عبداللہ بن رواحہ اونٹ کی مہار تھامے ہوئے آگے آگے یہ رجز پڑھتے جاتے تھے۔

خَلُّوا بنی الکفار عَنْ سَبِیلِہٖ	کافرو! سامنے سے ہٹ جاؤ، آج جو تم نے
اَلْیَوْمَ نَضْرِبکم علیٰ تنزیلہٖ	اترنے سے روکا ہے تو ہم تلوار کا وار کریں گے
ضربًا یزیل الھام عن مقیلہٖ	وہ وار جو سر کو خوابگاہ سر سے الگ کردے
وَیُذْھِلُ الْخَلِیلَ عَنْ خَلِیلِہٖ[۴]	اور دوست کے دل سے دوست کی بھلادے

صحابہ کا جم غفیر ساتھ تھا اور برسوں کی دیرینہ تمنا، اور فرض مذہبی بڑے جوش کے ساتھ ادا کر رہا تھا۔ اہل مکہ کا خیال تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کی آب وہوا نے کمزور کردیا ہے، اس بنا پر آپ نے حکم دیا کہ لوگ طواف میں تین پہلے پھیروں

---

[۱] صحیح البخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء،

[۲] سیرۃ ابن کثیر ۳-۴۲۹ [۳] زاد المعاد ۲-۲۷۰

[۴] سنن ترمذی ابواب الامثال، باب ماجاء فی انشاد الشعر، سنن نسائی، کتاب مناسک الحج، باب انشاد الشعر فی الحج۔

میں اکڑتے ہوئے چلیں[1] عربی زبان میں اس کو "رمل" کہتے ہیں، چنانچہ آجتک یہ سنت باقی ہے۔

اہلِ مکہ نے اگرچہ چار ناچار مسلمانوں کو عمرہ کی اجازت دیدی تھی تاہم ان کی آنکھیں اس منظر کے دیکھنے کی تاب نہیں لاسکتی تھیں، رؤسائے قریش نے عموماً شہر خالی کر دیا اور پہاڑوں پر چلے گئے، تین دن کے بعد حضرت علیؓ کے پاس آئے اور کہا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے کہہ دو کہ شرط پوری ہو چکی اب مکہ سے نکل جائیں" حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی، آپ اسی وقت روانہ ہوگئے[2] چلتے وقت حضرت حمزہ کی صغیر السن صاحبزادی امامہ جو مکہ رہ گئی تھیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس "چچا چچا" کہتی دوڑی آئیں حضرت علیؓ نے ہاتھوں میں اٹھالیا، لیکن حضرت جعفرؓ (حضرت علیؓ کے بھائی) اور زید بن حارثہ نے اپنے دعوے پیش کئے، حضرت جعفر کہتے کہ یہ میرے چچا کی لڑکی ہے، زید کہتے تھے کہ حمزہ میرے مذہبی بھائی تھے اس رشتہ سے یہ میری بھتیجی ہے، حضرت علیؓ کو دعویٰ تھا کہ میری ہمشیرہ بھی ہے اور پہلے میری ہی گود میں آئی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کے دعویٰ مساوی الدرجہ دیکھ کر ان کو اسماء کی گود میں دیا، وہ امامہ کی خالہ تھیں، پھر فرمایا "کہ خالہ ماں کے برابر ہوتی ہے"[3]

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب عمرۃ القضاء
[2] " " " " "
[3] " " " " " "

غزوۂ موتہ :

"سلاطین اور روساء کو دعوتِ اسلام کے جو خطوط بھیجے گئے تھے اُن میں ایک خط شرجیل بن عمرو کے نام تھا جو بُصریٰ (حوران) کا بادشاہ اور قیصر کا ماتحت تھا، یہ عربی خاندان ایک مدت سے عیسائی تھا اور شام کے سرحدی مقامات میں حکمراں تھا، یہ خط حارث بن عمیر لے کر گئے تھے، شرجیل نے ان کو قتل کردیا اس کے قصاص کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تین ہزار فوج تیار کر کے شام کی طرف روانہ کی[1] زید بن حارثہ کو جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام تھے سپہ سالاری ملی اور ارشاد ہوا کہ اگر ان کو دولتِ شہادت نصیب ہو تو جعفر طیار، اور وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہ فوج کے سردار ہوں[2]۔

گو یہ مہم قصاص لینے کی غرض سے تھی لیکن چونکہ تمام مہمات کا اصلی محور تبلیغِ اسلام تھا، ارشاد ہوا کہ پہلے ان کو دعوتِ اسلام دی جائے، اگر وہ اسلام قبول کرلیں تو جنگ کی ضرورت نہیں، یہ بھی حکم ہوا کہ اظہارِ ہمدردی کے لئے اس مقام پر جانا جہاں حارث بن عمیر نے ادائے فرض میں جان دی ہے، ثنیۃ الوداع تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود فوج کی مشایعت کے لئے تشریف لے گئے، صحابہؓ نے پکار کر دعا کی کہ خدا سلامت اور کامیاب لائے[3]۔

فوج مدینہ سے روانہ ہوئی تو جاسوسوں نے شرجیل کو خبر دی، جس نے مقابلہ کے لئے کم و بیش لاکھ فوج تیار کی، ادھر قیصر روم (ہرقل) قبائلِ عرب

---

[1] زاد المعاد ۲-۳۸۱ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ موتہ [3] سیرت النبی ۱-۵۰۶،

کی بے شمار فوج لے کر مآب میں خیمہ زن ہوا جو بلقاد کے اضلاع میں ہے حضرت زید نے یہ حالات سن کر چاہا کہ ان واقعات سے دربار رسالت کو اطلاع دی جائے اور حکم کا انتظار کیا جائے، لیکن عبداللہ بن رواحہ نے کہا، ہمارا اصل مقصد فتح نہیں بلکہ دولتِ شہادت ہے جو ہر وقت حاصل ہو سکتی ہے[1]۔ غرض یہ یہ مختصر گروہ آگے بڑھا اور ایک لاکھ فوج پر حملہ آور ہوا حضرت زید برچھیاں کھا کر شہید ہوئے، ان کے بعد جعفر طیارؓ نے علم ہاتھ میں لیا گھوڑے سے اتر کر پہلے خود اپنے گھوڑے کے پاؤں پر تلوار ماری کہ اس کی کونچیں کٹ گئیں، پھر اس بے جگری سے لڑے کہ تلواروں سے چور چور ہو کر گر پڑے[2]، حضرت عبداللہ بن عمر کا بیان ہے کہ میں نے ان کی لاش دیکھی تھی تلواروں اور برچھیوں کے ۹۰ زخم تھے لیکن سب کے سب سامنے کی جانب تھے، پشت نے یہ داغ نہیں اٹھایا تھا[3]۔ حضرت جعفرؓ کے بعد عبداللہ بن رواحہ نے علم ہاتھ میں لیا اور وہ بھی دادِ شجاعت دے کر شہید ہوئے، اب حضرت خالد سردار بنے اور نہایت بہادری سے لڑے صحیح بخاری میں ہے کہ آٹھ تلواریں اُن کے ہاتھ سے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں[4]، لیکن لاکھ سے تین ہزار کا مقابلہ کیا تھا، بڑی کامیابی یہی تھی کہ فوجوں کو دشمن کی زد سے بچا لائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کا سخت صدمہ ہوا حضرتِ جعفرؓ سے

---

[1] سیرت ابن ہشام ۲- ۳۷۵ [2] سیرت ابن ہشام ۲- ۳۷۸ [3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ موتہ [4] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ موتہ، پوری تفصیل ابن ہشام میں موجود ہے ۲- ۳۷۹، ۳۸۰۔

آپ کو خاص محبت تھی، ان کی شہادت کا نہایت قلق تھا، آپ مسجد میں جا کر غمزدہ بیٹھے، اسی حالت میں ایک شخص نے آکر کہا کہ جعفرؓ کی مستورات ماتم کر رہی ہیں اور رو رہی ہیں، آپ نے منع کرا بھیجا وہ گئے اور واپس آکر کہا کہ میں نے منع کیا لیکن وہ باز نہیں آتیں، آپ نے دوبارہ بھیجا وہ پھر گئے اور واپس آکر عرض کی کہ ہم لوگوں کی نہیں چلتی، آپ نے ارشاد فرمایا کہ "تو اُن کے منہ میں خاک بھر دو" یہ واقعہ حضرت عائشہؓ سے صحیح بخاری میں منقول ہے، صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے اُس شخص سے کہا کہ "خدا کی قسم تم یہ نہ کرو گے (منہ میں خاک ڈالنا) اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف سے نجات نہ ملے گی۔"[1]

فتح مکہ:

۶ھ میں جو معاہدہ قریش نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بمقام حدیبیہ کیا تھا اُس کی ایک دفعہ میں یہ تھا دس سال جنگ نہ ہوگی اس شرط میں جو قومیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں اور جو قومیں قریش کی طرف ملنا چاہیں وہ ادھر مل جائیں۔

اس کے موافق بنی خزاعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اور بنو بکر قریش کی طرف مل گئے تھے، معاہدہ کو ابھی دو برس بھی پورے نہ ہوئے تھے کہ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا اور قریش نے بھی بنو بکر کو اسلحہ سے امداد دی، عکرمہ بن ابو جہل،

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ موتہ

سہیل بن عمرو (معاہدہ پر اسی نے دستخط کئے تھے) صفوان بن امیہ (مشہور سرداران قریش) خود بھی نقاب پوش ہو کر مع اپنے حوالی وموالی کے بنو خزاعہ پر حملہ آور ہوئے۔ ان بیچاروں نے امان بھی مانگی بھاگ کر خانہ کعبہ میں پناہ لی مگر ان کو ہر جگہ بے دریغ تہ تیغ کیا گیا۔ یہ مظلوم جب الٰہک الٰہک (اپنے خدا کے واسطے) کہہ کر رحم کی درخواست کرتے تھے تو یہ ظالم ان کے جواب میں کہتے تھے لَا اِلٰہَ الْیَوْمَ (آج خدا کوئی چیز نہیں)[1]

مظلوموں کے بچے کھچے چالیس آدمی جنھوں نے بھاگ کر اپنی جان بچائی تھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے اور اپنی مظلومی و بربادی کی داستان سنائی۔ عمرو بن سالم الخزاعی نے پُردرد نظم میں تمام واقعات گوش گذار کئے اس کے جستہ جستہ اشعار درج کئے جاتے ہیں:

ان قریشا اُخلفوك الموعدا ونقضوا میثاقك الموكدا

وجعلوا لی فی کداءَ رُصّدا وزعموا ان لستُ ادعوا احدا

وھم اُذل واقل عددا ھم بیّتونا بالوتیر ھجّدا

فقتلونا رکّعًا وسُجّدا[2]

ترجمہ: قریش نے آپ سے وعدہ خلافی کی،

انھوں نے مضبوط معاہدے کو جو آپ سے کیا تھا توڑ ڈالا،

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲۔ ۳۹۰ تاریخ طبری ۲۔ ۱۵۲

[2] سیرۃ ابن ہشام ۲۔ ۳۹۵ زاد المعاد ۲۔ ۳۹۶

مقام کدا، میں لوگوں کو گھات میں لگا دیا،
وہ سمجھتے ہیں کہ ہماری امداد کو کوئی نہیں آنے کا،
وہ ذلیل ہیں اور قلیل ہیں،
انھوں نے وتیر میں ہم کو سوتے ہوئے جالیا،
ہم کو رکوع و سجود کی حالت میں پارہ پارہ کر دیا۔[1]

(۱) معاہدے کی پابندی، (۲) فریق مظلوم کی دادرسی، (۳) دوستدار قبائل کی آئندہ حفاظت کی غرض سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم مکہ کی جانب سوار ہوگئے، دس ہزار کی جمعیت ہمرکاب تھی۔[2] دو منزل چلے تھے کہ راہ میں ابوسفیان بن الحارث بن عبد المطلب اور عبداللہ بن ابو امیہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے۔

یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت ایذائیں دی تھیں اور اسلام کے مٹانے میں بڑی کوششیں کی تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا اور اپنا رخ پھیر لیا، ام المومنین ام سلمہؓ نے عرض کی:

"یارسول اللہ! ابوسفیان آپ کے حقیقی چچا کا بیٹا ہے اور عبداللہ حقیقی پھوپھی (عاتکہ) کا لڑکا ہے، اتنے قریبی تو رحمت سے محروم نہ رہنے چاہئیں۔"[3]

اس کے بعد حضرت علیؓ نے ان دونوں کو یہ ترکیب بتائی کہ جن الفاظ میں

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح فی رمضان
[2] سیرۃ ابن ہشام ۲-۴۰۰، مستدرک حاکم ۳-۴۶، ذہبی نے سند کو مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے،

برادرانِ یوسفؑ نے معافی کی درخواست کی تھی تم بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جا کر انہی الفاظ کا استعمال کرو، نبی صلی اللہ علیہ کے عفو و رحم سے امید ہے کہ ضرور کامیاب ہو جاؤ گے۔

انھوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حضورؐ میں حاضر ہو کر یہ آیت پڑھی:

"تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ كُنَّا لَخٰطِـئِيْنَ"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا:

لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔[1]

اس وقت ابوسفیان نے جوش و نشاط سے یہ اشعار پڑھے:

لعمرك انی یوم احمل رایة   لتغلب خیل اللّات خیل محمد

لکالمدلج الحیران اظلم لیله   فهذا اوانی حین اهدی واهتدی

هدانی هادٍ غیر نفسی ونالنی   مع الله من طردت کل مطردٖ

"قسم ہے کہ جن دنوں نشان جنگ اس لئے اٹھایا کرتا تھا کہ لات (بُت کا نام) کا لشکر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لشکر پر غالب آجائے، اُن دنوں میں اُس خار پشت جیسا تھا جو اندھیری رات میں ٹکریں کھاتا ہو، اب وقت آگیا ہے کہ میں ہدایت پاؤں اور سیدھے رستہ جاؤں، مجھے ہادی نے نہ کہ میرے نفس نے ہدایت دی ہے اور خدا کا راستہ مجھے اُس شخص نے بتایا ہے جسے میں نے دھتکار دیا اور چھوڑ دیا تھا۔"

---

[1] زاد المعاد، ۳۔ ۴۰۰

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں تم تو مجھے چھوڑتے ہی رہے تھے[1]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہش یہ تھی کہ اہلِ مکّہ کو اس آمد کی خبر نہ ہونے پائے، چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکّہ تک پہنچ کر باہر خیمہ زن ہو گئے۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم فرمایا کہ آگ کے الاؤ روشن کئے جائیں چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی اس وقت ابوسفیان ابن حرب جاسوسی کی غرض سے اور حالات کا اندازہ کرنے کیلئے ادھر سے گذرے اور ان کے منھ سے نکلا کہ اس شان کا لشکر اور اس طرح کی روشنی تو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی، حضرت عبّاس بن عبد المطلب اس سے پہلے ہجرت کر چکے تھے اور اسی لشکر میں موجود تھے انھوں نے ابوسفیان کی آواز پہچان لی اور کہا دیکھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں میں تشریف فرما ہیں کل قریش کا انجام کتنا ہولناک ہوگا پھر یہ سوچ کر کہ کوئی مسلمان ان کو دیکھ لے گا تو فوراً اُن کا کام تمام کر دے گا اپنے خچر کے پیچھے انھیں سنبھال لیا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے، جب آپؐ کی نظرِ مبارک ان پر پڑی تو آپؐ نے فرمایا، ابوسفیان تمھارا بھلا ہو کیا...... ابھی تک اس کا وقت نہیں آیا کہ تم اس پر ایمان لاؤ کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں انھوں نے کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان آپؐ کتنے حلیم اور کتنے کریم ہیں اور کس قدر صلہ رحمی کرنے والے ہیں خدا کی قسم میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ کے سوا کسی اور معبود کا وجود ہوتا تو آج میرے کچھ کام آتا، آپ نے

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲-۴۰۱ مستدرک حاکم ۳-۴۶

فرمایا ابوسفیان خدا تمھیں سمجھ دے کیا اب بھی اس کا وقت نہیں آیا کہ تم اس بات کا اقرار کرو کہ میں اللہ کا رسول ہوں' ابوسفیان نے کہا میرے باپ ماں آپ پر قربان آپ کتنے حلیم اور کتنے کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں لیکن جہاں تک اس معاملے کا تعلق ہے اس بارے میں مجھے ابھی شبہ ہے' حضرت عباس رضؓ نے فرمایا بندۂ خدا قبل اس کے کہ تمھاری گردن تلوار سے اڑا دی جائے اسلام قبول کرلو اور گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں' یہ سن کر ابوسفیان اسلام لائے اور شہادت دیکر اس فریضے سے عہدہ برآ ہوئے[1]

معافی کی صدائے عام :

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معافی اور امن وحفاظت کا دائرہ اس روز وسیع فرمادیا کہ اہلِ مکہ میں سے صرف وہی شخص ہلاک ہوسکتا تھا جو خود معافی اور سلامتی کا خواہشمند نہ ہو اور اپنی زندگی سے بیزار ہو آپؐ نے فرمایا کہ جو ابوسفیان کے گھر میں داخل ہوجائیگا اس کو پناہ ملے گی جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرلے گا وہ محفوظ ہے' جو مسجد الحرام میں داخل ہوگا اس کو امن ہے' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ لشکر کو ہدایت فرمائی کہ مکہ میں داخل ہوتے وقت صرف اس شخص پر ہاتھ اٹھائیں جو ان کی راہ میں حائل ہو اور ان کی مزاحمت کرے' آپؐ نے اس کا بھی حکم فرمایا کہ اہلِ مکہ کے جائداد کے بارے میں مکمل احتیاط برتی جائے اس میں

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲- ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴ زاد المعاد ۲- ۳۹۸، ۴۰۱، ۴۰۲ .

مطلق دست درازی نہ کی جائے۔[1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ہدایت کی کہ ابوسفیان کو ایسی جگہ لے جائیں جہاں سے اسلامی دستوں کی پیش قدمی کا نظارہ ہو سکے یہ فاتحانہ دستے سمندر کی موجوں کی طرح متلاطم نظر آتے تھے مختلف قبائل اپنے اپنے جھنڈوں کے ساتھ گذر رہے تھے جب کوئی قبیلہ گذرتا تو ابوسفیان عباسؓ سے اس کا نام دریافت کرتے اور کہتے کہ مجھے اس قبیلے سے کیا سروکار۔[2]
یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بنفس نفیس ایک مسلح دستے میں تشریف لائے جو سبز معلوم ہو رہا تھا یہ مہاجرین اور انصار کا آہن پوش دستہ تھا کہ ان کی صرف آنکھیں نظر آتی تھیں، ابوسفیان نے یہ منظر دیکھ کر کہا کہ خدا کی شان عباس یہ کون لوگ ہیں، انھوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو مہاجرین اور انصار کے جلو میں تشریف لے جارہے ہیں، انھوں نے کہا ان میں سے کسی کو اس سے پہلے یہ طاقت اور شان و شوکت حاصل نہیں تھی خدا کی قسم اے ابوالفضل تمہارے بھتیجے کا اقتدار آج کی صبح کتنا عظیم ہے، انھوں نے کہا ابوسفیان! یہ نبوت کا معجزہ ہے۔

اس کے بعد ابوسفیان نے بلند آواز سے یہ اعلان کیا کہ اے قریش کے لوگو! یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنی طاقت کے ساتھ تمہارے پاس آئے ہیں جس کا تم کو کبھی تجربہ نہ ہوا ہوگا، اب جو ابوسفیان کے گھر میں آجائے گا اسکو امان

---

[1] زاد المعاد ۲۔ ۴۰۳-۴۰۳، [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب أین رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح۔

دی جائے گی، لوگ یہ سن کر کہنے لگے "اللہ تم سے سمجھے تمہارے گھر کی حقیقت ہی کیا ہے کہ ہم سب کو اس گھر پناہ مل سکے؟ پھر انھوں نے کہا، جو اپنے گھر کا دروازہ بند کرے گا اس کو امان ملیگی جو مسجد (مسجد حرام) میں چلا جائیگا اس کو بھی امان ملے گی۔ چنانچہ لوگ منتشر ہو گئے اپنے اپنے گھروں اور مسجد حرام میں پناہ گیر ہو گئے۔[1]

نیازمندانہ، نہ کہ فاتحانہ داخلہ:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکہ میں اس شان سے داخل ہوئے کہ سر مبارک عبدیت و تواضع کے غلبے سے بالکل جھک گیا تھا قریب تھا کہ آپ کی ٹھوڑی اونٹنی کے کجاوے سے لگ جائے[2] آپ داخل ہوتے وقت سورۂ فتح پڑھ رہے تھے[3]

مکے کے اس فاتحانہ داخلے میں (جو جزیرۃ العرب کا قلب و جگر اور روحانی وسیاسی مرکز تھا) عدل و مساوات تواضع اور اظہار عبدیت کا کوئی اندازہ نہ تھا جس کو آپ نے اختیار نہ فرمایا ہو، اسامہ کو جو آپ کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) حضرت زید کے صاحبزادے تھے، آپ نے اپنی سواری کے پیچھے جگہ دی بنی ہاشم اور اشراف قریش میں سے جن کی بڑی تعداد وہاں موجود تھی یہ شرف کسی کو حاصل نہ ہوا،[4]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲۔ ۴۰۴، ۴۰۵، صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب فتح مکہ۔
[2] سیرۃ ابن ہشام ۲۔ ۴۰۵، مستدرک حاکم ۳۔ ۵۰
[3] صحیح البخاری کتاب المغازی،
[4] صحیح البخاری کتاب المغازی باب دخول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من اعلیٰ مکہ۔

فتح کے روز ایک شخص نے آپؐ سے گفتگو کی تو اس پر کپکپی طاری ہو گئی آپؐ نے فرمایا ڈرو نہیں اطمینان رکھو میں کوئی بادشاہ نہیں ہوں میں تو قریش کی ایک ایسی عورت کا لڑکا ہوں جو گوشت کے سوکھے ٹکڑے کھایا کرتی تھی [1]

معافی اور رحم کا دن ہے خونریزی کا نہیں:

جب حضرت سعد بن عبادہؓ جو انصار کے امیر تھے ابوسفیان کے پاس سے گذرے انھوں نے کہا: الیوم یوم الملحمة الیوم تستحل الکعبة الیوم اذل اللہ قریشا۔ (آج گھمسان کا دن ہے اور خونریزی کا دن ہے آج کعبے میں سب جائز ہوگا، اللہ تعالیٰ نے قریش کو ذلیل کیا ہے) جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دستے میں ابوسفیان کے پاس سے گذرے تو انھوں نے آپؐ سے اس کی شکایت کی اور کہا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے سنا سعد نے ابھی کیا کہا؟ آپؐ نے فرمایا کیا کہا ہے؟ انھوں نے وہ سب دہرا دیا سعد کے جملے کو آپؐ نے ناپسند فرمایا اور فرمایا: الیومُ یومُ المرحمۃ الیوم یعزّ اللہُ قریشاً، ویعظّمُ اللہُ الکعبۃَ، (نہیں آج تو رحم و معافی کا دن ہے آج اللہ تعالیٰ قریش کو عزت عطا فرمائے گا اور کعبہ کی عظمت بڑھائیگا)

آپؐ نے حضرت سعدؓ کو بلوا بھیجا اور اسلامی پرچم ان سے لیکر ان کے صاحبزادے قیسؓ کے حوالے کیا [2]۔ آپ نے یہ خیال فرمایا کہ ان کے صاحبزادے کو پرچم دینے کے معنیٰ یہ ہوں گے کہ گویا پرچم ان سے واپس نہیں لیا گیا ہے۔

---

[1] مستدرک حاکم ۳-۵۰ ذہبی نے شیخین کی شرط پر قرار دیا ہے۔ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الفتح، فتح الباری ۸-۹

اس طرح ایک حرف کی تبدیلی (الملحمۃ کے بجائے المرحمۃ فرمادینے) اور ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ سے تبدیل کردینے سے (جن میں سے ایک باپ کا ہاتھ تھا دوسرا بیٹے کا) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد ابن عبادہ (جن کے ایمانی اور مجاہدانہ کارنامے اظہر من الشمس تھے) کی ادنیٰ دلشکنی کے بغیر ابوسفیان کی (جن کی تالیفِ قلب کی ضرورت تھی) دل جوئی کا سامان ایسے حکیمانہ بلکہ معجزانہ طریقے پر انجام دے دیا جس سے بہتر طریقے پر تصور میں آنا مشکل ہے۔ باپ کے بجائے ان کے بیٹے کو یہ منصب عطا کردیا جس سے ابوسفیان کے زخم خوردہ دل کی تسکین منظور تھی، دوسری طرف آپ سعد بن عبادہ کو بھی آزردہ خاطر نہیں دیکھنا چاہتے تھے جنھوں نے اسلام کیلئے بڑی خدمات انجام دی تھیں۔

معمولی جھڑپیں:

اس موقع پر صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل، سہیل بن عمرو اور خالد بن ولید کے ساتھیوں کے درمیان کچھ جھڑپیں ہوئیں، جن میں تقریباً ایک درجن مشرکین مارے گئے۔ اس کے بعد انھوں نے شکست قبول کرلی[1]۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ رسول اللہ علیہ وسلم نے اسلامی لشکر کے سالاروں کو یہ ہدایت فرمادی تھی کہ جب وہ مکے میں داخل ہوں تو صرف ان پر ہاتھ اٹھائیں جو ان پر ہاتھ اٹھائے۔

حرم سے بتوں کی صفائی:

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں اپنے مقام پر پہنچ گئے

[1] ابن ہشام ۲ - ۴۰۸

اور لوگ بھی مطمئن ہو گئے تو اس وقت آپؐ باہر تشریف لائے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے وہاں جا کے بیت اللہ کے گرد طواف کیا اس وقت آپؐ کے دست مبارک میں ایک کمان تھی کعبے میں تین سو ساٹھ بُت تھے، آپؐ اس کمان سے ان بتوں کو کونچتے تھے اور فرماتے تھے جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۔ ــــــ (سورہ بنی اسرائیل ۸۱)

ترجمہ : "حق آگیا اور باطل مٹ گیا، اور باطل مٹنے ہی کی چیز تھی"

اسی کے ساتھ یہ تمام ایک ایک کر کے منھ کے بل گرتے جاتے۔

آپؐ کو کعبے میں کچھ تصویریں اور شبیہیں بھی نظر آئیں اور آپؐ کے حکم سے ان کو بھی توڑ پھوڑ دیا گیا[1]

آپؐ نے طواف پورا فرمالیا تو عثمان بن طلحہ کو جو کعبے کے کلید بردار تھے بلوایا اور فرمایا کہ بیت اللہ کھول دو[2]۔ انھوں نے انکار کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اچھا تم دیکھ لینا کہ دن دن یہ کلید میرے ہاتھ میں ہوگی اور میں جسے چاہوں گا اُسے عطا کروں گا۔ عثمان نے جواب دیا تھا کہ کیا اُس روز قریش کے سب ہی مرد ذلیل و تباہ ہو جائیں گے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ اور بھی زیادہ عزت و اقبال سے ہوں گے[3]

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب این رکز النبی صلی اللہ علیہ وسلم الرایۃ یوم الفتح، صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب فتح مکہ۔

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع [3] طبقات ابن سعد ۲-۱۳۶، ۱۳۷

اب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کلید لے کر بیت اللہ کا دروازہ کھولا اندر جاکر ہر ایک گوشہ میں اَللّٰہُ اَکبَرُ کے ترانے گائے اور نماز شکرانہ پڑھتے ہوئے نہایت عجز و نیاز سے رب العزت کے سامنے پیشانی کو خاک پر رکھ کر سجدہ کیا[1]

خدا کا رسولؐ جسے خدا نے تمام مخلوق کے واسطے رحمت بنایا جب عبادت سے فارغ ہو کر باہر رونق افروز ہوا تو حضرت عباسؓ (عم رسولؐ) نے عرض کی کہ کلید بیت اللہ بنی ہاشم کو عطا فرمائی جائے[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الیوم یوم البر والوفاء" (آج کا دن نوسلوک کرنے پورے عطیات دینے کا ہے) پھر عثمان کو بلایا اسی کو کلید مرحمت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ "جو کوئی تم سے یہ کلید چھینے گا وہ ظالم ہوگا"[3]

عرب میں دستور تھا کوئی شخص کسی کو قتل کر دیتا تھا تو اس کے خون کا انتقام لینا خاندانی فرض قرار پاجاتا تھا یعنی اگر اس وقت قاتل نہ ہاتھ آسکا تو خاندانی دفتر میں مقتول کا نام لکھ لیا جاتا اور سیکڑوں برس گذرنے کے بعد بھی انتقام کا فرض ادا کیا جاتا تھا۔ قاتل اگر مر چکا ہے تو اس کے خاندان یا قبیلہ کے آدمی کو قتل کرتے تھے۔ اسی طرح خونبہا کا مطالبہ بھی اَبًا عَنْ جَدٍّ چلا آتا تھا، یہ خون

---

[1] رحمۃ اللعالمین ۱۔ ۱۱۹، ۱۲۰

[2] حدائق الانوار ۲۔ ۶۷۳

[3] سیرۃ ابن ہشام ۲۔ ۴۱۲

کا انتقام عرب میں سب سے بڑے فخر کی بات تھی، اس طرح اور بہت سی لغو باتیں مفاخر قومی میں داخل ہو گئی تھیں، اسلام ان سب کے مٹانے کیلئے آیا تھا اور اس بنا پر آپ نے انتقام اور خونبہا اور تمام غلط مفاخرات کی نسبت فرمایا کہ "میں نے اُن کو پاؤں سے کچل دیا"[1]

عرب اور تمام دنیا میں نسل اور قوم و خاندان کے امتیاز کی بنا پر ہر قوم میں فرق مراتب قائم کئے گئے تھے جس طرح ہندوؤں نے چار ذاتیں قائم کیں اور شودر کو وہ درجہ دیا جو جانوروں کا درجہ ہے اس کے ساتھ یہ بندش کر دی کہ وہ کبھی اپنے رُتبہ سے آگے نہ بڑھے۔

اسلام کا سب سے بڑا احسان جو اُس نے تمام دنیا پر کیا مساواتِ عام کا قائم کرنا تھا یعنی عرب و عجم، شریف و رذیل، شاہ و گدا سب برابر ہیں، ہر شخص ترقی کے ہر انتہائی درجہ تک پہنچ سکتا ہے اس بنا پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآنِ مجید کی آیت پڑھی اور پھر توضیح فرمائی کہ "تم سب اولاد آدم ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے"[2]

خطبہ کے بعد آپ نے مجمع کی طرف دیکھا تو جبّاران قریش سامنے تھے ان میں وہ حوصلہ مند بھی تھے جو اسلام کے مٹانے میں سب سے پیشرو تھے وہ بھی تھے جن کی زبانیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر گالیوں کا بادل برسایا کرتی تھیں، وہ بھی تھے جن کی تیغ و سنان نے پیکر قدسی کے ساتھ گستاخیاں کیں تھیں وہ بھی تھے جنھوں نے

---

[1] ابن ہشام ۲-۴۱۲ سنن ابی داؤد، کتاب الدیات باب فی الخطأ شبہ العمد
[2] ایضاً ۲-۴۱۲

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے راستہ میں کانٹے بچھائے تھے وہ بھی تھے جو وعظ کے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں کو لہولہان کر دیا کرتے تھے، وہ بھی تھے جن کی تشنہ لبی خون نبوت کے سوا کسی چیز سے بجھ نہیں سکتی تھی، وہ بھی تھے جن کے حملوں کا سیلاب مدینہ کی دیواروں سے آآ کر ٹکراتا تھا، وہ بھی تھے جو مسلمانوں کو جلتی ہوئی ریگ پر لٹا کر ان کے سینوں پر آتشیں مہریں لگایا کرتے تھے؛

رحمتِ عالم ؐ نے ان کی طرف دیکھا اور خوف انگیز لہجہ میں پوچھا، تم کو کچھ معلوم ہے؟ میں تم سے کیا معاملہ کرنے والا ہوں "

یہ لوگ اگرچہ ظالم تھے، شقی تھے، لیکن مزاج شناس تھے پکار اٹھے کہ ،

اُخٌ کریم وابن اخٍ کریم " آپ شریف بھائی ہیں اور شریف برادر زادہ ہیں "

ارشاد ہوا :

لَا تَثْرِیبَ عَلَیْکُمُ الیوم فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ[1] "تم پر کچھ الزام نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو" کفارِ مکہ نے تمام مہاجرین کے مکانات پر قبضہ کر لیا تھا اب وقت تھا کہ ان کو حقوق دلائے جاتے، لیکن آپ نے مہاجرین کو حکم دیا کہ وہ بھی اپنی مملوکات سے دست بردار ہو جائیں ؛

نماز کا وقت آیا تو حضرت بلال ؓ نے بامِ کعبہ پر چڑھ کر اذان دی، وہی سرکش جو ابھی رام ہو چکے تھے اُن کی آتشِ غیرت پھر مشتعل تھی، عتاب بن اُسید نے کہا،

---

[1] ابن ہشام ۲ - ۴۱۲ اس معنی کی روایت مسند احمد ۵ - ۱۳۵ میں بھی ہے۔

"خدا نے میرے باپ کی عزت رکھ لی کہ اس آواز کے سننے سے پہلے اس کو دنیا سے اٹھا لیا" ایک اور سردار قریش نے کہا "اب جینا بے کار ہے"[1]

مقام صفا میں آپ ایک بلند مقام پر جا بیٹھے، جو لوگ اسلام قبول کرنے آتے تھے آپ کے ہاتھ پر بیعت کرتے تھے، مردوں کی باری ہو چکی تو مستورات آئیں، عورتوں سے بیعت لینے کا یہ طریقہ تھا کہ پہلے اُن سے ارکانِ اسلام اور محاسنِ اخلاق کا اقرار لیا جاتا تھا پھر پانی کے ایک لبریز پیالہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دستِ مبارک ڈبو کر نکال لیتے تھے آپ کے بعد عورتیں اسی پیالہ میں ہاتھ ڈالتی تھیں اور بیعت کا معاہدہ پختہ ہو جاتا تھا۔[2]

رُؤسائے عرب میں دس شخص تھے جو قریش کے سرتاج تھے ان میں صفوان بن امیہ جدہ بھاگ گئے، عمیر بن وہب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ رئیس عرب مکہ سے جلا وطن ہوا جاتا ہے آپ نے علامتِ امان کے طور پر اپنا عمامہ عنایت کیا۔ عمیر جدہ پہنچ کر ان کو واپس لائے، حنین کے معرکہ تک یہ اسلام نہیں لائے[3]

عبداللہ ابن زبعری عرب کا شاعر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو کیا کرتا اور قرآن مجید پر نکتہ چینیاں کرتا تھا، نجران بھاگ گیا لیکن پھر آکر اسلام لایا[4]

---

[1] ابن ہشام ۲ - ۴۱۳

[2] رحمۃ للعالمین ۱ - ۱۲۰، ۱۲۱

[3] ابن ہشام ۲ - ۴۱۷، ۴۱۸

[4] ابن ہشام ۲ - ۴۱۸، ۴۱۹ دلائل النبوۃ، ۹۹

حارث بن ہشام کی صاحبزادی اُم حکیم عکرمہ بن ابوجہل کی زوجہ تھیں وہ فتحِ مکہ کے دن اسلام لائیں لیکن اُن کے شوہر عکرمہ بن ابوجہل اسلام سے بھاگ کر یمن چلے گئے، اُم حکیم یمن گئیں اور اُن کو اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہوگئے اور مکہ میں آئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب اُن کو دیکھا تو فرطِ مسرت سے فوراً اٹھ کھڑے ہوئے اور اس تیزی سے ان کی طرف بڑھے کہ جسمِ مبارک پر چادر تک نہ تھی پھر ان سے بیعت لی۔[1]

وحشی کی بھی معافی دی گئی جس نے امیر حمزہ (اسد اللہ و رسولہٗ) کو دھوکہ سے مارا تھا اور پھر نعش کو بیحرمت کیا تھا۔[2]

فتح سے دوسرے دن کا ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ کا طواف کر رہے تھے فضالہ بن عمیر نے موقع دیکھ کر ارادہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کر ڈالے جب وہ اس ارادہ سے قریب پہنچا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"کیا فضالہ آتا ہے"؟ فضالہ "ہاں"!

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اپنے دل میں ابھی کیا ارادہ کر رہے تھے"؟

فضالہ نے کہا "کچھ نہیں، میں تو اللہ اللہ کر رہا تھا"۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ سُن کر ہنس پڑے اور فرمایا "اچھا تم اپنے خدا سے اپنے لئے معافی کی درخواست کرو" یہ فرما کر اپنا ہاتھ بھی اُسکے سینہ پر رکھ دیا۔

---

[1] دلائل النبوۃ للبیہقی ۵ - ۹۵

[2] رحمۃ للعالمین ۱ - ۱۲۲

فضالہ کا بیان ہے کہ ہاتھ رکھ دینے سے مجھے بہت اطمینانِ قلب حاصل ہوا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اس قدر میرے دل میں پیدا ہوگئی کہ حضورؐ سے بڑھ کر کوئی بھی محبوب نہ رہا۔

میں یہاں سے گھر کو چلا راستہ میں میری معشوقہ ملی جس کے پاس میں بیٹھا کرتا تھا اُس نے کہا فضالہ ایک بات سنتے جاؤ۔ میں نے جواب دیا نہیں نہیں خدا اور اسلام ایسی باتوں سے مجھے منع کرتے ہیں[1]

غزوۂ حنین: مکہ جب فتح ہوا تو تمام قبائل نے خود پیش قدمی کی اور اسلام قبول کرنا شروع کیا[2] لیکن ہوازن اور ثقیف پر اس کا الٹا اثر ہوا، یہ قبیلے نہایت جنگجو اور فنونِ جنگ سے واقف تھے اسلام کو جس قدر غلبہ ہوتا جاتا تھا یہ زیادہ مضطر ہوتے تھے کہ اُن کی ریاست اور امتیاز کا خاتمہ ہوا جاتا ہے اس بناپر فتح مکہ سے پہلے ہوازن کے رؤسا نے عرب کا دورہ کیا اور ہر جگہ مخالفت اسلام کا جوش پھیلایا پورے سال بھر تک ان کی یہ کوشش جاری رہی اور تمام قبائل عرب سے قرار داد ہوگئی کہ ایک عام حملہ کیا جائے مکہ فتح ہوا تو اُن کو یقین ہوگیا کہ اب جلد تدارک نہ کیا گیا تو پھر کوئی طاقت اسلام کو زیر نہ کر سکے گی[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے وقت اُن کو یہ غلط خبر پہنچی تھی کہ

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲-۴۱۷

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی بعد باب مکارم النبی صلی اللہ علیہ وسلم بمکۃ

[3] سیرۃ النبی علامہ شبلی ۱-۵۳۰، ۵۳۱

حملہ کا رُخ انہی کی طرف ہے اس لئے انتظار کی حاجت بھی نہیں رہی، دفعۃً بڑے زور و شور کے ساتھ خود حملہ کیلئے بڑھے جوش کا یہ عالم تھا کہ ہر قبیلہ اپنا تمام اہل وعیال ساتھ لے کر آیا کہ بچے اور عورتیں ساتھ ہوں گی تو ان کی حفاظت کی غرض سے لوگ جانیں دیدیں گے[۱]

اس معرکہ میں اگرچہ ثقیف اور ہوازن کی تمام شاخیں شریک تھیں، تاہم کعب اور کلاب الگ رہے، فوج کی سرداری کیلئے دو شخص انتخاب کیے گئے مالک بن عوف اور درید بن الصمہ اول الذکر قبیلہ ہوازن کا رئیس اعظم تھا، درید بن الصمہ عرب کا مشہور شاعر اور قبیلہ جشم کا سردار تھا اس کی شاعری اور بہادری کے معرکے اب تک عرب کی تاریخ میں یادگار ہیں، لیکن اس کی عمر سو برس سے زیادہ ہو چکی تھی اور صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ رہ گیا تھا چونکہ عرب اس کو مانتا تھا اور اس کی رائے و تدبیر پر تمام ملک کو اعتماد تھا، خود مالک بن عوف نے اس سے شرکت کی درخواست کی پلنگ پر اٹھا کر اس کو میدانِ جنگ میں لائے اس نے پوچھا کہ یہ کونسا مقام ہے لوگوں نے کہا "اوطاس" بولا کہ ہاں "یہ مقام جنگ کیلئے موزوں ہے اس کی زمین نہ بہت سخت ہے نہ اس قدر نرم کہ پاؤں دھنس جائیں" پھر پوچھا کہ "یہ بچوں کے رونے کی آوازیں کیسی آرہی ہیں؟" لوگوں نے کہا "بچے اور عورتیں ساتھ آئی ہیں کہ کوئی شخص پاؤں پیچھے نہ ہٹائے، بولا "جب پاؤں اکھڑ جاتے ہیں تو کوئی چیز

---

[۱] مستدرک حاکم ۳-۵۱، [۲] سیرۃ النبی ۱-۵۳۱

روک نہیں سکتی، میدانِ جنگ میں صرف تلوار کام دیتی ہے، بدقسمتی سے اگر شکست ہوئی تو عورتوں کی وجہ سے اور ذلت ہوگی۔

پھر پوچھا کہ "کعب اور کلاب بھی شریک ہیں یا نہیں" اور جب یہ معلوم ہوا کہ ان معزز قبیلوں کا ایک شخص بھی میدانِ جنگ میں نہیں تو کہا "اگر آج کا دن عزت و شرف کا ہوتا تو کعب و کلاب غیر حاضر نہ ہوتے" اس کی رائے بھی کہ میدان سے ہٹ کر کسی محفوظ مقام میں فوجیں جمع کی جائیں اور وہیں اعلانِ جنگ کیا جائے لیکن مالک بن عوف نے جو تیس سالہ نوجوان تھا جوشِ شباب میں اس رائے کے قبول کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ آپ خرف ہوچکے آپ کی عقل بے کار ہو چکی[۱]۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان واقعات کی خبر پہنچی تو آپ نے تصدیق کے لئے عبداللہ بن ابی حدرد کو بھیجا وہ جاسوس بن کر حنین میں آئے اور کئی دن فوج میں رہ کر تمام حالات تحقیق کئے[۲] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبورًا مقابلہ کی تیاریاں کیں، رسد اور سامانِ جنگ کیلئے قرض کی ضرورت پیش آئی عبداللہ بن ربیعہ جو ابوجہل کے بے مات بھائی تھے نہایت دولت مند تھے ان سے تیس ہزار درہم قرض لئے[۳] صفوان بن امیہ جو مکہ کا رئیسِ اعظم تھا مہمان نوازی میں مشہور تھا لیکن اب تک اسلام نہیں لایا تھا اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

---

[۱] زاد المعاد ۳-۴۶۶- سیرۃ ابن ہشام ۲- ۴۳۸، ۴۳۹

[۲] مستدرک حاکم ۳-۵۱، ابن ہشام ۲-۴۴۰ [۳] سیرۃ النبی ۱-۵۴۳

نے اسلحہ جنگ مستعار مانگے اس نے سو زرہیں اور اُن کے لوازمات پیش کیے[1]

شوال ۸ھ مطابق جنوری فروری ۶۳۰ء اسلامی فوجیں جن کی تعداد بارہ ہزار تھی اس سروسامان سے حنین پر بڑھیں کہ صحابہؓ کی زبان سے بے اختیار یہ لفظ نکل گیا کہ "آج ہم پر کون غالب آسکتا ہے" لیکن بارگاہ ایزدی میں یہ نازش پسند نہ تھی[2]

وَيَوْمَ حُنَيْنٍ إِذْ أَعْجَبَتْكُمْ	" اور حنین کا دن یاد کرو جب تم اپنی
كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنكُمْ	کثرت پر نازاں تھے لیکن وہ کچھ کام نہ آئی
شَيْئًا وَضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْأَرْضُ	اور زمین باوجود وسعت کے تم پر تنگی کرنے
بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُم مُّدْبِرِينَ	لگی پھر تم پیٹھ پھیر کر بھاگ نکلے پھر اللہ نے
ثُمَّ أَنزَلَ اللَّهُ سَكِينَتَهُ عَلَىٰ	اپنے رسولؐ پر اور مسلمانوں پر تسلی نازل
رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ	کی اور ایسی فوجیں بھیجیں جو تم نے نہیں دیکھیں
وَأَنزَلَ جُنُودًا لَّمْ تَرَوْهَا	اور کافروں کو عذاب دیا، اور کافروں
وَعَذَّبَ الَّذِينَ كَفَرُوا	کی یہی سزا ہے "

وَذَٰلِكَ جَزَاءُ الْكَافِرِينَ (توبہ)

مسلمانوں کو پہلے کامیابی ہوئی اور لوگ غنیمت پر لوٹ پڑے، دشمن کے تیراندازوں نے موقع پاکر تیراندازی شروع کردی جس سے مسلمانوں کی صفوں میں

---

[1] سنن بیہقی ۶-۸۹، سنن ابی داؤد، کتاب البیوع باب فی تضمین العاریۃ

[2] سیرۃ النبی ۱-۵۲۳ سیرۃ ابن ہشام ۲-۴۴۴

بے ترتیبی انتشار اور پراگندگی پیدا ہوگئی[1]

حضرت ابوقتادہ جو شریکِ جنگ تھے ان کا بیان ہے کہ جب لوگ بھاگ نکلے تو میں نے ایک کافر کو دیکھا کہ ایک مسلمان کے سینہ پر سوار ہے میں نے عقب سے اُس کے شانہ پر تلوار ماری جو زرہ کو کاٹ کر اندر اُتر گئی اس نے مڑ کر مجھ کو اس زور سے دبوچا کہ میری جان پر بن گئی لیکن پھر وہ ٹھنڈا ہو کر گر پڑا اسی اثناء میں عمرؓ کو دیکھا۔ پوچھا کہ مسلمانوں کا کیا حال ہے۔ بولے قضاء الٰہی یہی تھی[2]

اس ظاہری شکست کے مختلف اسباب تھے مقدمۃ الجیش میں جو حضرت خالدؓ کی افسری میں تھا زیادہ تر مکہ کے جدید الاسلام نوجوان تھے وہ جوانی کے غرور میں اسلحۂ جنگ بھی پہن کر نہیں آئے تھے، فوج میں دو ہزار طلقاء یعنی وہ لوگ تھے جو اب تک اسلام نہیں لائے تھے، ہوازن تیر اندازی میں تمام عرب میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ میدانِ جنگ میں ان کا ایک تیر بھی خالی نہیں جاتا تھا، کفار کے معرکہ گاہ میں پہلے پہنچ کر مناسب مقامات پر قبضہ کر لیا تھا اور تیر اندازوں کے دستے پہاڑ کی گھاٹیوں، کھوؤں اور دروں میں جابجا جما دئے تھے[3]

---

[1] صحیح بخاری کتاب المغازی، باب غزوۂ حنین

[2] صحیح بخاری کتاب المغازی، باب غزوۂ حنین

[3] سیرۃ النبی ۱۔ ۵۳۵

تیروں کا مینھ برس رہا تھا، بارہ ہزار فوجیں ہوا ہو گئی تھیں لیکن ایک پیکر مقدس پا برجا تھا جو تنہا ایک فوج ایک ملک ایک اقلیم ایک عالم، بلکہ مجموعۂ کائنات تھا۔[1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے داہنی جانب دیکھا اور پکارا "یَامَعْشَرَ الْاَنْصَار" آواز کے ساتھ صدا آئی "ہم حاضر ہیں"، پھر آپ نے بائیں جانب مڑ کر پکارا، اب بھی وہی آواز آئی، آپ سواری سے اُتر پڑے اور اور جلالِ نبوت کے لہجہ میں فرمایا "میں خدا کا بندہ اور اس کا پیغمبر ہوں"[2]

بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ یہ رجز آپ کی زبانِ مبارک پر تھا۔

انا النبی لا کذب — میں پیغمبر ہوں یہ جھوٹ نہیں ہے۔

انا ابن عبد المطلب — میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں،[3]

حضرت عباس نہایت بلند آواز تھے آپ نے ان کو حکم دیا کہ مہاجرین اور انصار کو آواز دو، انھوں نے نعرہ مارا:

یا معشر الانصار — اے گروہِ انصار!

یا اصحاب السمرۃ — اے بیعتِ رضوان والو!

اِس پُراثر آواز کا کانوں میں پڑنا تھا کہ تمام فوج دفعۃً پلٹ پڑی جن کے

---

[1] سیرۃ النبی ۱۔ ۵۳۵، ۵۳۸۔ امام نووی نے شرح مسلم میں شکست کے ان بعض اسباب کا ذکر کیا ہے [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف

[3] صحیح البخاری کتاب المغازی غزوۂ حنین

گھوڑے کشمکش اور گھمسان کی وجہ سے مڑ نہ سکے انھوں نے زرہیں پھینک دیں اور گھوڑوں سے کود پڑے دفعۃً لڑائی کا رنگ بدل گیا[۱] کفّار بھاگ نکلے اور جو رہ گئے ان کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں، بنو مالک (ثقیف کی ایک شاخ تھی) جم کر لڑے لیکن اُن کے ستّر آدمی مارے گئے۔ اور جب ان کا علمبردار عثمان بن عبداللہ مارا گیا تو وہ بھی ثابت قدم نہ رہ سکے[۲]

شکست خوردہ فوج لُٹ پھوٹ کر کچھ اوطاس میں جمع ہوئی اور کچھ طائف میں جاکر پناہ گزیں ہوئی جس کے ساتھ سپہ سالارِ لشکر (مالک بن عوف) بھی تھا[۳]

دُرید بن الصمہ کئی ہزار کی جمعیت لے کر اوطاس میں آیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے (ابو عامر اشعری کے ماتحت) تھوڑی سی فوج اُس کے استیصال کیلئے بھیجدی۔ ابو عامر دُرید کے بیٹے کے ہاتھ سے مارے گئے اور علمِ اسلام اُن کے ہاتھ میں تھا، یہ حالت دیکھ کر حضرت ابو موسیٰ اشعری نے آگے بڑھ کر حملہ کیا، دشمن کو قتل کر کے علم اس کے ہاتھ سے چھین لیا[۴] ابن دُرید ایک شتر پر ہودج میں سوار تھا، ربیعہ بن رفیع نے اس پر تلوار کا وار کیا لیکن اُچٹ کر رہ گئی اُس نے کہا "تیری ماں نے تجھ کو اچھے ہتھیار نہیں دئیے"

---

[۱] صحیح مسلم کتاب الجہاد والسیر باب فی غزوہ حنین، مصنف عبدالرزاق ۵۔ ۳۸۰، ۳۸۱
[۲] ابن ہشام ۲۔ ۴۴۹، ۴۵۰ [۳] ابن ہشام ۲۔ ۴۵۳
[۴] ابن ہشام ۲۔ ۴۵۴ صحیح بخاری باب غزاۃ اوطاس

پھر کہا کہ "میرے محل میں تلوار ہے نکال لو اور جب ماں کے پاس واپس جانا تو کہنا میں نے دُرید کو قتل کر دیا" ربیعہ نے جا کر ماں کو اس کے قتل کی خبر دی تو اس نے کہا "خدا کی قسم دُرید نے تیری تین ماؤں کو آزاد کرایا تھا"[1]

اسیرانِ جنگ کی تعداد ہزاروں سے زیادہ تھی اُن میں حضرت شیماء بھی تھیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی بہن تھیں، لوگوں نے جب اُن کو گرفتار کیا تو انھوں نے کہا "میں تمھارے پیغمبر کی بہن ہوں" لوگ تصدیق کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے انھوں نے پیٹھ کھول کر دکھائی کہ ایک دفعہ بچپن میں آپ نے دانت سے کاٹا تھا یہ اُس کا نشان ہے فرطِ محبّت سے آپ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، ان کے بیٹھنے کیلئے خود ردائے مبارک بچھائی، محبت کی باتیں کیں، چند شتر اور بکریاں عنایت کیں اور ارشاد کیا کہ جی چاہے تو میرے گھر چل کر رہو اور اگر گھر چاہو تو وہاں پہونچا دیا جائے انھوں نے خاندان کی محبت سے گھر جانا چاہا، چنانچہ عزت اور احترام کے ساتھ پہنچا دی گئیں[2]

حنین کی بقیہ شکست خوردہ فوج طائف جا کر پناہ گزیں ہوئی اور جنگ تیاریاں کیں، طائف نہایت محفوظ مقام تھا، طائف اُس کو اسلئے کہتے ہیں کہ اُس کے گرد شہر پناہ کے طور پر چار دیواری تھی، یہاں ثقیف کا جو قبیلہ

---

[1] ابن ہشام ۲-۴۵۳ ، طبری ۲-۱۷۰

[2] ابن ہشام ۲-۴۵۸ ، طبری ۲-۱۷۱

آباد تھا، نہایت شجاع تمام عرب میں ممتاز اور قریش کا گویا ہمسر تھا، عروہ بن مسعود جو یہاں کا رئیس تھا ابوسفیان (امیر معاویہؓ کے باپ) کی لڑکی اس کو بیاہی تھی، کفار مکہ کہتے تھے کہ قرآن اگر اترتا تو مکہ یا طائف کے رؤسا پر اترتا یہاں کے لوگ فن جنگ سے بھی واقف تھے[1] طبری اور ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ عروۃ بن مسعود، اور غیلان بن سلمۃ نے جرش (یمن کا ایک ضلع) میں جاکر قلعہ شکن آلات یعنی دبابہ، ضبور اور منجنیق کے بنانے اور استعمال کرنے کا فن سیکھا تھا[2]

یہاں ایک محفوظ قلعہ تھا، اہل شہر اور حنین کی شکست خوردہ فوج نے اس کی مرمت کی، سال بھر کا رسد کا سامان جمع کیا چاروں طرف منجلیق اور جابجا قدر انداز متعین کئے[3]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت اور اسیران جنگ کے متعلق حکم دیا کہ جعرانہ میں محفوظ رکھے جائیں اور خود طائف کا عزم کیا، حضرت خالدؓ مقدمۃ الجیش کے طور پر پہلے روانہ کر دیئے گئے تھے، غرض محاصرہ ہوا اور اسلام میں یہ پہلا موقع تھا کہ قلعہ شکن آلات یعنی دبابہ اور منجنیق استعمال کئے گئے، دبابہ پر اہل قلعہ نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں اور اس شدت سے

---

[1] سیرۃ النبی ۱- ۱۴۱ ۵ تاریخ طبری ۲- ۱۷۱

[2] ابن ہشام ۲- ۴۷۸

[3] طبقات ابن سعد ۲- ۱۵۸

تیر باری کی کہ حملہ آوروں کو ہٹنا پڑا بہت سے لوگ زخمی ہوئے بیس دن تک محاصرہ رہا لیکن شہر فتح نہ ہوسکا[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نوفل بن معاویہؓ کو بلاکر پوچھا کہ تمھاری کیا رائے ہے؟ انھوں نے کہا لومڑی بھٹ میں گھس گئی ہے اگر کوشش جاری رہی تو پکڑلی جائے گی لیکن چھوڑ دی جائے تب بھی کچھ اندیشہ نہیں۔ چونکہ صرف مدافعت مقصود تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ محاصرہ اٹھالیا جائے صحابہ نے عرض کی کہ آپ ان کو بددعا دیں، آپؐ نے یہ دعا دی:

اللّٰھمّ اھد ثقیفاً وائت بھم۔[2] "اے خدا ثقیف کو ہدایت کر اور توفیق دے کہ میرے پاس حاضر ہوجائیں۔"

محاصرہ چھوڑ کر آپ جعرانہ میں تشریف لائے غنیمت کا بے شمار ذخیرہ تھا، چھ ہزار اسیران جنگ، چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ اسیرانِ جنگ کے متعلق آپ نے انتظار کیا کہ اُن کے عزیز و اقارب آئیں تو ان سے گفتگو کی جائے لیکن کئی دن گذرنے پر کوئی نہ آیا۔ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کئے گئے چار حصے حسب قاعدہ اہلِ فوج کو تقسیم کئے گئے خُمس بیت المال اور غربا و مساکین کے لئے رکھا گیا۔

مکہ کے اکثر رؤسا جنھوں نے حال میں اسلام قبول کیا تھا ابھی تک مذبذب الاعتقاد تھے انہی کو قرآن مجید میں "مؤلفۃ القلوب" کہا ہے قرآن مجید

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲-۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴ طبقات ابن سعد ۲-۱۵۸ [2] طبقات ابن سعد ۲-۱۵۹ ابن ہشام ۲-۴۸۸

میں جہاں غنیمت کے مصارف بیان کئے ہیں ان لوگوں کا نام بھی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو نہایت فیاضانہ انعامات دئے[1]

جن لوگوں پر انعام کی بارش ہوئی عموماً اہلِ مکہ اور اکثر جدید الاسلام تھے اس پر انصار کو رنج ہوا بعضوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کو انعام دیا اور ہم کو محروم رکھا حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں، بعض بولے کہ مشکلات میں ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ چرچے سنے تو انصار کو طلب فرمایا ایک چرمی خیمہ نصب کیا گیا جس میں لوگ جمع ہوئے، آپؐ نے انصار کی طرف کیا کہ تم نے ایسا کہا ؟ لوگوں نے عرض کی کہ "حضورؐ! ہمارے سربرآوردہ لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا نوخیز نوجوانوں نے یہ فقرے کہے تھے، صحیح بخاری باب مناقب الانصار میں حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو بلاکر پوچھا کہ "یہ کیا واقعہ ہے ؟" تو چونکہ انصار جھوٹ نہیں بولتے تھے، انھوں نے کہا "آپ نے جو سنا صحیح ہے"[2]

آپؐ نے ایک خطبہ دیا جس کی نظیر فن بلاغت میں نہیں مل سکتی انصار کی طرف خطاب فرماکر کہا "کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم پہلے گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعہ

---

[1] دلائل النبوۃ ۵۔ ۱۷۱ ابن ہشام ۲۔ ۴۸۹ سیرۃ النبی ۱۔ ۲۴۲، ۵ ۴۳۰، ۵ انعامات کا ذکر صحیحین میں موجود ہے۔ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۃ الطائف وکتاب المناقب باب مناقب الانصار۔

تم کو ہدایت کی، تم منتشر اور پراگندہ تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم میں اتفاق پیدا کیا، تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو دولتمند کیا، آپ یہ فرماتے جاتے تھے اور ہر فقرہ پر انصار کہتے جاتے تھے کہ "خدا اور رسولؐ کا احسان سب سے بڑھ کر ہے۔"

آپ نے فرمایا نہیں، تم یہ جواب دو کہ "اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تجھ کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تیری تصدیق کی، تجھ کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی، تو مفلس آیا تھا ہم نے ہر طرح کی مدد کی۔"

یہ کہہ کر آپ نے فرمایا "تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو، لیکن اے انصار! کیا تم کو یہ پسند نہیں کہ اور لوگ اونٹ اور بکریاں لے جائیں اور تم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو لے کر اپنے گھر لے آؤ۔"

انصار بے اختیار چیخ اٹھے کہ ہم کو صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہیں" اکثروں کا یہ حال ہوا کہ روتے روتے ڈاڑھیاں تر ہو گئیں، آپ نے انصار کو سمجھایا کہ مکّہ کے لوگ جدید الاسلام ہیں میں نے ان کو جو کچھ دیا حق کی بنا پر نہیں بلکہ تالیفِ قلب کیلئے دیا[1]

حنین کے اسیران جنگ اب تک جعرانہ میں محفوظ تھے ایک معزز سفارت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی کہ اسیرانِ جنگ رہا کر دئے جائیں، یہ قبیلہ وہ تھا کہ آپ کی رضاعی والدہ حضرت حلیمہؓ اسی قبیلہ کی تھیں ــــــ

ــــــ رئیس قبیلہ نے تقریر کی اور آپ کی طرف

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی، باب غزوۃ الطائف وکتاب المناقب، باب مناقب الانصار

مخاطب ہوکر کہا" جو عورتیں چھپروں میں محبوس ہیں انہی میں تیری پھوپھیاں اور تیری خالائیں ہیں، خدا کی قسم اگر سلاطین عرب میں سے کسی نے ہمارے خاندان کا دودھ پیا ہوتا تو اُن سے بہت کچھ امیدیں ہوتیں اور تجھ سے تو اور بھی زیادہ توقعات ہیں،" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ" خاندان عبدالمطلب کا جس قدر حصہ ہے وہ تمھارا ہے لیکن عام رہائی کی تدبیر یہ ہے کہ نماز کے بعد جب مجمع ہو تو سب کے سامنے یہ درخواست پیش کرو، نماز ظہر کے بعد ان لوگوں نے یہ درخواست مجمع کے سامنے پیش کی آپ نے فرمایا۔ مجھ کو صرف اپنے خاندان پر اختیار ہے لیکن میں تمام مسلمانوں سے اُن کے لئے سفارش کرتا ہوں" مہاجرین اور انصار فوراً بول اٹھے۔ ہمارا حصہ بھی حاضر ہے" اس طرح چھ ہزار دفعۃً آزاد ہوئے[1]

غزوۂ تبوک: ایک قافلہ شام سے آیا اور انھوں نے ظاہر کیا کہ قیصر کی فوجیں مدینے پر حملہ آور ہونے کے لئے تیار اور فراہم ہو رہی ہیں عرب کے عیسائی قبائل لخم جذام عاملہ غسان وغیرہ بھی ان کے ساتھ شامل ہیں[2]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خیال فرمایا کہ حملہ آور فوج کی مدافعت عرب کی سرزمین میں داخل ہونے سے پہلے مناسب ہے تاکہ اندرون ملک کے امن میں خلل واقع نہ ہو۔

---

[1] تاریخ طبری ۲-۱۷۳ ابن ہشام ۲-۴۸۸،۴۸۹ [2] طبقات ابن سعد ۲-۱۶۵

یہ مقابلہ ایسی سلطنت سے تھا جو نصف دنیا پر حکمراں تھی اور جس کی فوج ابھی حال ہی میں سلطنت ایران کو نیچا دکھا چکی تھی[1]

مسلمان بے سروسامان تھے سفر دُور دراز کا تھا عرب کی مشہور گرمی خوب زوروں پر تھی مدینہ میں میوے پک گئے تھے میوے کھانے اور سایہ میں بیٹھنے کے دن تھے[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تیاریٔ سامان کیلئے عام چندہ کی فہرست وکھولی، عثمان غنیؓ نے تین سو اونٹ، پچاس گھوڑے اور ایک ہزار دینار چندہ میں دیئے ان کو "مجھز جیش العسرۃ" کا خطاب ملا[3]

عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے چالیس ہزار درہم[4]

عمر فاروقؓ نے تمام اثاث البیت نقد وجنس کا نصف جو کئی ہزار روپیہ تھا پیش کیا۔

ابوبکر صدیقؓ جو کچھ لائے اگرچہ وہ قیمت میں کم تھا مگر معلوم ہوا کہ وہ گھر میں اللہ اور رسولؐ کی محبت کے سوا اور کچھ بھی باقی چھوڑ کر نہ آئے تھے[5]

ابوعقیل انصاریؓ نے دو سیر چھوہارے لا کر پیش کئے اور یہ بھی عرض کی کہ "رات بھر پانی نکال نکال کر ایک کھیت کو سیراب کر کے چار سیر چھوہارے مزدوری کے لایا تھا، دو سیر بیوی بچے کیلئے چھوڑ کر باقی دو سیر لے آیا ہوں

---

[1] رحمۃ للعالمین ۱-۱۳۶ [2] سیرۃ ابن ہشام ۲-۵۱۶

[3] سنن ترمذی، ابواب المناقب باب مناقب عثمان بن عفان، مسند احمد ۵-۶۳

[4] تفسیر طبری میں بیس ہزار کا ذکر ہے ۱۰-۱۹۱ [5] رحمۃ للعالمین ۱-۱۳۶

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان چھوہاروں کو جملہ قیمتی مال ومتاع کے اوپر بکھیر دو۔[۱]

غرض ہر صحابی نے اس موقع پر ایسے ہی خلوص و فراخ دلی سے کام لیا تقریباً ۸۲ شخص جو دکھاوے کے مسلمان تھے بہانہ کرکے اپنے گھروں میں رہ گئے۔[۲]

عبداللہ ابن سلول مشہور منافق نے ان لوگوں کو اطمینان دلایا تھا کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور ان کے ساتھی مدینہ واپس نہ آسکیں گے قیصر انھیں قید کرکے مختلف ممالک میں بھیج دے گا۔[۳]

خدا کا نبی تیس ہزار کی جمعیت سے تبوک کو روانہ ہوا۔[۴]

مدینہ میں سباع بن عرفطہ کو خلیفہ بنایا اور علی مرتضیٰ کو مدینہ میں اہلبیت کی ضروریات کے لئے مامور فرمایا۔[۵]

لشکر میں سواریوں کی بڑی قلت تھی ۱۸ شخصوں کے لئے ایک اونٹ مقرر تھا رسد کے نہ ہونے سے اکثر جگہ درختوں کے پتے کھانے پڑے جس سے ہونٹ سوج گئے تھے، پانی بعض جگہ ملا ہی نہیں' اونٹوں کو (اگرچہ سواری کے لئے پہلے ہی کم تھے) ذبح کرکے ان کے امعاء کا پانی پیا کرتے تھے۔[۶]

الغرض صبر و استقلال سے تمام تکالیف کو برداشت کرتے ہوئے تبوک پہنچ گئے

۱؎ تفسیر طبری ۱۰۔ ۱۹۷ ۲؎ زاد المعاد ۳۔ ۵۲۹' ابن سعد ۲۔ ۱۶۵

۳؎ رحمۃ للعالمین ۱۔ ۱۳۶ ۴؎ طبقات ابن سعد جزو مغازی' ص ۱۱۹

۵؎ ابن ہشام ۲۔ ۵۱۹ ۶؎ مدارج النبوۃ ۲۔ ۵۷۷، ۵۸۰

ابھی تبوک کے راستے ہی میں تھے کہ علی مرتضیٰ بھی پہنچ گئے معلوم ہوا کہ منافقین بعد میں حضرت علیؓ کو چڑانے اور کھجانے لگے تھے کوئی کہتا نکما کہہ کر چھوڑ دیا، کوئی کہتا ترس کھا کر چھوڑ دیا، ان باتوں سے شیرِ خدا کو غیرت آئی، دو منزلہ سہ منزلہ طے کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچ گئے، لمبے لمبے سفر اور سخت گرمی کی تکلیف سے پاؤں متورم تھے اور اور چھالے پڑ گئے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اَلَا تَرْضٰی اَنْ تَکُوْنَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی اِلَّا اَنَّہٗ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ" علی تم اس پر خوش نہیں ہوتے کہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسا کہ موسیٰ کے لئے ہارون تھے گو میرے بعد کوئی نبی نہیں، یہ سن کر علی رضی مرتضیٰ خوش و خرم مدینہ کو واپس تشریف لے گئے۔[1]

تبوک پہنچ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ قیام فرمایا اہل شام پر اس دلیرانہ اقدام کا یہ اثر ہوا کہ انھوں نے عرب پر حملہ آور ہونے کا خیال اس وقت چھوڑ دیا اور اس حملہ آوری کا بہترین موقع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد کا زمانہ قرار دیا۔[2]

تبوک میں ایک نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مختصر اور نہایت جامع وعظ فرمایا، ذیل میں اسے مع ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔

---

[1] ابن ہشام ۲۔ ۵۱۹، ۵۲۰ صحیح البخاری کتاب المغازی باب غزوۂ تبوک
[2] رحمۃ للعالمین ۱۔ ۱۳۷

اللہ پاک کی بہترین حمد و ثنا کے بعد فرمایا :

امّا بعد :-

فَاِنَّ اَصْدَقَ الْحَدِيْثِ	" ہر ایک کلام میں صدق میں بڑھ کر اللہ
كِتَابُ اللّٰهِ وَاَوْثَقَ الْعُرىٰ	کی کتاب ہے، سب سے بڑھ کر بھروسہ کی بات
كَلِمَةُ التَّقْوٰى وَخَيْرُ الْمِلَلِ	تقویٰ کا کلمہ ہے، سب ملتوں سے بہتر
مِلَّةُ اِبْرَاهِيْمَ وَخَيْرُ السُّنَنِ	ملت ابراہیم (علیہ السلام) کی ہے، سب طریقوں
سُنَّةُ مُحَمَّدٍ وَاَشْرَفُ	سے بہتر طریقہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہے
الْحَدِيْثِ ذِكْرُ اللّٰهِ وَ	سب باتوں پر اللہ کے ذکر کو شرف ہے
اَحْسَنُ الْقَصَصِ هٰذَا الْقُرْاٰنُ	سب بیانات سے پاکیزہ تر یہ قرآن ہے
وَخَيْرُ الْاُمُوْرِ عَوَازِمُهَا	بہترین کام اولوالعزمی کے کام ہیں امور
وَشَرُّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُهَا	میں بدترین امر وہ ہے جو نیا نکالا گیا ہو،
وَاَحْسَنُ الْهَدْيِ هَدْيُ	انبیا کی روش سب روشوں سے خوب تر
الْاَنْبِيَاءِ وَاَشْرَفُ الْمَوْتِ	ہے، شہیدوں کی موت، موت کی سب
قَتْلُ الشُّهَدَاءِ وَاَعْمَى الْعَمٰى	قسموں سے بزرگ تر ہے، سب سے
الضَّلَالَةُ بَعْدَ الْهُدٰى	بڑھ کر اندھا پن وہ گمراہی ہے جو ہدایت کے
وَخَيْرُ الْاَعْمَالِ مَا نَفَعَ وَخَيْرُ	بعد ہو جائے، عملوں میں وہ عمل اچھا ہے
الْهُدٰى مَا اتُّبِعَ وَشَرُّ الْعَمٰى	جو نفع دہ ہو، بہترین روش وہ ہے
عَمَى الْقَلْبِ، وَالْيَدُ الْعُلْيَا	جس پر لوگ چل سکیں، بدترین کوری

خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى وَمَا	(اندھاپن) دل کی کوری ہے۔ بلند ہاتھ
قَلَّ وَكَفٰى خَيْرٌ مِّمَّا كَثُرَ	پست ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے، تھوڑا اور
وَاَلْهٰى وَشَرُّ الْمَعْذِرَةِ	کافی مال اس بہتات سے اچھا ہے جو غفلت
حِيْنَ يَحْضُرُ الْمَوْتُ وَشَرُّ	میں ڈال دے۔ بدترین معذرت وہ ہے
النَّدَامَةِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ	جو جان کنی کے وقت کی جائے۔ بدترین
وَمِنَ النَّاسِ مَنْ لَّا يَاْتِى الْجُمُعَةَ	ندامت وہ ہے جو قیامت کو ہوگی، بعض
اِلَّا دُبُرًا وَمِنْ لَّا يَذْكُرُ اللّٰهَ	لوگ جمعہ کو آتے ہیں دل پیچھے لگے ہوتے
اِلَّا هَجْرًا وَمِنْ اَعْظَمِ الْخَطَايَا	ہیں، ان میں بعض لوگ وہ ہیں جو اللہ کا ذکر
اللِّسَانُ الْكَذُوْبُ وَخَيْرُ	کبھی کبھی کیا کرتے ہیں۔ سب گناہوں سے
الْغِنٰى غِنَى النَّفْسِ وَخَيْرُ	عظیم تر جھوٹی زبان ہے، سب سے بڑی
الزَّادِ التَّقْوٰى وَرَاْسُ الْحِكْمَةِ	تونگری دل کی تونگری ہے، سب سے
مَخَافَةُ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَخَيْرُ	عمدہ توشہ تقویٰ ہے، دانائی سر یہ
مَاوَقَرَ فِى الْقُلُوْبِ الْيَقِيْنُ	ہے کہ خدا کا خوف دل میں ہو، دل نشین
وَالْاِرْتِيَابُ مِنَ الْكُفْرِ وَالنِّيَاحَةُ	ہونے کیلئے بہترین چیز یقین ہے، شک
مِنْ عَمَلِ الْجَاهِلِيَّةِ وَالْغُلُوْلُ	پیدا کرنا کفر (کی شاخ) ہے، بین سے رونا
مِنْ حَرِّ جَهَنَّمَ وَالْكَنْزُ كَيٌّ مِّنَ	جاہلیت کا کام ہے۔ چوری کرنا عذاب
النَّارِ وَالشِّعْرُ مِنْ مَزَامِيْرِ	جہنم کا سامان ہے، بدمست ہونا آگ میں
اِبْلِيْسَ وَالْخَمْرُ جِمَاعُ الْاِثْمِ	پڑنا ہے، شعر ابلیس کا (حصہ) ہے،

وَشَرُّ الْمَآكِلِ مَالُ الْيَتِيْمِ
وَالسَّعِيْدُ مَنْ وُّعِظَ بِغَيْرِهٖ
وَالشَّقِيُّ مَنْ شَقِيَ فِيْ بَطْنِ
اُمِّهٖ وَمِلَاكُ الْعَمَلِ خَوَاتِمُهٗ
وَشَرُّ الرَّوَايَا رَوَايَا الْكِذْبِ
وَكُلُّ مَاهُوَ اٰتٍ قَرِيْبٌ وَسِبَابُ
الْمُؤْمِنِ فُسُوْقٌ وَقِتَالُهٗ كُفْرٌ
وَاَكْلُ لَحْمِهٖ مِنْ مَعْصِيَةِ
اللّٰهِ وَحُرْمَةُ مَالِهٖ كَحُرْمَةِ
دَمِهٖ وَمَنْ يَّتَأَلَّ عَلَى اللّٰهِ
يُكَذِّبْهُ وَمَنْ يَّغْفِرْ يُغْفَرْ لَهٗ
وَمَنْ يَّعْفُ يَعْفُ اللّٰهُ عَنْهُ
وَمَنْ يَّكْظِمِ الْغَيْظَ يَاْجُرْهُ
اللّٰهُ وَمَنْ يَّصْبِرْ عَلَى الرَّزِيَّةِ
يُعَوِّضْهُ اللّٰهُ وَمَنْ يَّتَّبِعِ
السُّمْعَةَ يُسَمِّعْهُ اللّٰهُ
وَمَنْ يَّصْبِرْ يُضَعِّفِ اللّٰهُ لَهٗ
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ يُعَذِّبْهُ

شراب تمام گناہوں کا مجموعہ ہے، بدترین
روزی یتیم کا مال کھاجانا ہے۔ سعادت مند
وہ ہے جو دوسرے سے نصیحت پکڑتا ہے
اصل بدبخت وہ ہے جو ماں کے پیٹ
ہی سے بدبخت ہو، عمل کا سرمایہ اس کا
بہترین انجام ہے، بدترین خواب وہ ہے
جو جھوٹا ہے، جو بات ہونے والی ہے وہ
بہت قریب ہے، مومن کو گالی دینا فسق
ہے، مومن کو قتل کرنا کفر ہے، مومن کا
گوشت کھانا (اس کی غیبت کرنا) اللہ کی
معصیت ہے، مومن کا مال دوسرے پر
ایسا ہی حرام ہے جیسا کہ اس کا خون جو خدا
سے استغنا کرتا ہے خدا اُسے جھٹلاتا ہے
جو کسی کا عیب چھپاتا ہے خدا اس کے
عیوب چھپاتا ہے۔ جو معافی دیتا ہے اُسے
معافی دی جاتی ہے، جو غصہ کو پی جاتا
ہے خدا اُسے اجر دیتا ہے، جو نقصان
پر صبر کرتا ہے خدا اُسے اجر دیتا ہے جو چغلی

کو پھیلاتا ہے خدا اس کی رسوائی عام کر دیتا ہے، جو صبر کرتا ہے خدا اسے بڑھاتا ہے، جو خدا کی نافرمانی کرتا ہے خدا اسے عذاب دیتا ہے۔ پھر تین مرتبہ استغفار پڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس خطبہ کو ختم فرمایا۔ اَللّٰہُ ثُمَّ اَستَغفِرُ ثَلٰثاً[۱]

ایام قیام تبوک میں ذوالبجادین کا انتقال ہوا اس مخلص کے ذکر سے واضح ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مفلس و مخلص صحابہ پر کس قدر مزید لطف وعنایت فرمایا کرتے تھے۔ ان کا نام عبداللہ تھا ابھی بچہ ہی تھے کہ باپ مر گیا چچا نے پرورش کی تھی جب جوان ہوئے تو چچا نے اونٹ بکریاں غلام دے کر ان کی حیثیت درست کر دی تھی عبداللہ نے اسلام کے متعلق کچھ سنا اور دل میں توحید کا ذوق پیدا ہوا لیکن چچا سے اس قدر ڈرتا تھا کہ اظہار اسلام نہ کر سکا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ سے واپس گئے تو عبداللہ نے چچا سے جا کر کہا:
پیارے چچا! مجھے برسوں انتظار کرتے گذر گئے کہ کب آپ کے دل میں اسلام کی تحریک پیدا ہوتی ہے اور آپ کب مسلمان ہوتے ہیں لیکن آپ کا حال وہی پہلے کا سا چلا آتا ہے، میں اپنی عمر پر زیادہ اعتماد نہیں کر سکتا مجھے اجازت فرمائیے کہ میں مسلمان ہو جاؤں۔

چچا نے جواب دیا "دیکھ اگر تو محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا دین قبول کرنا چاہتا ہے تو میں سب کچھ تجھ سے چھین لوں گا تیرے بدن پر چادر اور تہ بند تک

---

[۱] دلائل النبوۃ للبیہقی ۵۔ ۲۴۱، ۲۴۲

باقی نہ رہنے دوں گا۔

عبداللہ نے جواب دیا "چچا صاحب! میں مسلمان ضرور بنوں گا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع ہی قبول کروں گا، شرک اور بت پرستی سے میں بیزار ہو چکا ہوں اب جو آپ کا منشا ہے کیجئے اور جو کچھ میرے قبضہ میں زر و مال وغیرہ ہے سب کچھ سنبھال لیجئے، میں جانتا ہوں کہ ان سب چیزوں کو آخر ایک روز یہیں دنیا میں چھوڑ جانا ہے اس لئے میں ان کے لئے سچے دین کو ترک نہیں کر سکتا۔

عبداللہ نے یہ کہہ کر کپڑے اتار دیئے اور ماں کے سامنے گئے، ماں دیکھ کر حیران ہوئی کہ کیا ہوا، عبداللہ نے کہا میں مومن اور موحّد ہو گیا ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جانا چاہتا ہوں، ستر پوشی کے لئے کپڑے کی ضرورت ہے مہربانی کر کے دیدیجئے، ماں نے ایک کمبل دے دیا، عبداللہ نے کمبل پھاڑا آدھے کا تہ بند بنا لیا آدھا اوڑھ لیا اور مدینہ کو روانہ ہو گیا علی الصبح مدینہ مسجد نبوی میں پہنچ گیا اور مسجد سے تکیہ لگا کر منتظرانہ بیٹھ گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مسجد مبارک میں آئے اُسے دیکھ کر پوچھا کہ کون ہو؟ کہا میرا نام عبدالعزیٰ ہے، فقیر و مسافر ہوں، عاشق جمال اور طالب ہدایت ہو کر درِ دولت آ پہنچا ہوں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تمہارا نام عبداللہ ہے، ذوالبجادین لقب، تم ہمارے قریب ہی ٹھہرو اور مسجد میں رہا کرو"۔

عبداللہ اصحاب صفہ میں شامل ہو گیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن سیکھتا اور دن بھر عجب ذوق و شوق اور جوش و نشاط سے پڑھا کرتا۔

ایک دفعہ عمر فاروقؓ نے کہا کہ لوگ تو نماز پڑھ رہے ہیں اور یہ اعرابی اس قدر بلند آواز سے پڑھ رہا ہے کہ دوسروں کی قرأت میں مزاحمت ہوتی ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا عمرؓ! اسے کچھ نہ کہو یہ تو خدا اور رسول کے لئے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر آیا ہے۔

عبداللہ کے سامنے غزوۂ تبوک کی تیاری ہونے لگی تو یہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا فرمائیے کہ میں بھی راہِ خدا میں شہید ہو جاؤں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا جاؤ کسی درخت کا چھلکا اتار لاؤ عبداللہ چھلکا لے آئے تو نبی کریمؐ نے وہ چھلکا ان کے بازو پر باندھ دیا اور زبان مبارک سے فرمایا "الٰہی میں کفّار پر اس کا خون حرام کرتا ہوں" عبداللہ نے کہا یا رسولؐ اللہ میں تو شہادت کا طالب ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب غزا کی نیت سے تم نکلو اور پھر تپ آجائے اور مر جاؤ تب بھی تم شہید ہی ہو گے۔

تبوک پہنچ کر یہی ہوا کہ تپ چڑھی اور عالم بقا کو سدھار گئے، بلالؓ بن حارث مزنی کا بیان ہے کہ میں نے عبداللہ کے دفن کی کیفیت دیکھی ہے۔

رات کا وقت تھا بلالؓ کے ہاتھ میں چراغ تھا ابوبکرؓ و عمرؓ اس کی لاش کو لحد میں رکھ رہے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کی قبر میں اترے

تھے اور ابوبکرؓ و عمرؓ سے فرما رہے تھے "اَدْنِیَا اِلَیَّ اَخَاکُمَا" اپنے بھائی کو مجھ سے قریب کرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر میں اینٹیں بھی اپنے ہاتھ سے رکھیں اور پھر دعا میں فرمایا "اے اللہ میں ان سے راضی ہوا تو بھی ان سے راضی ہوجا" ابن مسعودؓ فرماتے ہیں کاش اس قبر میں میں دفن کیا جاتا۔[۱]

تبوک سے واپس پھرے اور مدینہ کے قریب پہنچے تو لوگ عالم شوق میں استقبال کو نکلے یہاں تک کہ پردہ نشینانِ حرم بھی جوش میں گھروں سے نکل پڑیں۔

جو منافقین یہ سمجھے ہوئے تھے کہ اب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے دوست قید ہوکر کسی دور جزیرہ میں بھیجے جائیں گے اور صحیح و سالم مدینہ نہ پہنچیں گے۔ وہ اب پشیمان ہوئے اور انھوں نے ساتھ نہ چلنے کے جھوٹے موٹے عذر بنائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو معافی دے دی لیکن تین مخلص صحابی بھی تھے جو اپنی معمولی سستی و کاہلی کی وجہ سے ہمرکاب جانے سے رہ گئے تھے اُن کو اپنی صداقت کی وجہ سے امتحان بھی دینا پڑا۔

ان میں سے ایک بزرگ صحابیؓ نے اپنے متعلق جو کچھ اپنی زبان سے بیان کیا ہے میں اسی کو اس جگہ لکھ دینا ضروری سمجھتا ہوں۔

یہ بزرگوار کعب بن مالک انصاریؓ ہیں اور ان ۷۳ سابقین میں سے ہیں جو عقبہ کی بیعت ثانیہ میں حاضر ہوئے تھے اور شعراء خاص میں سے تھے۔[۲]

---

[۱] مدارج النبوۃ مترجم ۲-۹۰، ۹۱، ابن ہشام ۲-۵۲۷، ۵۲۸ [۲] رحمۃ للعالمین ۱-۱۴۲

کعبؓ کا بیان ہے کہ اس سفر میں میرا گھر پر رہ جانا ابتلا محض تھا ایسا کرنے کا نہ میرا ارادہ تھا اور نہ کوئی عذر تھا، سفر کا سامان مرتب تھا، عمدہ اونٹنیاں میرے پاس موجود تھیں، میری مالی حالت ایسی اچھی تھی کہ پہلے کبھی نہ ہوئی تھی۔ اس سفر کیلئے میں نے دو مضبوط شتر بھی خرید لئے تھے۔ حالانکہ اس سے پیشتر میرے پاس دو اونٹ کبھی نہ ہوئے تھے، لوگ سفر کی تیاری کرتے تھے اور مجھے ذرا تردد نہ تھا۔ میں نے سوچ رکھا تھا کہ جس روز کوچ ہوگا میں چل پڑونگا، لشکر اسلام جس روز روانہ ہوا مجھے کچھ تھوڑا سا کام تھا میں نے کہا خیر میں کل جا ملوں گا، دو تین روز اسی طرح سستی اور تذبذب میں گذر گئے اب لشکر اتنی دور نکل گیا تھا کہ اس کا مل سکنا مشکل ہوگیا مجھے نہایت صدمہ تھا کہ یہ کیا ہوا۔

میں ایک روز گھر سے نکلا مجھے ان منافقین کے سوا جو جھوٹ موٹ عذر کرنے کے عادی تھے یا جو معذور تھے اور کوئی بھی راستہ میں نہ ملا، یہ کہہ کر میرے تن بدن کو رنج و غم کی آگ لگ گئی یہ دن میرے اس طرح گذر گئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم واپس بھی تشریف لے آئے، اب میں حیران تھا کہ کیا کروں اور کیا کہوں اور کیونکر خدا کے رسولؐ کے عتاب سے بچاؤ کروں لوگوں نے مجھے بعض حیلے بہانے بتائے مگر میں نے یہی فیصلہ کیا کہ نجات سچ ہی سے مل سکتی ہے، آخر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دیکھا اور تبسم فرمایا، تبسم خشم آمیز تھا، میرے تو ہوش

اسی وقت جاتے رہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کعب تم کیوں رہ گئے تھے، کیا تمھارے پاس کوئی سامان مہیا نہ تھا۔ میں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میرے پاس تو سب کچھ تھا، میرے نفس نے مجھے غافل بنایا، کاہلی نے مجھ پر غلبہ کیا، شیطان نے مجھ پر حملہ کیا اور مجھے حرمان و خذلان کے گرداب میں ڈال دیا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" تم اپنے گھر ٹھہرو اور حکم الہٰی کا انتظار کرو۔

بعض لوگوں نے کہا دیکھو! اگر تم بھی کوئی حیلہ بنا لیتے تو ایسا نہ ہوتا میں نے کہا" وحی الہٰی سے میرا جھوٹ کھل جاتا اور میں کہیں کا بھی نہ رہتا۔ معاملہ کسی دنیا دار سے نہیں بلکہ اللہ کے رسولؐ کے ساتھ ہے"۔ میں نے دریافت کیا کہ "جو حکم میرے لئے ہوا ہے کسی اور کے لئے بھی ہوا ہے؟" لوگوں نے کہا" ہاں ہلالؓ بن امیہ اور مرارہؓ بن ربیع کی بھی یہی حالت ہے" یہ سُن کر مجھے ذرا تسلی ہوئی کہ دو مرد صالح اور بھی مجھ جیسی حالت میں ہیں۔

پھر رسولِ خداؐ نے حکم دیا کہ کوئی مسلمان ہمارے ساتھ بات چیت نہ کرے اور نہ ہمارے پاس آکر بیٹھے، اب زندگی اور دنیا ہمارے لئے وبال معلوم ہونے لگی، ان دنوں میں ہلالؓ اور مرارہؓ تو گھر سے باہر بھی نہ نکلے کیونکہ وہ بوڑھے بھی تھے لیکن میں جوان اور دلیر تھا گھر سے نکلتا مسجد نبوی میں جاتا نماز پڑھ کر مسجد مبارک کے ایک گوشہ میں بیٹھ جاتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم محبت بھری نگاہ اور گوشۂ چشم سے مجھے دیکھا

کرتے میری شکستگی کا ملاحظہ فرمایا کرتے اور جب میں حضورؐ کی جانب آنکھ اٹھاتا تو حضورؐ اعراض فرماتے۔

مسلمانوں کا یہ حال تھا کہ نہ کوئی مجھ سے بات کرتا نہ کوئی میرے سلام کا جواب دیتا ایک روز میں نہایت رنج والم میں مدینہ سے باہر نکلا ابوقتادہؓ میرا چچیرا بھائی تھا اور ہم دونوں میں نہایت محبت تھی سامنے اس کا باغ تھا وہ باغ میں کچھ عمارت بنوا رہا تھا میں اُس کے پاس چلا گیا اسے سلام کیا تو اس نے جواب تک نہ دیا اور منہ پھیر کر کھڑا ہو گیا، میں نے کہا "ابوقتادہؓ! تم خوب جانتے ہو کہ میں خدا اور رسولؐ سے محبت رکھتا ہوں اور نفاق و شرک کا میرے دل پر اثر نہیں، پھر تم کیوں مجھ سے بات نہیں کرتے؟ ابوقتادہؓ نے اب بھی جواب نہ دیا، جب میں نے تین بار اسی بات کو دہرایا تو چچیرے بھائی نے صرف اس قدر جواب دیا کہ "اللہ اور رسول ہی کو خوب معلوم ہے" مجھے بہت ہی رقت ہوئی اور میں خوب ہی رویا، میں شہر میں لوٹ کر آیا تو مجھے ایک عیسائی ملا یہ مدینہ میں مجھے تلاش کر رہا تھا لوگوں نے بتا دیا کہ وہ یہی شخص ہے اس کے پاس بادشاہ غسّان کا ایک خط میرے نام تھا خط میں لکھا تھا:

• ہم نے سنا ہے کہ تمھارا آقا تم سے ناراض ہو گیا ہے تم کو اپنے سامنے سے نکال دیا ہے اور باقی سب لوگ بھی تم پر جور و جفا کر رہے ہیں ہم کو تمھارے درجہ و منزلت کا حال بخوبی معلوم ہے اور تم ایسے نہیں ہو کہ کوئی تم سے ذرا بھی بے التفاتی کرے یا تمھاری عزت کے خلاف تم سے سلوک کیا جائے اب تم یہ خط

پڑھتے ہی میرے پاس چلے آؤ اور آکر دیکھو کہ میں تمھارا اعزاز و اکرام کیا کچھ کرسکتا ہوں"

خط پڑھتے ہی میں نے کہا کہ یہ ایک اور مصیبت مجھ پر پڑی اس سے بڑھ کر مصیبت اور کیا ہوسکتی ہے؟ کہ آج ایک عیسائی مجھ پر اور میرے دین پر قابو پانے کی آرزو کرنے لگا ہے اور مجھے کفر کی دعوت دیتا ہے اس خیال سے میرا رنج و اندوہ چند در چند بڑھ گیا، خط کو قاصد کے سامنے ہی میں نے آگ میں ڈال دیا اور کہہ دیا "جاؤ کہہ دینا کہ آپکی عنایات و التفات سے مجھے اپنے آقا کی بے التفاتی لاکھ درجہ بہتر و خوشتر ہے۔

میں گھر پہنچا تو دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ایک شخص آیا ہوا موجود ہے اُس نے کہا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ "تم اپنی بیوی سے علیٰحدہ رہا کرو۔ میں نے پوچھا "کیا طلاق کا حکم دیا ہے؟ کہا نہیں، صرف علیٰحدہ رہنے کو فرمایا ہے یہ سُن کر میں نے اپنی بیوی کو اس کے میکے بھیج دیا مجھے معلوم ہوا کہ ہلال اور مرآرہ کے پاس بھی یہی حکم پہنچا تھا، ہلال کی بیوی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا' یا رسول اللہ! ہلال کمزور اور ضعیف ہے اور اس کی خدمت کیلئے کوئی خادم بھی نہیں اگر اذن ہو تو میں اس کی خدمت کرتی رہوں' فرمایا "ہاں اُس کے بستر سے دور رہو" عورت نے کہا "یا رسول اللہ! ہلال کا غم و رنج سے ایسا حال ہے کہ اُسے تو اور کوئی بھی خیال نہیں رہا۔

اب مجھے لوگوں نے کہا تم بھی اتنی اجازت لے لو کہ تمھاری بیوی تمھارا

کام کاج تو کر دیا کرے میں نے کہا "میں تو ایسی جرأت نہیں کرنے کا کیا خبر حضورؐ اجازت دیں یا نہ دیں اور میں تو جوان ہوں اپنا کام خود کر سکتا ہوں مجھے خدمت کی ضرورت نہیں۔

الغرض اسی طرح مصیبت کے پچاس دن گذر گئے ایک رات میں اپنی چھت پر لیٹا ہوا تھا اور اپنی مصیبت پر سخت نالاں تھا کہ کوہ سلع پر چڑھ کے جو میرے گھر کے قریب تھا، ابوبکر صدیقؓ نے آواز دی "کعب کو مبارک ہو کہ اس کی توبہ قبول ہو گئی ۔ یہ آواز سنتے ہی میرے دوست احباب دوڑ پڑے اور مبارکباد کہنے لگے کہ مخلص کی توبہ قبول ہوئی، میں نے یہ سنتے ہی پیشانی کو خاک پر رکھ دیا اور سجدۂ شکرانہ ادا کیا اور پھر دوڑا دوڑا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مہاجرین وانصار میں تشریف فرما تھے مجھے دیکھ کر مہاجرین نے مبارکباد دی اور انصار خاموش رہے، میں نے آگے بڑھ کے سلام عرض کیا اس وقت چہرۂ مبارک خوشی ومسرت سے ماہ چہاردہ کی طرح تاباں و درخشاں ہو رہا تھا اور عادتِ مبارک تھی کہ خوشی میں چہرۂ مبارک اور بھی زیادہ روشن ہو جاتا تھا، مجھے فرمایا۔ کعب مبارک ! اس بہترین دن کیلئے جب سے تو ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا کوئی دن ایسا مبارک تجھ پر آج تک نہیں گذرا۔ آؤ تمھاری توبہ کو رب العلمین نے قبول فرما لیا ہے "۔

میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ ! اس قبولیت کے شکرانہ میں اپنا کل مال

راہِ خدا میں صدقہ دیتا ہوں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "نہیں" میں نے عرض کیا "نصف" فرمایا "نہیں" میں نے عرض کیا "ثلث" فرمایا "ہاں ثلث خوب ہے اور ثلث بھی بہت ہے"[1]

منافقین ہمیشہ اس فکر میں رہتے تھے کہ مسلمانوں میں سے کسی طرح پھوٹ ڈال دیں ایک مدت سے وہ اس خیال میں تھے کہ مسجد قبا کے توڑ پر وہیں ایک اور مسجد اس حیلہ سے بنائیں کہ جو لوگ ضعف یا کسی اور وجہ سے مسجد نبوی میں نہ پہونچ سکیں یہاں آکر نماز ادا کرلیا کریں، ابو عامر جو انصار میں سے عیسائی ہوگیا تھا اُس نے منافقین سے کہا کہ تم سامان کرو میں قیصر کے پاس جاکر وہاں سے فوجیں لاتا ہوں کہ اس ملک کو اسلام سے پاک کردے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب تبوک تشریف لیجانے لگے تو منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر عرض کی کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لئے ایک مسجد تیار کی ہے آپ چل کر اس میں ایک دفعہ نماز پڑھادیں تو مقبول ہوجائے، آپ نے فرمایا اس وقت میں مہم پر جارہا ہوں جب تبوک سے واپس پھرے تو مالک اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ جاکر مسجد میں آگ لگادیں، اسی مسجد کی شان میں یہ آیتیں اتری ہیں[2]

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حدیث کعب بن مالک رضی اللہ عنہ

[2] سیرۃ ابن ہشام ۲۔ ۵۲۹، ۵۳۰ زاد المعاد ۳۔ ۵۴۹

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا	" وہ لوگ جنھوں نے ایک مسجد ضرار
ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ	اور پھوٹ ڈالنے اور کفر کی غرض سے نیار
الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ	کی اور اس غرض سے کہ لوگ پہلے سے
حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ	خدا اور رسولؐ سے لڑتے ہیں' ان کو ایک
قَبْلُ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَا	کمینگاہ ہاتھ آئے اور وہ قسم کھاتے ہیں کہ
اِلَّا الْحُسْنٰى وَاللّٰهُ يَشْهَدُ	ہم نے صرف بھلائی کے خیال سے ایسا کیا اور
اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝ لَا تَقُمْ	خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹ کہتے ہیں۔
فِيْهِ اَبَدًا لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ	محمدؐ! آپ کبھی اس مسجد میں جا کر نہ کھڑے
عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ	ہوں وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے ہی دن سے
اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ	پرہیزگاری پر رکھی گئی ہے وہ اس بات
رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا	کی زیادہ مستحق ہے کہ آپ اس میں نماز پڑھیں
وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ۝ (توبہ)	وہاں ایسے لوگ ہیں جن کو صفائی محبوب ہے

اور خدا صفائی پسند کرنے والوں کو چاہتا ہے۔"

وفد دوس :

طفیل بن عمروؓ دوسی کے اسلام لانے کا ذکر اس کتاب میں پہلے آچکا ہے اسلام کے بعد جب یہ بزرگوار وطن کو جانے لگے تو انھوں نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! دعا فرمائیے کہ میری قوم بھی میری دعوت پر مسلمان ہوجائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی' خدایا طفیل کو تو ایک نشان (آیت) بنادے۔ طفیل گھر

پہنچے تو بوڑھا باپ ملنے کیلئے آیا طفیل نے کہا، باوا جان اب نہ میں تمھارا ہوں اور نہ آپ میرے ہیں، بوڑھے نے کہا یہ کیوں ؟ طفیل نے کہا میں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کر کے اور مسلمان ہو کے آیا ہوں، بوڑھے نے کہا بیٹا جو تیرا دین ہے وہی میرا بھی ہے، طفیل نے کہا خوب تب آپ اٹھئے غسل فرمائیے، پاک کپڑے پہن کر تشریف لائیے تاکہ میں اسلام کی تعلیم دوں پھر طفیل کی بیوی آئی اس سے بھی اسی طرح بات چیت ہوئی اور وہ بھی مسلمان ہو گئی اب طفیل نے اسلام کی منادی شروع کر دی لیکن لوگ کچھ مسلمان نہ ہوئے[۱]

طفیل پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے، عرض کیا کہ میری قوم میں زنا کی کثرت ہے۔ (چونکہ اسلام زنا کو سختی سے حرام ٹھہراتا ہے) اس لئے لوگ مسلمان نہیں ہوتے، حضور ان کے لئے دعا فرمائیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا اللّٰھمّ اھد دَوساً[۲] "اے خدا دوس کو سیدھا راستہ دکھا" پھر طفیل سے فرمایا "جاؤ۔ لوگوں کو دین خدا کی طرف بلاؤ، ان سے نرمی اور محبت کا برتاؤ کرو۔

اس دفعہ طفیل کو اچھی کامیابی ہوئی۔ وہ ۵ھ میں دوس کے ستّر اسّی خاندانوں کو جو مسلمان ہو چکے تھے ساتھ لے کر مدینہ پہنچے معلوم ہوا کہ حضورؐ خیبر گئے ہوئے ہیں اس لئے خیبر ہی پہنچ کر انھوں نے شرف حضوری حاصل کیا اور یہ سب لوگ بھی خیبر ہی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے

---

[۱] زاد المعاد ۳ - ۶۲۵ [۲] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصۃ دوس

مشرف ہوئے[1] نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچیرے بھائی بھی حبش سے وہاں کے حبشی قبائل کو جو مسلمان ہو چکے تھے لے کر خیبر ہی جا پہنچے تھے۔

حضرت جعفرؓ کا حبش سے وہاں کے نومسلموں کو لے کر اور حضرت طفیل بن عمرو کا یمن سے دوس کے نومسلم خاندانوں کو لے کر خیبر میں پہنچ جانا گویا یہودیوں کو خدا کی طرف سے یہ بتا دینا تھا کہ جس نبیؐ کی تعلیم ایسے دور دراز ملکوں میں دلوں کے قلعوں کو آسانی سے فتح کر رہی ہے اس کی مخالفت میں اپنے اینٹ پتھر کے قلعوں کے اوپر بھروسہ کرنا کس قدر بے بنیاد بات ہے[2]

وفد ثقیف : ثقیف میں سب سے پہلا شخص جو تعلیم اسلام حاصل کرنے کیلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا وہ عروہ بن مسعودؓ ثقفی تھا یہ اپنی قوم کا سردار تھا اور صلح حدیبیہ میں کفارِ مکہ کا وکیل بن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آیا تھا جنگ ہوازن و ثقیف کے بعد جذبۂ توفیقِ الٰہی سے مدینہ منورہ میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کیا، عروہ کے گھر میں دس بیویاں تھیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم ان میں سے چار کو رکھ کر باقی کو طلاق دیدو چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا[3]

جب عروہ رضی اللہ عنہ اسلام سیکھ چکے تو انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اب مجھے اپنی قوم میں اسلام کی منادی کرنے کی اجازت

---

[1] زاد المعاد ۲۔ ۶۲۵، ۶۲۶ [2] رحمۃ للعالمین ۱۔ ۱۶۳ [3] دلائل النبوۃ ۵۔ ۲۹۹ زاد المعاد ۳۔ ۴۹۸۔

فرمادی جائے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمھاری قوم تمھیں قتل کر دیگی عروہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری قوم کو مجھ سے اتنی محبت ہے جتنی کسی عاشق کو اپنے معشوق سے ہوتی ہے یہ بزرگوار اپنی قوم میں آئے اور وعظِ اسلام شروع کر دیا ایک روز یہ اپنے بالاخانہ میں نماز پڑھ رہے تھے کسی شقی نے تیر چلایا جس سے یہ شہید ہو گئے[1]

اگرچہ عروہ جانبر نہ ہوئے لیکن جو آواز انھوں نے قوم کے کانوں تک پہنچائی تھی وہ دلوں پر اثر کئے بغیر نہ رہی، تھوڑا ہی عرصہ گذرا تھا کہ قوم نے اپنے چند سر کردوں کو منتخب کیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس لئے بھیجا کہ اسلام کی نسبت پوری واقفیت حاصل کریں۔

یہ وفد ۹ھ میں خدمت نبویؐ میں حاضر ہوا تھا وفد کا سردار عبد یا لیل تھا جس کے سمجھانے کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ طائف پر ۱۰ سنہ نبوت میں گئے تھے اور اس نے وعظ کے سننے سے انکار کر کے آبادی کے لڑکوں اور اوباشوں کو نبیؐ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تضحیک و تحقیر کیلئے مقرر کر دیا تھا اور جس کے اشارہ سے طائف میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر پتھر برسائے گئے، کیچڑ پھینکی گئی تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں سے آتے ہوئے یہ فرما دیا تھا کہ میں ان کی بربادی کیلئے دعا نہیں کروں گا کیونکہ اگر یہ خود اسلام نہ لائیں گے تو ان کی آئندہ

---

[1] مستدرک حاکم ۳۔ ۶۱۳

نسلوں کو خدا ایمان عطا کرے گا، اب وہی دشمن اسلام خود بخود اسلام کیلئے
اپنے دل میں جگہ پاتے اور دلی وردی طلب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں۔
مغیرہ بن شعبہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ یہ (اہل ثقیف)
میری قوم کے لوگ ہیں میں انھیں اپنے پاس اتارلوں اور ان کی تواضع کروں
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
لا امنعك ان تکرم قومك "میں منع نہیں کرتا کہ تم اپنی قوم کی عزت
کرو لیکن ان کو ایسی جگہ اتارو جہاں قرآن کی آواز ان کے کان میں پڑے۔
الغرض ان کے خیمے مسجد کے صحن میں لگائے گئے جہاں سے یہ قرآن بھی سنتے
تھے اور لوگوں کو نماز پڑھتے بھی دیکھتے اس تدبیر سے ان کے دلوں پر اسلام کی
صداقت کا اثر پڑا انھوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست مبارک پہ بیعت
اسلام کی، انھوں نے بیعت سے پہلے یہ اجازت چاہی کہ ہم کو ترک نماز کی اجازت
دی جائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "لاخیر فی دین لیس
فیہ رکوع" (جس مذہب میں نماز نہیں اس میں کوئی بھی خوبی نہیں)
پھر انھوں نے کہا اچھا ہمیں جہاد کیلئے نہ بلایا جائے اور نہ زکوٰۃ ہم سے لی جائے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ شرط قبول فرمالی اور صحابہؓ سے فرمایا کہ اسلام
کے اثر سے یہ خود ہی دونوں کام کرنے لگیں گے۔[1]

---

[1] یہ حصہ سنن ابی داؤد، کتاب الخراج باب ما جاء فی خبر الطائف میں بھی مذکور ہے۔

عبد یا لیل جوان کا سردار تھا مختلف اوقات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مندرجہ ذیل مسائل پر بھی گفتگو کی۔

یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) زنا کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں ہماری قوم کے لوگ اکثر وطن سے دور رہتے ہیں اس لئے زنا کے بغیر چارہ ہی نہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا زنا تو حرام ہے اور اللہ پاک کا اس کے لئے یہ حکم ہے لَا تَقْرَبُوا الزِّنٰى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَاءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل ع ۴) "تم زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، یہ تو سخت بے حیائی اور بہت برا طریق ہے۔"

۲۔ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) سود کے بارہ میں حضور کیا فرماتے ہیں یہ تو بالکل ہمارا ہی مال ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنا اصل روپیہ لے لو، دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوا (بقرہ ع ۳۸) "اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور سود میں سے جو لینا رہ گیا ہے وہ بھی چھوڑ دو۔"

۳۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خمر (شراب) کے بارہ میں آپ کیا فرماتے ہیں یہ تو ہمارے ہی ملک کا عرق ہے اس کے بغیر تو ہم رہ نہیں سکتے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شراب کو خدا نے حرام کر دیا ہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ

فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ (مائدہ: ع ۱۲)

ترجمہ: "اے ایمان والو شراب، جوا، انصاب' وازلام' ناپاک اور گندے ہیں شیطان کے کام ہیں ان سے بچا کرو تاکہ فلاح پاؤ۔"

دوسرے روز اس نے آکر کہا خیر ہم آپ کی باتیں مان لیں گے لیکن (ربّہ) کو کیا کریں' (ربّہ مؤنث ہے لفظ رب کا' جس دیوی کے بُت کو یہ پوجا کرتے تھے اُسے ربّہ کہا کرتے تھے) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے گرادو۔

وفد کے لوگوں نے کہا ہائے ہائے اگر ربّہ کو خبر ہوگئی کہ آپ اُسے گرادینا چاہتے ہیں تو وہ ہم لوگوں کو تباہ ہی کر ڈالے گی۔

عمر بن خطابؓ نے کہا افسوس ابن عبد یالیل تم اتنا نہیں سمجھتے کہ وہ تو صرف پتھر ہی ہے' ابن عبد یالیل نے کھسیانا ہو کر کہا عمرؓ ہم تجھ سے بات کرنے نہیں آئے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا۔

اُسے گرانے کی ذمہ داری حضورؐ خود لیں کیونکہ ہم تو اسے کبھی نہیں گرانے کے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خیر میں گرا دینے والے کو بھی بھیج دونگا ان میں سے ایک نے عرض کیا کہ اُس شخص کو آپ ہمارے بعد روانہ کیجئے گا' وہ ہمارے ساتھ نہ جائے۔

الغرض یہ لوگ جتنے حاضر ہوئے تھے وہ مسلمان ہو کر وطن کو واپس چلے گئے' انھوں نے چلتے وقت کہا کہ ہمارے لئے کوئی امام مقرر کر دیجئے۔

ان ہی میں ایک شخص عثمان بن ابوالعاص تھا جو عمر میں سب سے چھوٹا تھا

وہ قوم سے خفیہ خفیہ قرآن مجید اور احکام شریعت سیکھتا رہا تھا کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کبھی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے سیکھ لیا کرتا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی کو ان کا امام مقرر فرما دیا۔

وفد نے راستہ میں یہ مشورہ کیا کہ اپنا اسلام چھپا کر پہلے قوم کو مایوس کر دینا چاہیئے، جب یہ وطن پہنچ گئے تو قوم نے پوچھا کہو کیا حال ہوا؟

وفد نے کہا (معاذ اللہ) ہمیں ایک سخت خو، درشت گو شخص سے سابقہ پڑا جو ہمیں ان ہونی باتوں کا حکم دیتا ہے، مثلاً لات و عزیٰ کو توڑ دینا، تمام سودی روپیہ کو چھوڑ دینا، شراب، زنا کو حرام سمجھنا، قوم نے قسم کھا کر کہا ہم ان باتوں کو کبھی نہیں ماننے کے۔

وفد نے کہا اچھا ہتھیاروں کو درست کرو اور جنگ کی تیاری کرو، قلعوں کی مرمت کر لو دو دن تک ثقیف اسی ارادہ پر جمے رہے تیسرے روز خود بخود ہی کہنے لگے:

بھلا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھ ہم کیونکر لڑ سکیں گے، سارا عرب تو ان کی اطاعت کر رہا ہے پھر وفد کے لوگوں سے کہا جاؤ جو کچھ وہ کہتے ہیں قبول کر لو۔

وفد نے کہا اب ہم تم کو صحیح صحیح بتاتے ہیں ہم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تقویٰ میں اور وفا میں، رحم میں اور صدق میں سب ہی سے بڑھ کر پایا ہم تم سب کو اس سفر سے بڑی برکت حاصل ہوئی۔

قوم نے کہا کہ تم نے ہم سے یہ راز کیوں پوشیدہ رکھا اور ہم کو ایسے سخت غم والم میں کیوں ڈالا، وفد نے کہا مدعا یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں سے شیطانی غرور نکال دے، اس کے بعد وہ مسلمان ہو گئے۔

چند روز کے بعد وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بھیجے ہوئے اشخاص بہ ماتحتی خالد بن ولید پہنچ گئے انھوں نے لات کے گرا دینے کی کارروائی کا آغاز کرنا چاہا، ثقیف کے سب مرد و زن، بوڑھے بچے اس کام کو دشوار سمجھے ہوئے تھے، پردہ نشین عورتیں بھی یہ تماشا دیکھنے نکل آئی تھیں، مغیرہ بن شعبہ نے اس کے توڑنے کیلئے تبر چلایا مگر اپنے زور میں خود ہی گر پڑے یہ دیکھ کر ثقیف والے پکار اٹھے، خدانے مغیرہ کو دھتکار دیا اور یہ ربہ نے اُسے قتل کر ڈالا، اب خوش خوش ہو کر کہنے لگے تم کچھ ہی کوشش کرو مگر اسے نہیں گرا سکتے

مغیرہ بن شعبہؓ نے کہا ثقیف والو! تم بہت ہی بے وقوف ہو، یہ پتھر کا ٹکڑا کر ہی کیا سکتا ہے، لوگوں خدا کی عافیت قبول کرو اور اسی کی بندگی کرو۔

پھر مندر کا دروازہ بند کر کے مغیرہ نے اول اُس بُت کو توڑا اور پھر مندر کی دیواروں پر چڑھ گئے اور انھیں گرانا شروع کر دیا باقی مسلمان بھی دیواروں پر جا چڑھے اور اُس عمارت کا ایک ایک پتھر گرا کے چھوڑا۔

مندر کا پجاری کہنے لگا کہ مندر کی بنیاد انھیں ضرور غرق کر دے گی مغیرہ نے یہ سنا تو بنیاد بھی ساری کھود ڈالی اور اس طرح قوم کے دلوں میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی [1]

[1] زاد المعاد ۳-۵۹۶ تا ۵۹۹ دلائل النبوۃ للبیہقی ۵-۲۹۹ تا ۳۰۴ میں وفد ثقیف کا (بقیہ...)

وفد عبد القیس : قبیلہ عبد القیس کا وفد خدمتِ نبوی میں حاضر ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم کس قوم سے ہو، عرض کیا قوم ربیعہ سے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں خوش آمدید فرمایا، انھوں نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ! ہمارے اور حضورؐ کے درمیان قبیلہ مضر کے کافر آباد ہیں ہم شہر حرام ہی میں حاضر ہوسکتے ہیں اس لئے صاف واضح طور پر سمجھا دیا جائے جس پر ہم بھی عمل کرتے رہیں اور قوم کے باقی ماندہ اشخاص بھی۔

فرمایا، میں چار چیزوں پر عمل کرنے اور چار چیزوں سے بچے رہنے کا حکم دیتا ہوں جن چیزوں کے کرنے کا حکم ہے وہ یہ ہیں :

(۱) اکیلے خدا پر ایمان لانا اس سے مراد یہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کی شہادت ادا کرنا۔ (۲) نماز (۳) زکوٰۃ (۴) رمضان کے روزے اور مالِ غنیمت سے خمس نکالنا۔

چار چیزیں جن سے بچنے کا حکم ہے یہ ہیں :

(۱) دُبَّا، (۲) حَنْتَمُ (۳) نقیر (۴) مُزَفَّتْ[۱] اِن باتوں کو یاد رکھو اور پچھلوں کو بھی بتا دو[۲]

(بقیہ صفحہ ۱۷) پورا واقعہ تفصیل سے موجود ہے۔

[۱] "دُبَّا" کدو کے چھلکے کو کہتے ہیں جس کو سکھا لیا جاتا تھا۔ "حَنْتَمُ" سبز گھڑا "نقیر" درخت کی جڑ کی لکڑی کو اندر سے کھود لیا کرتے تھے اس برتن کو "نقیر" کہتے ہیں "مُزَفَّتْ" تارکول کو برتن میں لگا لیا کرتے تھے اور ان سب برتنوں کو نشہ آور چیزوں کیلئے استعمال کرتے تھے اس لئے آپ نے منع فرما دیا۔

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ حضورؐ کو کیا معلوم ہے کہ نقیر کیا ہوتی ہے فرمایا جانتا ہوں کھجور کے تنے کو کھودتے ہو اور اس میں کھجوریں ڈالا کرتے ہو اس پر پانی ڈالتے ہو اس میں جوش پیدا ہوتا ہے جب جوش بیٹھ جاتا ہے تب پیا کرتے ہو، ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی (اس نشہ میں) اپنے چچیرے بھائی کو بھی قتل کر ڈالے (عجیب بات یہ کہ اسی وفد میں ایک شخص ایسا بھی تھا جس نے نقیر کے نشہ میں اپنے چچیرے بھائی کو قتل کر دیا تھا۔

ان لوگوں نے پوچھا، یا رسول اللہؐ ہم کیسے برتن میں پانی پیا کریں فرمایا مشکوں میں جن کا منھ باندھ دیا جاتا ہے، انھوں نے کہا یا رسول اللہؐ! ہمارے یہاں چوہے بکثرت ہوتے ہیں اس لئے وہاں چمڑے کی مشکیں سالم نہیں رہ سکتیں ہیں، فرمایا خواہ سالم ہی نہ رہیں [1]

اسی وفد کے ساتھ جارود بن معلیٰؓ بھی آیا تھا یہ مسیحی المذہب تھا، اس نے کہا یا رسول اللہؐ! میں اس وقت بھی ایک مذہب رکھتا ہوں اگر ہم اسے چھوڑ کر آپ کے دین میں داخل ہو جائیں تو کیا آپ ہمارے ضامن بن سکتے ہیں؟ فرمایا ہاں میں ضامن بنتا ہوں کیونکہ جس مذہب کی میں دعوت دے رہا ہوں یہ اس سے بہتر ہے جس پر تم اب ہو۔

(بقیہ حاشیہ ص کا) [1] صحیح البخاری کتاب الایمان باب اداء الخمس فی الایمان اس کے علاوہ نو جگہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں اس کو نقل کیا ہے، امام مسلم نے بھی صحیح مسلم میں یہ حدیث ذکر کی ہے۔ کتاب الایمان باب الامر بالایمان باللہ تعالیٰ۔

[1] دلائل النبوۃ ۵-۳۶۶

جارود کے ساتھ اور بھی عیسائی مسلمان ہو گئے تھے [1]

وفد بنو حنیفہ: بنو حنیفہ کا وفد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، ثمامہ بن اثال کی کوشش سے اس علاقہ میں اسلام کی اشاعت ہوئی تھی، یہ وفد مدینہ آکر مسلمان ہوا تھا اسی وفد کے ساتھ مسیلمہ کذّاب بھی تھا وہ مدینہ آکر لوگوں میں کہنے لگا کہ اگر محمدؐ صاحب یہ اقرار کریں کہ ان کا جانشین مجھے بنایا جائیگا تو میں بیعت کروں گا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سُنا حضورؐ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک چھڑی تھی، فرمایا میں تو اس چھڑی کے دینے کی شرط پر بھی بیعت لینا نہیں چاہتا۔ اگر وہ بیعت نہ کرے گا تو خدا اُسے تباہ فرمائے گا، اس کا انجام خدا تعالیٰ نے مجھے دکھا دیا ہے، یعنی میں نے خواب دیکھا کہ میرے ہاتھ میں سونے کے کنگن ہیں مجھے وہ ناگوار معلوم ہوئے، خواب ہی میں وحی سے معلوم ہوا کہ انھیں پھونک سے اڑا دو، میں نے پھونک ماری تو وہ اڑ گئے، میں خیال کرتا ہوں کہ ان سے مراد مسیلمہ صاحب یمامہ اور عنسی صاحب صنعا ہے [2]

قبیلہ طے کا وفد: قبیلہ بنو طے کا وفد جس کا سردار زید الخیل تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عرب کے جس شخص کی تعریف میرے

---

[1] دلائل النبوۃ ۵ - ۳۲۸ - ابن ہشام ۲ - ۵۷۵

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب وفد بنی حنیفہ

سامنے ہوئی وہ دیکھنے کے وقت اُس سے کم ہی نکلا، ایک زید الخیل اس سے مستثنیٰ ہے پھر اس کا نام زید الخیر رکھ دیا، یہ سب لوگ ضروری گفتگو کے بعد مسلمان ہو گئے تھے[1]

قبیلہ اشعریہ (جو اہلِ یمن تھے) کا وفد حاضر ہوا ان کے آنے پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا:

"اہلِ یمن آئے، جن کے دل نہایت نرم اور ضعیف ہیں، ایمان یمنیوں کا ہے اور حکمت یمنیوں کی، مسکنت بکریوں والوں میں، فخر اور غرور اونٹ والوں میں ہے، جو مشرق کی طرف رہتے ہیں[2]

جب یہ لوگ مدینہ میں داخل ہوئے تو یہ شعر پڑھ رہے تھے:

غدًا نلاقي الأحبة محمدًا وحزبه[3]

(ترجمہ) کل ہم اپنے دوستوں، یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھ والوں سے ملیں گے۔

وفد ازد: یہ وفد سات شخصوں کا تھا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی وضع قطع کو پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا، پوچھا تم کون ہو؟ انھوں نے کہا ہم مومن ہیں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہر ایک قول کے

---

[1] ابن ہشام ۲۔ ۵۷۷ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب قدوم الاشعریین و اہل الیمن [3] مسند احمد ۳۔ ۱۰۵، ۱۵۵ باسناد صحیح

حقیقت ہوتی ہے' بتاؤ کہ تمھارے قول اور ایمان کی حقیقت کیا ہے؟ انھوں نے عرض کیا کہ ہم پندرہ خصلتیں رکھتے ہیں۔ پانچ وہ ہیں جن پر اعتقاد رکھنے کا ذکر آپکے قاصدوں نے کیا' اور پانچ وہ ہیں جن پر عمل کرنے کا حکم آپنے فرمایا۔ پانچ وہ ہیں جن پر ہم پہلے سے پابند ہیں۔

پانچ باتیں جن پر حضورؐ کے مبلغین نے ایمان لانے کا حکم دیا یہ ہیں :

ایمان خدا پر' فرشتوں پر' اللہ کی کتابوں پر' اللہ کے رسولوں پر' مرنے کے بعد جی اٹھنے پر۔

پانچ باتیں عمل کرنے کی ہم کو یہ بتائی گئی ہیں :

لاالٰہ الااللہ کہنا، پانچ وقت کی نمازوں کا قائم کرنا، زکوٰۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا' بیت الحرام کا حج کرنا جسے راہ کی استطاعت ہو۔

پانچ باتیں جو پہلے سے معلوم ہیں' یہ ہیں :

آسودگی کے وقت شکر کرنا' مصیبت کے وقت صبر کرنا، قضائے الٰہی پر رضامند ہونا' امتحان کے وقت ثابت قدم رہنا' دشمنوں کو بھی گالی گلوج نہ کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنھوں نے ان باتوں کی تعلیم دی وہ حکیم و عالم تھے اور اُن کی دانشمندی سے معلوم ہوتا ہے گویا انبیاء تھے۔ اچھا پانچ چیزیں اور بتا دیتا ہوں تاکہ پوری بیس خصلتیں ہوجائیں :

(۱) وہ چیزیں جمع نہ کرو جسے کھانا نہ ہو۔ (۲) وہ مکان نہ بناؤ جس میں بسنا نہ ہو' (۳) ایسی باتوں میں مقابلہ نہ کرو جنھیں کل کو چھوڑ دینا ہو' (۴) خدا کا

تقویٰ رکھو جس کی طرف لوٹ کر جانا اور جس کے حضور میں پیش ہونا ہے۔
(۵) ان چیزوں کی رغبت رکھو جو آخرت میں تمھارے کام آئیں گی جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔

ان لوگوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پر پورا پورا عمل کیا[1]

عرب کا جتنا شمالی حصہ سلطنت قسطنطنیہ کے قبضہ میں تھا اس سارے علاقہ کا گورنر فروہ بن عمرو تھا، اس کا دارالحکومت معان تھا فلسطین کا متصل علاقہ بھی اسی کی حکومت میں تھا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے نامۂ مبارک (دعوت اسلام کا) بھیجا تھا، فروہ رضی اللہ عنہ نے اسلام قبول کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک قاصد روانہ کیا اور ایک سفید قیمتی نچر ہدیہ میں بھیجا۔

جب بادشاہ قسطنطنیہ کو اس کے مسلمان ہو جانے کی اطلاع ملی تو اُسے حکومت سے واپس بلا لیا۔ پہلے اسلام سے پھر جانے کی ترغیب دیتا رہا جب فروہ رضی اللہ عنہ نے انکار کیا تو اُسے قید کر دیا آخر یہ رائے ہوئی کہ اُسے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ شہر فلسطین میں عفراء نامی تالاب پر اُسے پھانسی دے دی گئی۔

جان دینے سے پیشتر یہ شعر پڑھا :

---

[1] زاد المعاد ۳-۶۷۲، ۶۷۳ الاصابہ ۳-۱۵۱

وفد ہمدان: یہ قبیلہ یمن میں آباد تھا ان میں اشاعت اسلام کیلئے خالدؓ بن ولید کو بھیجا گیا تھا وہ وہاں دیر تک رہے اسلام نہ پھیلا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علی مرتضیٰؓ کو اس قبیلہ میں اشاعتِ اسلام کیلئے مامور فرمایا اُن کے فیضان سے تمام قبیلہ ایک دن میں مسلمان ہوگیا۔

سیدنا علیؓ کا خط جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سُنا تو سجدۂ شکرانہ ادا کیا اور زبانِ مبارک سے فرمایا السّلام عَلیٰ ھَمْدَانَ (ہمدان والوں کو سلامتی ملے) [۲] یہ وفدان ہی لوگوں کا تھا جو حضرت علیؓ کے ہاتھ پر ایمان لاچکے تھے اور دیدار نبویؐ سے مشرف ہونے آئے تھے۔

طارق بن عبداللہ کا بیان ہے کہ میں مکّہ میں سوق المجاز میں کھڑا تھا اتنے میں ایک شخص آیا جو پکار پکار کر کہتا تھا:

"یَا اَیُّھَا النَّاسُ قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ تُفْلِحُوْا" لوگو! لاالٰہ الا اللہ کہو فلاح پاؤ گے"۔ ایک دوسرا شخص اس کے پیچھے پیچھے آیا جو کنکریاں اسے مارتا تھا اور کہتا تھا:-

یَا اَیُّھَا النَّاسُ لَا تُصَدِّقُوْہُ فَاِنَّہٗ کَذَّابٌ" لوگو! اسے سچا نہ سمجھو یہ تو جھوٹا شخص ہے"۔ میں نے دریافت کیا کہ یہ کون ہیں۔

---

[۱] زاد المعاد ۳-۶۴۶ ابن ہشام ۲-۵۹۲
[۲] سنن بیہقی ۲-۳۶۹ صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث علی وخالد الی الیمن

لوگوں نے کہا کہ یہ تو بنی ہاشم کا ایک فرد ہے جو اپنے آپ کو رسولُ اللہ سمجھتا ہے اور یہ دوسرا اُس کا چچا عبدالعُزیٰ ہے (ابولہب کا نام عبدالعزیٰ تھا) طارق کہتے ہیں کہ اس کے بعد برسوں گذر گئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ جا رہے تھے اس وقت ہماری قوم کے چند لوگ جن میں میں بھی تھا مدینہ گئے تاکہ وہاں کی کھجوریں مول لائیں، جب مدینہ کی آبادی کے متصل پہنچ گئے تو ہم اس لئے ٹھہر گئے کہ سفر کے کپڑے اتار کر دوسرے کپڑے بدل کر شہر میں داخل ہوں گے۔

اتنے میں ایک شخص آیا جس پر دو پرانی چادریں تھیں اُس نے سلام کے بعد پوچھا کہ کدھر سے آئے کدھر جاؤ گے؟ ہم نے کہا کہ رَبَذَہ سے آئے ہیں اور یہیں تک قصد ہے۔ پوچھا مدعا کیا ہے؟

ہم نے کہا کہ کھجوریں خریدنی ہیں۔ ہمارے پاس ایک سُرخ اونٹ تھا جس پر مہار تھی۔

اس نے کہا یہ اونٹ بیچتے ہو؟ ہم نے کہا ہاں اس قدر کھجوروں کے بدلے دیدینگے۔ اس شخص نے یہ سُن کر قیمت گھٹانے کی بابت کچھ بھی نہیں کہا اور مہارِ شتر سنبھال کر شہر کو چلا گیا جب شہر کے اندر جا پہنچا تو اب آپس میں لوگ کہنے لگے کہ یہ ہم نے کیا کیا اونٹ ایسے شخص کو دے دیا جس سے واقف تک نہیں اور قیمت وصول کرنے کا کوئی انتظام ہی نہ کیا۔

ہمارے ساتھ ایک ہودج نشین (سردار قوم کی) عورت بھی تھی، وہ

بولی کہ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا کہ چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا تھا اگر ایسا آدمی قیمت نہ دے تو میں ادا کر دوں گی۔

ہم یہی باتیں کر رہے تھے اتنے میں ایک شخص آیا، کہا مجھے رسول اللہ ﷺ نے بھیجا ہے اور (قیمت شتر کی) کھجوریں بھیجی ہیں (تمھاری ضیافت کی کھجوریں الگ ہیں) کھاؤ پیو اور قیمت کی کھجوروں کو ناپ کر پورا کر لو۔ جب ہم کھا پی کر سیر ہوئے تو شہر میں داخل ہوئے دیکھا کہ وہی شخص مسجد کے ممبر پر کھڑے وعظ کر رہے ہیں، ہم نے مندرجہ ذیل الفاظ آپ کے سُنے:

تَصَدَّقُوْا فَاِنَّ الصَّدَقَةَ خَيْرٌ لَّكُمُ الْيَدُ الْعُلْيَا خَيْرٌ مِّنَ الْيَدِ السُّفْلٰى اُمَّكَ وَ اَبَاكَ وَاُخْتَكَ وَاَخَاكَ وَاَدْنَاكَ اَدْنَاكَ۔[1]

"لوگو! خیرات دیا کرو، خیرات کا دینا تمھارے لئے بہتر ہے، اوپر کا ہاتھ نیچے کے ہاتھ سے بہتر ہے، ماں کو، باپ کو، بہن کو، بھائی کو، پھر قریبی کو اور دوسرے قریبی کو دو۔"

وفد تجیب:

قبیلہ تجیب کے تیرہ شخص حاضر ہوئے تھے یہ اپنی قوم کے مال و مویشی کی زکوٰۃ لے کر آئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے واپس لے جاؤ اور اپنے قبیلے کے فقراء پر تقسیم کر دو انھوں نے عرض کی:

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقراء کو جو دے کر بچ رہا ہے ہم وہی لے کر

---

[1] زاد المعاد ۳-۴۶-۶۴۷-۶ امام حاکم نے مستدرک میں یہ روایت نقل کی ہے امام ذہبی نے اس کی تصحیح فرمائی ہے۔

آئے ہیں "

ابو بکر صدیقؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ ان سے بہتر کوئی وفد اب تک نہیں آیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " ہدایت خدائے عز وجل کے ہاتھ میں ہے خدا جس کی بہبود چاہتا ہے اُس کے سینہ کو ایمان کیلئے کھول دیتا ہے"

ان لوگوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے چند باتوں کا سوال کیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو جوابات لکھوا دیئے تھے۔

یہ لوگ قرآن اور سُنن ہُدیٰ کے سیکھنے میں بہت ہی راغب تھے اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بلالؓ کو اُن کی تواضع کیلئے خاص طور پر معیّن کر دیا تھا

یہ لوگ واپسی کی اجازت کے لئے بہت ہی اضطراب ظاہر کرتے تھے صحابہؓ نے پوچھا کہ تم یہاں سے جانے کیلئے کیوں بے چین ہو۔ کہا، دل میں یہ جوش ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار سے جو انوار ہم نے حاصل کئے، نبی اللہ کی گفتار سے جو فیوض ہم نے پائے اور جو برکات اور فوائد ہم کو یہاں آکر حاصل ہوئے اُن سب کی اطلاع اپنی قوم کو جلد پہنچائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو عطیات سے سرفراز کیا اور رخصت فرمایا پوچھا کوئی شخص تم میں سے باقی بھی رہا ہے، انھوں نے کہا ہاں! ایک نوجوان لڑکا ہے جسے اسباب کے پاس ہم نے چھوڑ دیا تھا، فرمایا اُسے بھی بھیجدینا، وہ حاضر ہوا تو اُس نے کہا، یا رسول اللہؐ صلی اللہ علیہ وسلم، حضورؐ نے میری قوم کے لوگوں پر

لطف و رحمت کی ہے مجھے بھی کچھ مرحمت فرمائیے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو ؟

کہا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرا مدعا اپنی قوم کے مدعا سے الگ ہے اگرچہ میں جانتا ہوں کہ وہ یہاں اسلام کی محبت میں آئے ہیں اور صدقات کا مال بھی لائے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو ؟

کہا، میں اپنے گھر سے صرف اس لئے آیا تھا کہ حضورؐ میرے لئے دعا فرمائیں کہ خدا مجھے بخش دے، مجھ پر رحم کرے اور میرے دل کو غنی بنا دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے یہی دعا فرمادی، ۱۰ھ کو جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کیا تو اُس قبیلہ کے لوگ پھر حضورؐ سے ملے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا "اُس نوجوان کی کیا خبر ہے ؟ لوگوں نے کہا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُس جیسا شخص کبھی دیکھنے ہی میں نہیں آیا اور اس جیسا قانع کوئی سنا ہی نہیں گیا اگر دنیا کی دولت اس کے سامنے تقسیم ہو رہی ہو تو وہ نظر اٹھا کر بھی نہیں دیکھتا[1]

وفد بنی سعد ہذیم :

یہ قبیلہ ایک شاخ قضاعہ کی تھا جس وقت یہ مسجد نبوی میں پہنچے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جنازہ کی نماز پڑھا رہے تھے۔

انھوں نے آپس میں طے کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر

---

[1] زادالمعاد ۳- ۶۵۰، ۶۵۱ ابن سعد ا- ۳۲۳

ہونے سے پیشتر ہم کو کوئی بھی کام نہیں کرنا چاہیئے اس لئے ایک طرف الگ ہو کر بیٹھے رہے جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ادھر سے فارغ ہوئے اُن کو بلایا' پوچھا" کیا تم مسلمان ہو"؟ انھوں نے کہا ہاں : فرمایا" تم اپنے بھائی کیلئے دعا میں کیوں شامل نہ ہوئے ؟

عرض کیا ہم سمجھتے تھے کہ بیعتِ رسولؐ سے پہلے کوئی کام بھی کرنے کے مجاز نہیں' فرمایا" جس وقت تم نے اسلام قبول کیا اسی وقت سے تم مسلمان ہو گئے۔

اتنے میں وہ مسلمان بھی آپہنچا جسے یہ لوگ اپنی سواریوں کے پاس بٹھا آئے تھے' وفد نے کہا' یا رسول اللہ علیہ وسلم یہ ہم سے چھوٹا ہے اور اسی لئے ہمارا خادم ہے' فرمایا" ہاں اصغر القوم خادمھم" (چھوٹا اپنے بزرگوں کا خادم ہوتا ہے) خدا اسے برکت دے' اس دعا کی یہ برکت ہوئی کہ وہی قوم کا امام اور قرآنِ مجید کا قوم میں سب سے زیادہ جاننے والا ہو گیا۔

جب یہ وفد لوٹ کر وطن گیا تو تمام قبیلہ میں اسلام پھیل گیا۔[1]

وفد بنی اسد:

یہ دس شخص تھے جن میں وابصہ بن معبد اور خویلد تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحاب کے ساتھ اندر مسجد میں تشریف فرما تھے اُن میں سے ایک نے کہا یا رسولؐ اللہ' ہم شہادت دیتے ہیں کہ خدا اکیلا ہے لاشریک ہے اور آپؐ اُس کے بندے اور رسول ہیں' دیکھیئے یا رسولؐ اللہ ہم از خود حاضر ہو گئے ہیں اور

---

[1] زاد المعاد ۳-۶۵۲ ابن سعد ۱-۳۲۹

آپ نے تو ہمارے پاس کوئی آدمی بھی نہ بھیجا اس پر آیت کا نزول ہوا :

يَمُنُّونَ عَلَيْكَ أَنْ أَسْلَمُوا ۖ قُلْ لَّا تَمُنُّوا عَلَيَّ إِسْلَامَكُمْ ۖ بَلِ اللَّهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ أَنْ هَدَاكُمْ لِلْإِيمَانِ إِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ ۝ (حجرات: ع ٢)

ترجمہ: "یہ لوگ آپ پر احسان جتاتے ہیں کہ اسلام لے آئے ہیں کہہ دیجئے کہ اپنے اسلام کا مجھ پر احسان نہ جتاؤ بلکہ خدا تم پر اس بات کا احسان جتاتا ہے کہ اس نے تم کو اسلام کی ہدایت کی اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو۔"

پھر اُن لوگوں نے سوال کیا کہ جانوروں کی بولیوں اور شگونوں وغیرہ سے فال لینا کیسا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب سے انھیں منع فرمایا! انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ایک بات رہ گئی ہے اس کی بابت کیا ارشاد ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، وہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا، خط کھینچنا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسے ایک نبی نے لوگوں کو سکھایا تھا جس کسی کو صحت سے وہ علم مل گیا بیشک وہ تو علم ہے[1]

وفد بہراء :

یہ لوگ مدینہ میں آئے مقدادؓ کے گھر کے سامنے آکر اونٹ بٹھائے، مقدادؓ نے گھر والوں سے کہا کہ ان کے لئے کچھ کھانا تیار کرو اور خود اُن کے پاس گئے اور خوش آمدید کہہ کر اپنے گھر لے آئے اُن کے سامنے حَیس رکھا گیا، حَیس ایک

[1] زاد المعاد ٣-٦٥٣ ابن سعد ١-٢٩٢

ایک کھانا ہے جو کھجور اور ستو ملا کر گھی میں تیار کیا جاتا ہے، گھی کے ساتھ کبھی چربی بھی ڈال دیا کرتے ہیں۔

اسی کھانے میں سے کچھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی مقدادؓ نے بھیجا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ کھا کر وہ برتن واپس فرما دیا۔ اب مقدادؓ دونوں وقت وہی پیالہ ان مہمانوں کے سامنے رکھ دیتے وہ مزے لے لے کر کھایا کرتے خوب کھایا کرتے مگر کھانا کم نہ ہوا کرتا تھا ان لوگوں کو دیکھ کر یہ حیرت ہوئی آخر ایک روز اپنے میزبان سے پوچھا :

مقدادؓ ! ہم نے تو سنا تھا کہ مدینہ والوں کی خوراک ستّو جو وغیرہ ہیں تم تو ہر وقت وہ کھانا کھلاتے ہو جو ہمارے ہاں بہت عمدہ سمجھا جاتا ہے اور جو ہر روز ہم کو بھی میسّر نہیں آسکتا اور پھر ایسا لذیذ کہ ہم نے کبھی ایسا کھایا بھی نہیں۔

مقدادؓ نے کہا صاحبو ! یہ سب کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت ہے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت ہائے مبارک لگ چکی ہیں۔

یہ سنتے ہی سب نے باتفاق کہا اور اپنا ایمان تازہ کیا کہ" بیشک وہ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ یہ لوگ مدینہ میں کچھ عرصہ ٹھہرے قرآن اور احکام سیکھے اور واپس چلے گئے۔[1]

وفد خولانؓ :

یہ دس شخص تھے جو ماہ شعبان سنہ ۱۰ھ میں خدمتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں

---

[1] زاد المعاد ۳۔ ۶۵۵، ۶۵۶ ابن سعد ۱۔ ۳۳۱

حاضر ہوئے تھے انھوں نے آکر عرض کیا کہ ہم اپنی قوم کے پسماندوں کی جانب سے وکیل ہو کر آئے ہیں۔ خدا اور رسول پر ہمارا ایمان ہے، ہم حضورؐ کی خدمت میں لمبا سفر طے کر کے آئے ہیں اور اقرار کرتے ہیں کہ خدا و رسول کا ہم پر احسان ہے ہم یہاں محض زیارت کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "مَنْ زَارَنِیْ بِالْمَدِیْنَۃِ کَانَ فِیْ جِوَارِیْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ" (جس نے مدینہ میں آکر میری زیارت کی وہ قیامت کے دن میرا ہمسایہ ہوگا) پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا عم آنس کا کیا ہوا؟ (یہ ایک بت کا نام ہے جو اس قوم کا معبود تھا) وفد نے عرض کیا، ہزار شکر ہے کہ اللہ نے حضورؐ کی تعلیم کو ہمارے لئے اس کا بدل بنا دیا ہے بعض بعض بوڑھے اور بوڑھی عورتیں رہ گئی ہیں جو اس کی پوجا کئے جاتی ہیں۔

اب انشاء اللہ ہم اسے جاکر گرا دیں گے، ہم مدتوں دھوکے اور فتنہ میں رہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی دن کا واقعہ تو سناؤ۔ وفد نے عرض کیا، یا رسولؐ اللہ ایک دفعہ ہم نے سو نر گاؤ جمع کئے اور وہ سب کے سب ایک ہی دن عم آنس کے لئے قربان کئے گئے اور درندوں کے لئے چھوڑ دئے گئے حالانکہ ہم کو گوشت اور جانوروں کی بہت زیادہ ضرورت تھی۔ انھوں نے یہ بھی عرض کیا کہ چوپایوں اور زراعت میں سے عم آنس کا حصہ برابر نکالا جاتا تھا جب کوئی زراعت کرتا تو اس کا وسطی حصہ عم آنس کیلئے مقرر کرتا اور ایک

کنارے کا خدا کے نام مقرر کر دیتا اگر کھیتی کو ہوا مار جاتی تو خدا کا حصّہ تو عمّ انس کے نام کر دیتے مگر عمّ انس کا حصہ خدا کے نام پر نہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض دین سکھائے اور خصوصیت سے اِن باتوں کی نصیحت فرمائی۔

(۱) عہد پورا کرنا، (۲) امانت کا ادا کرنا (۳) ہمسایہ لوگوں سے اچھا برتاؤ کرنا، (۴) کسی ایک شخص پر بھی ظلم نہ کرنا، یہ بھی فرمایا کہ ظلم قیامت کے دن تاریکی ہوگا۔[1]

وفد محاربؓ: یہ دس شخص تھے جو قوم کے وکیل ہو کر سنہ ۱۰ھ میں آئے تھے۔ بلالؓ ان کی مہمانی کیلئے مامور تھے، صبح و شام کا کھانا وہی لایا کرتے تھے، ایک روز ظہر سے عصر تک کا پورا وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں کو دیا۔

ان میں سے ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھنا شروع کیا پھر فرمایا کہ میں نے تم کو پہلے بھی دیکھا ہے۔

یہ شخص بولا، خدا کی قسم ہاں حضورؐ نے مجھے دیکھا تھا اور مجھ سے بات بھی کی تھی اور میں نے بدترین کلام سے حضور کو جواب دیا اور بہت بُری طرح حضور کے کلام کو رد کیا تھا یہ بازار عکاظ کا ذکر ہے جہاں حضورؐ لوگوں کو سمجھاتے پھرتے تھے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "ہاں ٹھیک ہے۔"

---

[1] زاد المعاد ۳-۶۶۲ ابن سعد ۱-۳۲۴

اس شخص نے کہا یا رسول اللہؐ ! اس روز میرے دوستوں میں مجھ سے بڑھ کر کوئی بھی حضورؐ کی مخالفت کرنے والا اور اسلام سے دُور رہنے والا نہ تھا، وہ سب تو اپنے آبائی مذہب ہی پر مر گئے مگر خدا کا شکر ہے کہ اُس نے مجھے آج تک باقی رکھا اور حضور پر ایمان لانا مجھے نصیب ہوا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا سب کے دل خدائے عزوجل کے ہاتھ میں ہیں۔ اُس شخص نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری پہلی حالت کے لئے معافی کی دعا فرمائیے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام ان سب باتوں کو مٹا دیتا ہے جو کفر میں ہوئی ہوں[1]

وفد بنی عبس : یہ وفد انتقال مبارک سے چار ماہ پیشتر آیا تھا، یہ علاقہ نجران کے باشندے تھے یہ لوگ مسلمان ہو کر آئے تھے، انھوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے ... ان اسلام سے سنا ہے کہ حضور یہ ارشاد فرماتے ہیں "لا اسلام لمن لا ھجرۃ لہ" ہمارے پاس زر و مال بھی ہے اور مویشی بھی جن پر ہماری گذران ہے پس اگر ہجرت کے بغیر ہمارا اسلام ہی ٹھیک نہیں تو مال و متاع کیا ہمارے کام آئیں گے اور مویشی ہمیں کیا فائدہ دیں گے بہتر ہے کہ ہم سب کچھ فروخت کر کے سب خدمت عالی میں حاضر ہو جائیں۔

---

[1] زاد المعاد ۳- ۶۶۳، ۶۶۴ ابن سعد ۱- ۲۹۹

نبی کریم صلی اللہ نے فرمایا" اِتَّقُوا اللّٰہَ حَیْثُ کُنْتُمْ فَلَنْ یَلِتَکُمْ مِنْ اَعْمَالِکُمْ شَیْئًا۔ تم جہاں آباد ہو وہیں رہ کر خدا ترسی کو اپنا شیوہ بنائے رکھو تمھارے اعمال میں ذرا بھی کمی نہیں آنے کی[1]۔

وفود غامد: یہ وفد سنہ ۱۰ھ میں آیا تھا اس میں دس آدمی تھے یہ مدینہ سے باہر آکر اُترے ایک لڑکے کو بٹھا کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم اسباب کے پاس کسے چھوڑ آئے ہو، لوگوں نے کہا ایک لڑکے کو فرمایا تمھارے بعد وہ سو گیا ایک شخص آیا اور گٹھری چرا کرلے گیا۔ ایک شخص بولا یارسول اللہ وہ گٹھری تو میری تھی، فرمایا گھبراؤ نہیں، وہ لڑکا اٹھا چور کے پیچھے پیچھے بھاگا اُسے جا پکڑا سب مال صحیح سالم مل گیا ہے۔ یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت سے جب واپس پہنچے تو لڑکے سے معلوم ہوا کہ ٹھیک اسی طرح اُس کے ساتھ ماجرا ہوا تھا یہ لوگ اسی وقت مسلمان ہوگئے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابی بن کعبؓ کو مقرر فرما دیا کہ انھیں قرآن یاد کرائیں اور شرائع اسلام سکھائیں جب وہ واپس جانے لگے تو انھیں شرائع اسلام ایک کاغذ پر لکھوا کر دے دئے گئے[2]۔

وفد بنی فزارہ: جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تبوک سے واپس آئے تو بنی فزارہ کا ایک وفد

---

[1] زاد المعاد ۲ - ۶۷۰ ابن سعد ۱ - ۲۹۵
[2] " ۲ - ۶۷۱ " ۱ - ۲۲۵

جس میں دس پندرہ آدمی شامل تھے خدمت مبارک میں حاضر ہوا اُن کو اسلام کا اقرار تھا اُن کی سواری میں لاغر کمزور اونٹ تھے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمھاری بستیوں کا کیا حال ہے؟

انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، بستیوں میں قحط ہے، مواشی مر گئے، باغ خشک ہو گئے، بال بچے بھوکے مر رہے ہیں، آپ خدا سے دعا کریں کہ ہماری فریاد سنے آپ ہماری سفارش خدا سے کریں خدا ہماری سفارش آپ سے کرے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان باتوں سے پاک ہے، خرابی ہو تیرے لئے، بھلا میں تو خدا کے پاس شفاعت کرونگا لیکن خدا کس کے پاس شفاعت کرے؛ وہ معبود ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ سب سے بزرگ تر ہے، آسمانوں اور زمین پر اُسی کا حکم ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی قوم میں بارش کیلئے دعا فرمائی جو الفاظ محفوظ ہیں وہ یہ ہیں: اَللّٰهُمَّ اسْقِ عِبَادَكَ وَبَهَائِمَكَ وَانْشُرْ رَحْمَتَكَ وَأَحْيِ بَلَدَكَ الْمَيِّتَ، اَللّٰهُمَّ اَسْقِنَا غَيْثًا مُغِيْثًا مَرِيْئًا مَرِيْعًا طَبَقًا وَاسِعًا عَاجِلًا غَيْرَ اٰجِلٍ نَافِعًا غَيْرَ ضَارٍّ، اَللّٰهُمَّ سُقْيَا رَحْمَةٍ لَا سُقْيَا عَذَابٍ وَلَا هَدْمٍ وَلَا غَرَقٍ وَلَا مَحْقٍ، اَللّٰهُمَّ اسْقِنَا الْغَيْثَ وَانْصُرْنَا عَلَى الْأَعْدَآءِ[1] ترجمہ: "اے خدا اپنے بندوں اور جانوروں کو سیراب کر، اپنی رحمت کو پھیلا دے اور اپنی مردہ بستیوں کو زندہ کر دے،

(حاشیہ ص۳۱۸ پر)

الٰہی ہم فریاد رس بارش جو راحت رساں آرام بخش ہو جلد آئے دیر نہ لگائے نفع پہنچائے ضرر نہ کرے، سیراب کر دے، الٰہی ہم کو رحمت سے سیراب کر دے نہ کہ عذاب و ہدم و غرق و محق سے بھر دے، الٰہی بارش باراں سے ہمیں سیراب کر دے، اور دشمنوں پر ہم کو نصرت عطا کر۔

وفد سلامانؓ :

یہ سترہ شخص تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام لائے تھے

انہی میں حبیب بن عمرو تھا، انھوں نے سوال کیا تھا کہ سب اعمال سے افضل کیا چیز ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وقت پر نماز پڑھنا" ان لوگوں نے عرض کیا کہ ہمارے ہاں بارش نہیں ہوئی دعا فرمائیے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبان سے فرمایا "اللّٰهُمَّ اسْقِهِم الغَيْثَ فِي دَارِهِم"

حبیب نے عرض کیا یارسولؐ اللہ! ان مبارک ہاتھوں کو اٹھا کر دعا فرمائیے

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسکرائے اور ہاتھ اٹھا کر دعا کر دی۔

جب وفد اپنے وطن لوٹ کر گیا تو معلوم کہ ٹھیک اسی روز بارش ہوئی تھی جس دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی[1]

وفودِ نجرانؓ :

ان جملہ روایات پر جو وفد نجران کے عنوان کے تحت میں دواوین

(حاشیہ صفحہ ۳۱۷ کا) [1] زادالمعاد ۳-۲۵۳ ۶۵۴ ابن سعد ۱-۲۹۷ دعا کے الفاظ سنن ابی داؤد مستدرک حاکم اور سنن بیہقی میں موجود ہیں۔ [1] رحمۃ للعالمین ۱-۱۸۳ بحوالہ زاد المعاد

[2] مندرجہ ذیل پورا واقعہ زاد المعاد، دلائل النبوۃ میں موجود ہے۔

احادیث میں پائی جاتی ہیں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عیسائیاں نجرآن کے معتمد دو دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے اس لئے اسی ترتیب سے ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

ابو عبداللہ حاکم کی روایت میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجرآن کو دعوتِ اسلام کا خط تحریر فرمایا جب اُسقف نے اس خط کو پڑھا تو اس کے بدن پر لرزہ پڑ گیا اور وہ کانپ اٹھا اس نے فوراً شرجیل بن وداعہ کو بلایا یہ قبیلہ ہمدان کا شخص تھا کوئی بڑا کام بغیر اس کی رائے کے حاکم یا مشیر یا پادری طے نہیں کیا کرتے تھے۔

اُسقف نے اسے خط دیا اور اس نے پڑھ لیا تو ــــ اُسقف بولا ابو مریم ! فرمائیے آپ کی کیا رائے ہے ؟

شرجیل نے کہا" صاحب یہ تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ خدا نے ابراہیمؑ سے یہ وعدہ کر رکھا ہے کہ اسمٰعیلؑ کی نسل میں نبوت بھی ہوگی ممکن یہ وہی شخص ہوں لیکن نبوت کے متعلق کیا رائے ہوسکتی ہے کوئی دنیوی بات ہوتی تو میں اس پر غور کر سکتا تھا اور اپنی رائے عرض کر سکتا تھا"۔

اُسقف نے کہا" اچھا بیٹھ جائیے"۔

اُسقف نے پھر ایک دوسرے شخص کو جس کا نام عبداللہ بن شرجیل تھا اور قوم حمیر سے تھا، بلایا، اور نامۂ نبویؐ دکھا کر اس کی رائے دریافت کی اُس نے شرجیل کا سا جواب دیا۔

اُسقف نے پھر ایک تیسرے شخص جبّار بن قیس کو بلایا یہ بنو الحارث بن کعب میں سے تھا' نامہ دکھلایا اور رائے دریافت کی اس نے بھی اُن دونوں کا سا جواب دیا۔

جب اُسقف نے دیکھا کہ ان میں سے کوئی بھی جواب نہیں دیتا تو اس نے حکم دیا کہ گھنٹے بجائے جائیں اور ٹاٹ کے پردے گرجے پر لٹکائے جائیں ان کا دستور تھا کہ کوئی مہم عظیم درپیش ہوتی تو لوگوں کے بلانے کا طریق دن کے لئے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور ٹاٹ کے پردے گرجے پر لٹکا دیتے' اور رات کے لئے یہ تھا کہ گھنٹے بجاتے اور پہاڑی پر آگ روشن کر دیتے' اس گرجے کے متعلق تہتر گاؤں تھے جن میں سے ایک لاکھ سے زیادہ جنگجو مردوں کی آبادی تھی' وادی کے بالائی اور نشیبی حصّہ کا طول ایک اسپ سوار کے ایک دن کی راہ تھا' جب کل علاقہ کے یہ لوگ (سب کے سب عیسائی تھے) جمع ہو گئے تو اُسقف نے وہ نامۂ مبارک سب کو سنایا اور رائے دریافت کی' مشورہ کے بعد قرار داد یہ ہوئی کہ شرجیل اور عبداللہ اور جبّار کو نبیؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خدمت میں روانہ کیا جائے اور وہاں کے سب حالات معلوم کر کے مفصل بتائیں۔

یہ لوگ مدینہ پہنچے اور چند روز نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر رہے انہی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عیسیٰؑ کی شخصیت کے متعلق گفتگو کی' اس گفتگو پر ان آیات کا نزول ہوا :

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ	"عیسیٰؑ کی مثال خدا کے نزدیک
اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ	آدمؑ کی سی ہے، اسے مٹی سے بنایا پھر
تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ کُنْ	فرمایا (انسان زندہ) بن جا وہ زندہ
فَیَکُوْنُ ط اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّکَ	ہوگیا، سچی بات آپ کے پروردگار کی جانب
وَلَا تَکُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ فَمَنْ	سے یہی ہے اب تم اس رسی کو لمبا کھینچنے
حَآجَّکَ فِیْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَکَ	والوں میں نہ ہو اور جو کوئی آپ سے
مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ	اس علم کے بعد جھگڑا کرے، اس سے کہہ
اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَکُمْ وَنِسَآءَنَا	دیجئے کہ ہم اپنی اولاد کو بلاتے ہیں تم اپنی
وَنِسَآءَکُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَکُمْ	اولاد کو بلاؤ، ہماری عورتیں اور تمہاری
ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ	عورتیں ہم خود بھی اور تم خود
اللّٰہِ عَلَی الْکٰذِبِیْنَ ۝	بھی جمع ہوں، پھر خدا کی طرف متوجہ ہوں
(آل عمران ع ۶)	اور خدا کی لعنت جھوٹے پر ڈالیں"

ان آیات کے نزول پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مباہلہ کے لئے حسنؓ وحسینؓ کو بھی بلایا اور فاطمہؓ (سیدۃ نساء العالمین) بھی باپ کی پس پشت آکر کھڑی ہوگئیں۔

ان عیسائیوں نے علیحٰدہ ہوکر بات چیت کی، شرجیل نے اپنے ساتھیوں سے کہا ان کے متعلق کوئی رائے قائم کرنا آسان نہیں ہے دیکھو تمام وادی کے لوگ اکٹھے ہوئے تب انھوں نے ہم کو بھیجا تھا۔

میں سمجھتا ہوں کہ اگر یہ بادشاہ ہیں تب بھی ان سے مباہلہ کرنا ٹھیک نہ ہوگا کیونکہ تمام عرب میں سے ہم ہی ان کی نگاہ میں کھٹکتے رہیں گے اور اگر یہ نبی مرسل ہیں تب تو ان کی لعنت کے بعد ہمارا پرکاہ بھی زمین پر باقی نہ ملے گا، اس لئے میرے نزدیک بہتر یہ ہے کہ ہم ان کی ماتحتی قبول کریں اور رقم جزیہ کا فیصلہ بھی ان کی رائے پر چھوڑ دیں کیونکہ جہاں تک میں نے سمجھا ہے یہ سخت مزاج نہیں ہیں دونوں ساتھیوں نے اتفاق کیا اور انھوں نے جاکر عرض کر دیا کہ مباہلہ سے بہتر ہمارے لئے یہ ہے کہ جو کچھ حضور کے خیال میں کل صبح تک ہمارے لئے بہتر معلوم ہو وہ ہم پر مقرر کر دیا جائے۔

اگلے روز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر جزیہ مقرر کر دیا اور ایک معاہدہ جسے مغیرہ صحابیؓ نے لکھا تھا اور ابوسفیان بن حرب، غیلان بن عمرو، مالک بن عوف، اقرع بن حابس صحابہ کی شہادت اس پر ثبت تھیں، انھیں مرحمت فرمایا، معاہدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کو فیاضی سے مراعات وحقوق مرحمت فرمائے۔

فرمان حاصل کرکے یہ لوگ نجران کو واپس چلے گئے بشپ (اسقف) اور دیگر سربرآوردہ لوگوں نے ایک منزل آگے بڑھ کر ان سے ملاقات کی، وفد نے یہ فرمان اسقف کے سامنے پیش کر دیا وہ چلتے ہی چلتے اس فرمان کو پڑھنے لگا اس کا چچیرا بھائی بشر بن معاویہؓ جس کی کنیت ابوعلقمہ تھی، اس کے برابر تھا (وہ بھی اس تحریر کے معنی کی طرف اس قدر متوجہ ہوا

کہ بے خیال ہوگیا، اور اونٹنی نے اسے زمین پر گرادیا اس نے گرتے ہی کہا، "خرابی ہو اس شخص کی جس نے ہم کو اس قدر تکلیف میں ڈالا ہے۔

بشر نے یہ اشارہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کیا تھا۔

اسقف بولا دیکھ تو کیا کہتا ہے، بخدا وہ تو نبی مرسل ہیں۔

بشر نے جواب دیا بخدا اب میں بھی ناقہ کا پالان اُنہی کے پاس جاکر اتاروں گا، یہ کہہ کر اس نے اپنا رخ بدل دیا اور مدینہ کو چل پڑا۔

اسقف نے اس کے پیچھے پیچھے ناقہ لگایا، چلاّ چلاّ کر کہتا تھا کہ میری بات تو سنو، میرا مطلب تو سمجھو میں نے یہ فقرہ اس لئے کہا تھا کہ ان قبائل میں مشہر ہوجائے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ ہم نے سند حاصل کرنے میں کوئی حماقت کی ہے یا فیاضی قبول کرلی ہے، حالانکہ دیگر قبائل نے اب تک ان کی فیاضی کو قبول نہیں کیا ہے اور ہماری طاقت اور شوکت اوروں سے بڑھ کر ہے۔

بشر بولا نہیں نہیں، بخدا نہیں، اب میں نہیں رُکنے کا، تیرے منہ سے ایسی غلط بات نکل ہی نہیں سکتی تھی، یہ کہہ کر وہ مدینہ چلا آیا۔

یہ بشر تو خدمتِ نبوی میں پہنچ کر وہیں حضور میں رہا اور بالآخر درجۂ شہادت پر فائز ہوا۔ اب وفد کا بقیہ حال یہ ہوا کہ جب یہ لوگ نجران پہنچ گئے تو نجران کے گرجا میں رہنے والے ایک منک (راہب) نے بھی کسی سے یہ تمام داستان سن لی، وہ گرجا کے برج کے بالائی حصہ پر سالہاسال سے) رہا کرتا تھا چیخنا شروع کردیا کہ مجھے اتارو ورنہ میں اوپر سے کود پڑونگا

خواہ میری جان بھی جاتی رہے' یہ راہب بھی چند تحائف لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں روانہ ہوگیا۔ ایک پیالہ' ایک عصا' ایک چادر اس نے بطور تحفہ پیش کی تھی' وہ چادر خلفاء عباسیہ کے عہد تک برابر محفوظ رہی تھی' راہب نے کچھ عرصہ تک مدینہ میں ٹھہر کر اسلامی تعلیم سے واقفیت حاصل کی اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اور واپس آنے کا وعدہ کرکے نجران چلا گیا مگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ تک واپس نہ گیا تھا۔

(۲) اس وفد میں سے کچھ عرصہ کے بعد اسقف ابوالحارث (جو گرجا کا امام تھا قسطنطنیہ کے رومی بادشاہ جس کا نہایت ادب اور احترام کیا کرتے تھے اور عام لوگ اکثر کرامات وغیرہ جس کی ذات سے منسوب کیا کرتے تھے اور جو اپنے مذہب کا مجتہد شمار ہوتا تھا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اس کے ساتھ ایہم نامی علاقہ کا جج اور حاکم بھی تھا اسے سید کے لقب سے ملقب کرتے تھے اور عبدالمسیح الملقب عاقب بھی تھا جو سارے علاقہ کا گورنر اور امیر بھی تھا' باقی ۲۴ مشہور سردار تھے کل قافلہ ۶۰ سواروں کا تھا' یہ عصر کے وقت مسجد نبوی میں پہنچے تھے وہ ان کی نماز کا وقت تھا (غالباً اتوار کا دن ہوگا) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو اپنی مسجد میں نماز پڑھ لینے کی اجازت فرمادی تھی اور انھوں نے مسجد سے شرق کی جانب رُخ کرکے نماز ادا کی تھی' بعض مسلمانوں نے انھیں مسجد نبوی میں عیسائی نماز پڑھنے

سے روکنا چاہا تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو منع فرما دیا تھا۔ یہودی بھی انھیں دیکھنے آتے تھے اور کبھی کبھی کسی مسئلہ پر گفتگو بھی ہو جایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہودیوں نے بیان کیا کہ حضرت ابراہیمؑ یہودی تھے اور ان عیسائیوں نے کہا وہ عیسائی تھے۔ اس بحث پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا :

قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ	"ان سے کہیے کہ اے کتاب والو!
لِمَ تُحَاجُّونَ فِي إِبْرَاهِيمَ	ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں جھگڑا کرتے
وَمَا أُنْزِلَتِ التَّوْرَاةُ وَ	ہو توراۃ اور انجیل تو اس کے بعد اتری
الْإِنْجِيلُ إِلَّا مِنْ بَعْدِهِ أَفَلَا	ہیں، جن باتوں میں تمھارے پاس کچھ
تَعْقِلُونَ هَا أَنْتُمْ هَؤُلَاءِ حَا	علم تھا اس میں تو جھگڑتے ہی تھے مگر
جَجْتُمْ فِيمَا لَكُمْ بِهِ عِلْمٌ فَلِمَ	جس بارہ میں کچھ بھی علم نہیں اس میں جھگڑا
تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهِ	کیوں کرتے ہو۔ ابراہیمؑ یہودی تھے نہ
عِلْمٌ ط وَاللَّهُ يَعْلَمُ وَأَنْتُمْ	عیسائی تھے وہ تو پکے موحّد تھے اور
لَا تَعْلَمُونَ مَا كَانَ إِبْرَاهِيمُ	مسلمان تھے اور مشرک بھی نہ تھے۔ ساری
يَهُودِيًّا وَلَا نَصْرَانِيًّا وَلَكِنْ	خلقت میں ابراہیم سے قریب تر وہ ہیں
كَانَ حَنِيفًا مُسْلِمًا وَمَا كَانَ	جنھوں نے ان کا اتباع کیا اور محمدؐ نبی
مِنَ الْمُشْرِكِينَ ۔ إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ	اور ان پر ایمان رکھنے والے لوگ
بِإِبْرَاهِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَ	ہاں خدا مومنین کا دوستدار ہے۔"

هٰذَا النَّبِیُّ وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا

وَاللّٰہُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ ـــــــ (اٰل عمران ع: ۷)

ایک دفعہ یہودیوں نے (مسلمانوں اور عیسائیوں دونوں پر اعتراض کرنے کی غرض سے) کہا محمدؐ صاحب! کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم آپ کی بھی عبادت کرنے لگیں جیسا کہ عیسائی عیسیٰ کی عبادت کیا کرتے ہیں۔

نجران کا ایک عیسائی بولا:

ہاں محمدؐ صاحب بتا دیجئے کیا آپ کا یہی ارادہ ہے اور اسی عقیدہ کی دعوت آپ دیتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ کی پناہ کہ میں اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت کروں یا کسی دوسرے کو غیر اللہ کی عبادت کا حکم دوں، خدا نے مجھے اس کام کے لئے نہیں بھیجا اور مجھے ایسا حکم بھی نہیں دیا۔

اس واقعہ پر قرآن مجید کی ان آیات کا نزول ہوا:

مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ	"جس بشر کو خدا کتاب اور حکمت
یُّؤْتِیَہُ اللّٰہُ الْکِتٰبَ وَالْحُکْمَ	اور نبوت عنایت کرے یہ اس کے
وَالنُّبُوَّۃَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ	شایاں نہیں کہ وہ پھر لوگوں سے کہنے
کُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ	لگے کہ خدا کے سوا میرے بندے بن جاؤ
وَلٰکِنْ کُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ بِمَا	وہ تو یہی کہا کرتا ہے کہ کتاب الٰہی کو
کُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْکِتٰبَ وَبِمَا	سیکھ کر اور شریعت کا درس پا کر تم اللہ
کُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا یَاْمُرَکُمْ	والے بن جاؤ، یہ نبی تو نہیں کہتے کہ

اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ	فرشتوں کو یا نبیوں کو بھی رب بنالو
اَرْبَابًا۔ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ	بھلا وہ کفر کیلئے کہہ سکتے ہیں تم لوگوں کو
اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔	جو اسلام لا چکے ہو۔"

(آل عمران ع:)

محمد بن سہیل کی روایت ہے کہ آلِ عمران کی شروع سے ۸۰ آیات تک نزول بھی اسی وفد کی موجودگی میں ہوا تھا جب یہ واپس جانے لگے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پھر ایک سند انھوں نے حاصل کی جس میں گرجاؤں اور پادریوں کی بابت زیادہ صراحت تھی[1]

انھوں نے یہ بھی درخواست کی کہ ایک امانتدار شخص کو ہمارے ساتھ بھیج دیا جائے جسے جزیہ ادا کر دیا کریں، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عبیدہ بن جراح کو اُن کے ساتھ بھیج دیا اور فرمایا کہ یہ شخص میری امّت کا امین ہے[2]

ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کے فیضانِ صحبت سے علاقہ میں اِسلام پھیل گیا تھا۔

---

[1] زاد المعاد ۳-۶۲۹ تا ۶۳۷، دلائل النبوۃ ۵-۳۸۲ تا ۳۹۳، ابن ہشام ۲/۵۸۳ تا ۵۸۴، ابن سعد ۱-۳۵۷، صحیح البخاری کتاب المغازی باب قصۃ نجران میں اس واقعہ کے بعض اجزاء موجود ہیں۔ [2] صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب ابو عبیدۃ بن الجراح، صحیح مسلم فضائل الصحابۃ باب فضائل ابی عبیدۃ بن الجراح۔

وفد نخع : یہ نصف محرم ۱۱ھ میں خدمتِ نبویؐ میں حاضر ہوا تھا اس کے بعد کوئی وفد حاضر نہیں ہوا، یہ دو سو اشخاص تھے اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر مسلمان ہو کر آئے تھے ان کو دارالضیافۃ (مہمان خانہ) میں اتارا گیا تھا۔

ایک شخص اُن میں زرآرہ بن عمرو تھا اُس نے عرض کیا یارسولؐ اللہ میں نے راستہ میں خواب دیکھے جو عجیب تھے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" بیان کرو"

کہا میں نے دیکھا کہ ایک بکری نے بچہ دیا ہے جو سپید اور سیاہ رنگ کا ابلق ہے"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کیا تمھاری عورت کے بچہ ہونے والا تھا اس نے کہا ہاں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے فرزند پیدا ہوا ہے جو تیرا بیٹا ہے۔ زرآرہ نے کہا' یا رسول اللہ ابلق ہونے کے کیا معنی ہیں؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا 'قریب آؤ' پھر آہستہ سے پوچھا کیا تیرے جسم پر برص کے داغ ہیں جسے تم لوگوں سے چھپاتے رہے ہو؟

زرارہ نے کہا قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپکو رسول بنا کر بھیجا ہے کہ آج تک میرے اِس راز کی کسی کو اطلاع نہ تھی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بچہ پر یہ اسی کا اثر ہے۔

زرارہ نے دوسرا خواب سنایا کہ میں نے نعمان بن منذر کو دیکھا کہ گوشوارے بازوبند، خلخال پہنے ہوئے ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس کی تاویل ملک عرب ہے جو اب آسائش و آرائش حاصل کر رہا ہے۔

زرارہ نے عرض کیا میں نے دیکھا کہ ایک بڑھیا ہے جس کے کچھ بال سفید کچھ سیاہ ہیں اور زمین سے باہر نکلی ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ دنیا ہے جس قدر باقی رہ گئی ہے۔

زرارہ نے عرض کیا میں نے دیکھا کہ ایک آگ زمین سے نمودار ہوئی میرے اور میرے بیٹے عمرو کے درمیان آگئی اور وہ آگ کہہ رہی ہے جھلسو جھلسو بینا ہو کہ نابینا ہو، لوگو! اپنی غذا اپنا کنبہ اپنا مال مجھے کھانے کے لئے دو۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ ایک فساد ہے جو آخر زمانہ میں ظاہر ہوگا، زرارہ نے عرض کیا کہ یہ کیسا فتنہ ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگ اپنے امام کو قتل کر دیں گے آپس میں پھوٹ پڑ جائے گی، ایک دوسرے سے ایسے گتھ جائیں گے جیسے ہاتھوں کی انگلیاں پنجہ ڈالنے میں گتھ جاتی ہیں، بدکار ان دنوں اپنے آپ کو نیکوکار سمجھے گا، مومن کا خون پانی سے بڑھ کر خوشگوار سمجھا جائے گا۔ اگر تیرا بیٹا مر گیا تب تو اس فتنہ کو دیکھ لے گا تو مر گیا تو تیرا بیٹا دیکھ لے گا۔

زرارہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کیجئے کہ میں اس فتنہ کو نہ دیکھوں،

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی الٰہی ! یہ اس فتنہ کو نہ پائے۔ زرارہ کا انتقال ہوگیا اور اس کا بیٹا بچ رہا، اُس نے سیدنا عثمانِ غنیؓ کی بیعت کو توڑ دیا تھا[1]

حجۃ الوداع :

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ	"جب خدا کی مدد آگئی اور مکہ فتح ہوچکا
وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ	اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ خدا کے
فِىْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ	دین میں فوج کی فوج داخل ہو رہے
بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ	ہیں تو خدا کی تسبیح پڑھئے اور استغفار
كَانَ تَوَّابًا (سورۂ نصر پ)	کیجئے، خدا توبہ قبول کرنے والا ہے"

بظاہر یہ خیال ہوتا ہے کہ نصرت اور فتح کے مقابلہ میں شکر کی ہدایت ہونی چاہیئے تھی، تسبیح و استغفار کو فتح سے کیا مناسبت ہے ؟ اسی بنا پر ایک صحبت میں حضرت عمرؓ نے صحابہؓ سے معنی پوچھے، لوگوں نے مختلف معنی بتائے حضرت عمرؓ نے عبداللہ بن عباس کی طرف دیکھا وہ کم سن تھے اور جواب دیتے جھجکتے تھے، حضرت عمرؓ نے ان کی ڈھارس بندھائی تو انھوں نے کہا "یہ آیت

---

[1] زاد المعاد ۲-۶۸۶، ۶۸۷، ابن سعد ۱- ۳۴۶

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات کا اعلان ہے کہ استغفار موت کے لئے مخصوص ہے [۱]

اس سورہ کے نازل ہونے کے بعد آپ کو معلوم ہو گیا تھا کہ رحلت کا وقت قریب آ گیا اس لیے اب ضرورت تھی کہ تمام دنیا کے سامنے شریعت اور اخلاق کے تمام اصول اساسی کا مجمع عام میں اعلان کر دیا جائے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے زمانہ سے اب تک فریضۂ حج ادا نہیں فرمایا تھا [۲]

ایک مدت تک تو قریش سدراہ رہے، صلح حدیبیہ کے بعد موقع ملا لیکن مصالح اس کے مقتضی تھے کہ یہ فرض سب سے آخر میں ادا کیا جائے، بہرحال ذوقعدہ میں اعلان ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حج کے ارادہ سے مکہ تشریف لے جا رہے ہیں، یہ خبر دفعۃً پھیل گئی اور شرف ہمرکابی کے لئے تمام عرب امنڈ آیا [۳] (سنیچر کے دن) ذوقعدہ کی ۲۶ تاریخ کو آپ نے غسل فرمایا اور چادر اور تہمد باندھی، نماز ظہر کے بعد مدینہ سے باہر نکلے [۴] تمام ازواج مطہرات کو ساتھ لے چلنے کا حکم دیا [۵] مدینہ سے چھ میل کے فاصلہ پر ذوالحلیفہ ایک مقام ہے جو مدینہ کی میقات ہے یہاں پہنچ کر رات بھر اقامت فرمائی [۶] دوسرے دن دوبارہ غسل فرمایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے ہاتھ سے آپ کے جسم مبارک پر عطر ملا) اس کے بعد آپ نے دو رکعت

---

۱ صحیح البخاری کتاب التفسیر باب تفسیر اذا جاء نصر اللہ ۲ صحیح البخاری باب حجۃ الوداع
۳ صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۴ زاد المعاد ۲-۱۰۲
۵ صحیح البخاری کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع ۶ صحیح البخاری کتاب الحج باب من بات بذا الحلیفہ

نماز ادا کی پھر قصویٰ پر سوار ہو کر احرام باندھا اور بلند آواز سے الفاظ کہے :-

لبّیک اللّٰھمّ لبّیک لبّیک	"اے خدا ہم تیرے سامنے حاضر ہیں'
لاشریک لک لبّیک اِنّ الحمد	اے خدا تیرا کوئی شریک نہیں' ہم حاضر
والنّعمۃ لک والملک لاشریک	ہیں' تعریف اور نعمت سب تیری ہے اور
لک ــــــــــ	سلطنت میں تیرا کوئی شریک نہیں"

حضرت جابرؓ جو اس حدیث کے راوی ہیں' ان کا بیان ہے کہ میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو آگے پیچھے دائیں بائیں جہاں تک نظر کام کرتی آدمیوں کا جنگل نظر آتا تھا' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب **لبّیک** فرماتے تھے تو ہر طرف سے اس صدائے غلغلہ انگیز کی آواز بازگشت آتی تھی اور تمام دشت و جبل گونج اٹھتے تھے[1]

فتح مکہ میں آپ نے جن منازل میں نماز ادا کی تھی' وہاں برکت کے خیال سے لوگوں نے مسجدیں بنالی تھیں' آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان مساجد میں نماز ادا کرتے جاتے تھے' سرف پہنچ کر غسل فرمایا' دوسرے دن (اتوار کے روز ذوالحجہ کی چار تاریخ کو صبح کے وقت) مکہ معظمہ میں داخل ہوئے' مدینہ سے مکہ تک کا یہ سفر نو دن میں طے ہوا[2] خاندان ہاشم کے لڑکوں نے

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم وباب التلبیہ،

[2] سیرۃ النبی ۲ - ۱۵۲

آمد آمد کی خبر سنی تو خوشی سے باہر نکل آئے آپ نے فرطِ محبت سے اونٹ پر کسی کو آگے اور کسی کو پیچھے بٹھا لیا۔[1] کعبہ نظر پڑا تو فرمایا کہ "اے خدا اس گھر کو اور زیادہ عزت اور شرف دے"[2] پھر کعبہ کا طواف کیا، طواف سے فارغ ہو کر مقام ابراہیم میں دوگانہ ادا کیا اور یہ آیت پڑھی:

وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرَاهِيْمَ مُصَلًّى ۔ "اور مقامِ ابراہیم کو سجدہ گاہ بناؤ"۔

صفا پر پہونچے تو آیت پڑھی:

اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَائِرِ اللّٰهِ ۔ "صفا اور مروہ خدا کی نشانیاں ہیں"۔

(یہاں سے) کعبہ نظر آیا تو یہ الفاظ فرمائے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِيْ وَيُمِيْتُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ اَنْجَزَ وَعْدَهٗ نَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ[3]

"خدا کے سوا کوئی خدا نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے سلطنت اور ملک اور حمد ہے وہ مارتا اور جلاتا ہے اور وہ تمام چیزوں پر قادر ہے، کوئی خدا نہیں مگر وہ اکیلا خدا، اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اکیلے تمام قبائل کو شکست دی۔"

---

[1] سنن نسائی کتاب المناسک باب استقبال الحج [2] سنن بیہقی ج۵ ص۷۳

[3] صحیح مسلم کتاب الحج، باب حجۃ الوداع۔

صفا سے اتر کر مروہ پر تشریف لائے یہاں بھی دعاؤ تہلیل کی، اہل عرب ایام حج میں عمرہ ناجائز سمجھتے تھے، صفا و مروہ کے طواف و سعی سے فارغ ہو کر آپ نے لوگوں کو جن کے ساتھ قربانی کے جانور نہیں تھے عمرہ تمام کر کے احرام اتار دینے کا حکم دیا[1] بعض صحابہؓ نے گذشتہ رسوم مالوفہ کی بنا پر اس کے حکم کی بجاآوری میں معذرت کی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اگر میرے ساتھ قربانی کے اونٹ نہ ہوتے تو میں بھی ایسا ہی کرتا۔[2]
حضرت علیؓ حجۃ الوداع سے کچھ پہلے یمن بھیجے گئے تھے اسی وقت وہ یمنی حاجیوں کا قافلہ لے کر مکہ میں وارد ہوئے، چونکہ اُن کے ساتھ قربانی کے جانور تھے اس لئے انھوں نے احرام نہیں اُتارا، جمعرات کے روز آٹھویں تاریخ کو آپ نے تمام مسلمانوں کے ساتھ منیٰ میں قیام فرمایا، دوسرے دن نویں ذی الحجہ کو جمعہ کے روز صبح کی نماز پڑھ کر منیٰ سے روانہ ہوئے۔[3]

قریش کا معمول تھا کہ جب مکہ سے حج کیلئے نکلتے تھے تو عرفات کے بجائے مزدلفہ میں مقام کرتے تھے جو حرم کے حدود میں تھا ان کا خیال تھا کہ قریش نے اگر حرم کے سوا اور مقام میں مناسک حج ادا کئے تو اُن کی شانِ یکتائی میں فرق آجائے گا، لیکن اسلام کو جو مساواتِ عام قائم کرنی تھی اس کے لحاظ سے یہ تخصیص روا نہیں رکھی جا سکتی تھی، اس لئے خدا نے حکم دیا :

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ الوداع و باب بیان وجوہ الاحرام [2] صحیح البخاری کتاب المناسک باب تقضی الحائض المناسک کلہا
[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

ثُمَّ اَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ [1]۔ آپ (بھی عام مسلمانوں کے ساتھ) عرفات میں آئے اور یہ اعلان کرا دیا۔

قِفُوا عَلٰی مَشَاعِرِكُمْ فَاِنَّكُمْ عَلٰی اِرْثٍ مِنْ اِرْثِ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ [2] — "اپنے مقدس مقامات میں ٹھہرے رہو کہ تم اپنے باپ ابراہیم کی وراثت پر ہو"

یعنی عرفہ میں حاجیوں کا قیام حضرت ابراہیمؑ کی یادگار ہے اور انھیں نے اس مقام کو اس غرض خاص کے لئے متعین کیا ہے، عرفات میں ایک مقام نَمِرہ ہے وہاں آپ نے (ایک) کمبل کے خیمہ میں قیام فرمایا، دوپہر ڈھل گئی تو ناقہ پر (جس کا نام قصوٰی تھا) سوار ہو کر میدان میں آئے اور ناقہ کے اوپر ہی سے خطبہ پڑھا [3]

آج پہلا دن تھا کہ اسلام اپنے جاہ و جلال کے ساتھ نمودار ہوا اور جاہلیت کے تمام بیہودہ مراسم کو مٹا دیا اس لئے آپ نے فرمایا:

اَلَا كُلُّ شَيْءٍ مِنْ اَمْرِ الْجَاهِلِيَّةِ تَحْتَ قَدَمَيَّ مَوْضُوْعٌ [4] — "ہاں جاہلیت کے تمام دستور میرے دونوں پاؤں کے نیچے ہیں"

---

[1] صحیح البخاری کتاب الحج باب الوقوف بعرفۃ [2] سنن ترمذی کتاب الحج باب ماجاء فی الوقوف بعرفات ابوداؤد کتاب المناسک باب موضوع الوقوف بعرفۃ۔

[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

[4] صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

تکمیل انسانی کی منزل میں سب سے بڑا سنگ راہ امتیاز مراتب تھا جو دنیا کی قوموں نے تمام مذاہب نے تمام ممالک نے مختلف صورتوں میں قائم کر رکھا تھا، سلاطین سایہ یزدانی تھے جن کے آگے کسی کو چون و چرا کی مجال نہ تھی، ائمہ مذہب کے ساتھ کوئی شخص مسائل مذہبی میں گفتگو کا مجاز نہ تھا، شرفا ارذلوں سے ایک بالاتر مخلوق تھی، غلام آقا کے ہمسر نہیں ہوسکتے تھے، آج یہ تمام تفرقے، یہ تمام امتیازات، یہ تمام حدبندیاں دفعۃً ٹوٹ گئیں۔

لیس لِلعَرَبِیّ فَضلٌ علی العَجَمی ولاللعجمیّ فضلٌ علی العربی کلکُم ابناءُ ادمَ وادمُ من التراب[1] — "عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت نہیں تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم خاک سے بنے تھے۔"

عرب میں کسی خاندان کا کوئی شخص کسی کے ہاتھ قتل ہوتا تو اس کا انتقام لینا خاندانی فرض ہوجاتا تھا یہاں تک کہ سیکڑوں برس گذر جانے پر بھی یہ فرض باقی رہتا تھا اور اسی بنا پر لڑائیوں کا غیر منقطع سلسلہ قائم ہوجاتا تھا اور عرب کی زمین ہمیشہ خون سے رنگین رہتی تھی، آج یہ سب سے قدیم رسم عرب کا سب سے مقدم فخر، خاندانوں کا پُرفخر مشغلہ برباد کر دیا جاتا ہے (اور اس کے لئے نبوت کا منادی سب سے پہلے اپنا نمونہ آپ پیش کرتا ہے)

ودِمَاءُ الجاهلیةِ مَوضُوعةٌ — جاہلیت کے تمام خون (یعنی انتقام خون)

---

[1] العقد الفرید ۲ - ۱۴۹

وانّ اولَّ دمٍ اضع من دمائنا دمُ ابنِ ربیعۃ بنِ الحارث[1] — باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں (اپنے خاندان کا خون) ربیعہ بن الحارث کے بیٹے کا خون باطل کر دیتا ہوں۔

تمام عرب میں سودی کاروبار کا ایک جال پھیلا ہوا تھا جس سے غرباء کا ریشہ ریشہ جکڑا ہوا تھا اور ہمیشہ کے لئے وہ اپنے قرضخواہوں کے غلام بن گئے تھے آج وہ دن ہے کہ اس جال کا تار تار الگ ہوتا ہے اس فرض کی تکمیل کے لئے معلم حق سب سے پہلے اپنے خاندان کو پیش کرتا ہے۔

وربا الجاهلیة موضوع واولُ ربا اضع ربا عباس بن عبد المطلب[2] — جاہلیت کے تمام سود بھی باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے اپنے خاندان کا سود عباس بن عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

آج تک عورتیں ایک جائداد منقولہ تھیں جو قمار بازیوں میں داؤں پر چڑھا دی جاسکتی تھیں آج پہلا دن ہے کہ یہ گروہِ مظلوم، یہ صنفِ لطیف یہ جوہر نازک قدر دانی کا تاج پہنتا ہے۔

فاتقوا اللّٰہَ فِی النِّسَاء[3] — "عورتوں کے معاملہ میں خدا سے ڈرو"۔

عرب میں جان و مال کی کچھ قیمت نہ تھی جو شخص جس کو چاہتا تھا قتل کر دیتا تھا اور جس کا مال چاہتا تھا چھین لیتا تھا آج امن و سلامتی کا بادشاہ

---

[1] صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم

[2] " " " "

[3] " " " "

تمام دنیا کو صلح کا پیغام سُناتا ہے۔

ان دمائکم و اموالکم علیکم حرامٌ کحرمۃِ یومکم ھٰذا فی شھرکم ھٰذا فی بلدکم ھذا الیٰ یوم تلقون ربکم[1]	"تو تمھارا خون اور تمھارا مال تا قیامت اسی طرح حرام ہے جس طرح یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرام ہے۔

اسلام سے پہلے بڑے بڑے مذاہب دنیا میں پیدا ہوئے لیکن اُن کی بنیاد خود صاحبِ شریعت کے تحریری اصول پر نہ تھی ان کو خدا کی طرف سے جو ہدایتیں ملی تھیں بندوں کی ہوس پرستیوں نے ان کی حقیقت گم کر دی تھی، ابدی مذہب کا پیغمبر زندگی کے بعد ہدایات ربانی کا مجموعہ خود اپنے ہاتھ سے اپنی امت کو سپرد کرتا ہے اور تاکید کرتا ہے۔

وانّی قد ترکت فیکم مالن تضلوا بعدہٗ ان اعتصمتم بہٖ کتاب اللّٰہ۔[2]	"میں تم میں ایک چیز چھوڑ جاتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہوگے وہ چیز کیا ہے؛ کتاب اللہ!"

یہ فرما کر آپ نے مجمع کی طرف خطاب کیا:

انتم مسئولون عنی فانتم قائلون۔	"تم سے خدا کے ہاں میری نسبت پوچھا جائے گا تم کیا جواب دوگے:"

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم [2] صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

صحابہؓ نے عرض کی "ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا" آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور تین بار فرمایا،
اَللّٰھُمَّ اشْھَدْ [1] ۔۔۔۔ "اے خدا تو گواہ رہ"

عین اس وقت جب آپ یہ فرض نبوت ادا کر رہے تھے، یہ آیت اتری [2]

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا ۔(مائدہ) "آج میں نے تمھارے لئے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تمام کر دی اور تمھارے لئے مذہب اسلام کو منتخب کیا،"

نہایت حیرت انگیز اور عبرت خیز منظر یہ تھا کہ شاہنشاہ عالم جس وقت لاکھوں آدمیوں کے مجمع میں فرمان ربانی کا اعلان کر رہا تھا اس کے تخت شاہی کا مسند و بالین (کجاوہ اور عرق گیر) ایک روپیہ سے زیادہ قیمت کا نہ تھا [3]

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ نے حضرت بلالؓ کو اذان کا حکم دیا اور ظہر و عصر کی نماز ایک ساتھ ادا کی پھر ناقہ پر سوار ہو کر موقف تشریف لائے اور وہاں کھڑے ہو کر دیر تک قبلہ رو دعا میں مصروف رہے [4] جب آفتاب ڈوبنے لگا تو آپ نے وہاں سے چلنے کی تیاری کی حضرت اسامہؓ بن زید

---

[1] صحیح البخاری کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع [3] سیرۃ النبی، علامہ شبلی ۲-۱۵۳ تا ۱۵۹ [4] زاد المعاد ۲-۲۳۴

کو اونٹ پر پیچھے بٹھالیا[1] آپ ناقہ کی زمام کھینچے ہوئے تھے یہاں تک کہ اس کی گردن کجاوے میں آکر لگتی تھی[2] لوگوں کے ہجوم سے ایک اضطراب سا پیدا ہوگیا تھا لوگوں کو دستِ مبارک سے اور بخاری میں ہے کہ کوڑے سے اشارہ کرتے جاتے تھے کہ آہستہ! اور زبانِ مبارک سے ارشاد فرما رہے تھے۔

السکینۃ ایھا النّاس! لوگو! سکون کے ساتھ،
السکینۃ ایھا النّاس[3] لوگو! سکون کے ساتھ،

اثنائے راہ میں ایک جگہ طہارت کی، اسامہ نے کہا یا رسول اللہ نماز کا وقت تنگ ہو رہا ہے فرمایا نماز کا موقع آگے آتا ہے، تھوڑی دیر کے بعد آپ تمام قافلہ کے ساتھ مزدلفہ پہنچے یہاں پہلے مغرب کی نماز پڑھی اس کے بعد لوگوں نے اپنے اپنے پڑاؤ پر جا کر سواریوں کو بٹھایا ابھی سامان کھولنے بھی نہ پائے تھے کہ فوراً ہی نمازِ عشاء کی تکبیر ہوئی[4] نماز سے فارغ ہو کر آپ لیٹ گئے اور صبح تک آرام فرمایا بیچ میں روزانہ دستور کے خلاف عبادتِ شبانہ کیلئے بیدار نہ ہوئے، محدثین نے لکھا ہے کہ یہی ایک شب ہے جس میں آپ نے تہجد ادا نہیں فرمائی صبح سویرے اٹھ کر باجماعت فجر کی نماز پڑھی[5]

---

[1] صحیح البخاری کتاب الحج باب النزول بین عرفۃ والجمع
[2] زاد المعاد ۲-۲۴۶
[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب حجۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم، صحیح البخاری کتاب الحج باب امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بالسکینۃ،
[4] صحیح البخاری کتاب الحج باب الجمع بین الصلاتین بالمزدلفہ، [5] سیرۃ النبی ۲-۱۶۰

کفار قریش مزدلفہ سے اس وقت کوچ کرتے تھے جب آفتاب پورا نکل آتا تھا اور آس پاس کے پہاڑوں کی چوٹیوں پر دھوپ چمکنے لگتی تھی اس وقت باآواز بلند کہتے تھے "کوہِ ثبیر ! دھوپ سے چمک جا" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رسم کے ابطال کیلئے سورج نکلنے سے پہلے یہاں سے کوچ کیا[1] یہ ذی الحجہ کی دسویں تاریخ اور سنیچر کا دن تھا۔

فضل بن عباس آپ کے برادر عم زاد ناقہ پر ساتھ تھے، اہلِ حاجت داہنے بائیں حج کے مسائل دریافت کرنے کے لئے آرہے تھے، آپ جواب دیتے تھے[2] اور زور زور سے مناسک حج کی تعلیم دیتے جاتے تھے۔ وادی محسر کے راستہ سے آپ جمرۃ کے پاس آئے، ابن عباس سے جو اس وقت کم سن تھے فرمایا مجھے کنکریاں دو، آپ نے کنکریاں پھینکیں اور لوگوں کو خطاب کرکے ارشاد فرمایا :

والغلوُّ فی الدّین فانّما اَھلَکَ قَبْلَکُم الغلو فی الدّین[3]

"مذہب میں غلو اور مبالغہ سے بچو کیونکہ تم سے پہلے قومیں اسی سے برباد ہوئیں"

اسی اثناء میں آپ یہ بھی ارشاد فرماتے ،

لتاخذ وا مناسککم فانی لاادری لعلی لا احج بعد حجتی ھٰذہٖ[4]

"حج کے مسائل سیکھ لو، میں نہیں جانتا شاید کہ اس کے بعد مجھے دوسرے حج

---

[1] صحیح البخاری کتاب الحج باب متی یدفع من جمع [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع
[3] سنن نسائی کتاب المناسک باب التقاط الحصی سنن ابن ماجہ کتاب المناسک باب قدر حصی الرمی
[4] صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب رمی جمرۃ العقبۃ ،

کی نوبت نہ آئے"

یہاں سے فارغ ہوکر منیٰ کے میدان میں تشریف لائے، داہنے بائیں آگے پیچھے تقریباً ایک لاکھ مسلمانوں کا مجمع تھا، مہاجرین قبلہ کے داہنے انصار بائیں، اور بیچ میں عام مسلمانوں کی صفیں تھیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناقہ پر سوار تھے، حضرت بلالؓ کے ہاتھ میں ناقہ کی مہار تھی، حضرت اسامہ بن زید پیچھے بیٹھے کپڑا تان کر سایہ کیے ہوئے تھے، آپ نے نظر اٹھاکر اس عظیم الشان مجمع کی طرف دیکھا تو فرائض نبوت کے ۲۳ سالہ نتائج نگاہوں کے سامنے تھے، زمین سے قبول و اعتراف حق کا نور ضوفشاں تھا۔ دیوان قضا میں انبیاء سابقین کے فرائض تبلیغ کے کارناموں پر ختم رسالت کی مہر ثبت ہورہی تھی اور دنیا اپنی تخلیق کے لاکھوں برس کے بعد دین فطرت کی تکمیل کا مژدہ کائنات کے ذرہ ذرہ کی زبان سے سن رہی تھی، عین اسی عالم میں زبان حق محمد رسول اللہ علیہ وسلم کے کام ودہن میں زمزمہ پرداز ہوئی[1]

اب ایک نئی شریعت، ایک نئے نظام اور ایک عالم کا آغاز تھا اس بنا پر ارشاد فرمایا:

ان الزمان قد استدار کھیئۃ	"ابتدا میں خدا نے جب زمین وآسمان
یوم خلق اللہ السمٰوٰت	کو پیدا کیا تھا، زمانہ پھر پھرا کے آج اسی
والارض۔ (بروایت ابوبکرہ)[2]	نقطہ پر آگیا۔

---

[1] سیرۃ النبی ۲۔ ۱۶۱ [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع، صحیح مسلم کتاب القسامۃ باب تغلیظ الدماء والاعراض،

ابراہیم خلیل کے طریق عبادت حج کا موسم اپنی جگہ سے ہٹ گیا تھا اس کا سبب یہ ہے کہ اس زمانہ میں کسی قسم کی خون ریزی جائز نہیں تھی اس لئے عربوں کے خون آشام جذبات حیلۂ جنگ کے لئے اس کو کبھی گھٹا کبھی بڑھا دیتے تھے، آج وہ دن آیا کہ اس اجتماع عظیم کے لئے اشہر حرم کی تعیین کردی جائے، آپ نے فرمایا:

السّنۃ اثنا عشر شھرًا	ترجمہ: سال میں بارہ مہینے جن میں
منھا اربعۃ حرم ثلاثۃ	چار مہینے قابل احترام ہیں تین تو
متوالیات ذوالقعدہ	متواتر مہینے ہیں، ذوقعدہ، ذوالحجہ
وذوالحجۃ ومحرّم ورجب	اور محرم، اور چوتھا رجب مضر کا مہینہ
شھر مُضَر الّذی بین	جو جمادی الثانی اور شعبان کے بیچ
جُمادیٰ وشعبان [1]	میں ہے۔

دنیا میں عدل و انصاف اور جور و ستم کا محور صرف تین چیزیں ہیں جان، مال اور آبرو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل کے خطبہ میں گو ان کے متعلق ارشاد فرما چکے تھے، لیکن عرب کے صدیوں کے زنگ دور کرنے کیلئے مکرر تاکید کی ضرورت تھی، آج آپ نے اس کیلئے عجیب بلیغ انداز اختیار فرمایا، لوگوں سے مخاطب ہوکر پوچھا، کچھ معلوم ہے، آج کون سا دن ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ خدا اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع ۔

آپؐ دیر تک چپ رہے، لوگ سمجھے کہ شاید آپ اِس دن کا کوئی اور نام رکھیں گے، دیر تک سکوت کے بعد فرمایا "کیا آج قربانی کا دن نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں بیشک ہے، پھر ارشاد ہوا، یہ کون سا مہینہ ہے؟ لوگوں نے پھر اسی طریقے سے جواب دیا، آپ نے پھر دیر تک سکوت کیا، اور فرمایا کہ یہ ذوالحجہ نہیں ہے؟" لوگوں نے کہا ہاں بیشک ہے پھر پوچھا "یہ کون سا شہر ہے"؟ لوگوں نے بدستور جواب دیا، آپ نے اسی طرح دیر تک سکوت کے بعد فرمایا "کیا یہ بلدۃ الحرام نہیں ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں بیشک ہے جب سامعین کے دل میں یہ خیال پوری طرح جاگزیں ہو چکا کہ آج کا دن بھی، مہینہ بھی اور خود شہر بھی محترم ہے، یعنی اس دن اس مقام میں جنگ اور خوں ریزی جائز نہیں، تب فرمایا :

فَاِنَّ دِمَاءَکم وَاَموالکم وَ	"تو تمھارا خون، تمھارا مال اور تمھاری
اَعرَاضَکم عَلَیکُم حَرَامٌ کحُرمَۃ	آبرو (تا قیامت) اسی طرح محترم ہے
یومکُم ھٰذا فی شھرکم ھٰذا	جس طرح یہ دن، اس مہینہ میں اور
فی بلدکم ھذا (بروایت ابوبکرۃ)[1]	اس شہر میں محترم ہے"

قوموں کی بربادی ہمیشہ آپس کے جنگ و جدال اور باہمی خونریزیوں کا نتیجہ رہی ہے، وہ پیغمبر جو ایک لازوال قومیت کا بانی بن کر آیا تھا، اس نے اپنے پیرؤوں سے بآواز بلند کہا :

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع کتاب الحج باب الخطبۃ ایام الناس،

الا لاترجعوا بعدی ضلالا	ہاں میرے بعد گمراہ نہ ہوجانا کہ خود ایک
یضرب بعضکم رقاب	دوسرے کی گردن مارنے لگو، تم کو خدا
بعض وستلقون ربکم	سامنے حاضر ہونا پڑے گا اور وہ تم
فیسئلکم عن اعمالکم [1]	سے تمہارے اعمال کی باز پرس کریگا۔

ظلم وستم کا ایک عالمگیر پہلو یہ تھا کہ اگر خاندان میں کسی ایک شخص سے کوئی گناہ سرزد ہوتا تو اس خاندان کا ہر شخص اس جرم کا قانونی مجرم سمجھا جاتا تھا، اور اکثر اصل مجرم کے رُوپوش یا فرار ہوجانے کی صورت میں بادشاہ کا اس خاندان میں سے جس پر قابو چلتا تھا، اس کو سزا دیتا تھا۔ باپ کے جرم میں بیٹے کو سولی دیجاتی تھی، اور بیٹے کے جرم کا خمیازہ باپ کو اٹھانا پڑتا تھا، یہ سخت ظالمانہ قانون تھا، جو مدّت سے دنیا میں حکمراں تھا اگرچہ قرآنِ مجید نے "لَاتَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی" کے وسیع قانون کی رو سے اس ظلم کی ہمیشہ کیلئے بیخ کنی کر دی تھی، لیکن اس وقت جب دنیا کا آخری پیغمبر ایک نیا نظامِ سیاست ترتیب دے رہا تھا۔ اس اصول کو فراموش نہیں کرسکتا تھا، آپ نے فرمایا:

الا لایجنی جان الا علی نفسہ	ہاں مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے
الا لایجنی جان علی ولدہ	ہاں باپ کے جرم کا ذمہ دار بیٹا نہیں
ولا مولود علی والدہ [2]	اور بیٹے کے جرم کا جواب دہ باپ نہیں۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع کتاب الحج باب الخطبہ امام
[2] سنن ترمذی کتاب الفتن باب ماجاء دماءکم واموالکم علیکم حرام۔ سنن ابن ماجہ (بقیہ صـ پر)

عرب کی بدامنی اور نظام ملک کی بے ترتیبی کا ایک بڑا سبب یہ تھا کہ ہر شخص اپنی خداوندی کا آپ مدعی تھا، اور دوسرے کی ماتحتی اور فرمانبرداری کو اپنے لئے ننگ اور عار جانتا تھا، ارشاد ہوا :

إن امر عليكم عبد مجدع اسود يقودكم بكتاب الله فاسمعوا له واطيعوا۔ ۱	"اگر کوئی حبشی کان کٹا غلام بھی تمہارا امیر ہو، اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرنا۔"

ریگستانِ عرب کا ذرہ ذرہ اس وقت اسلام کے نور سے منور ہو چکا تھا اور خانہ کعبہ ہمیشہ کیلئے ملتِ ابراہیم کا مرکز بن چکا تھا۔ اور فتنہ پردازانہ قوتیں پامال ہو چکی تھیں اس بنا پر آپؐ نے ارشاد فرمایا :

الا إن الشيطان قد ايس ان يعبد فى بلدكم هذا ابدا ولكن ستكون له طاعة فيما تحتقرون من اعمالكم فيرضى به۔ ۲	"ہاں شیطان اس بات سے مایوس ہو چکا کہ اب تمہارے اس شہر میں اس کی پرستش قیامت تک نہ کی جائے گی لیکن البتہ چھوٹی چھوٹی باتوں میں اس کی پیروی کرو گے اور وہ اس پر خوش ہوگا۔"

(بقیہ صہ کا) کتاب المناسک باب الخطبہ یوم النحر۔

۱ صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب رمی جمرۃ العقبہ۔

۲ ترمذی کتاب الفتن۔

سب سے آخر میں آپ نے اسلام کے فرض اولین یاد دلائے۔

اعبدوا ربکم وصلوا خمسکم وصوموا شہرکم واطیعوا ذا امرکم تدخلوا جنۃ ربکم[1] "اپنے پروردگار کو پوجو، پانچوں وقت کی نماز پڑھو، مہینہ کا روزہ رکھا کرو، اور میرے احکام کی اطاعت کرو، خدا کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔"

یہ فرما کر آپ نے مجمع کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا:

الاھل بلغت۔ "کیوں میں نے پیغام خداوندی پہنچا دیا"

سب بول اٹھے ہاں، فرمایا:

اللّٰھم اشھد، "اے خدا تو گواہ رہنا۔"

پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا:

فلیبلغ الشاھد الغائب[2] "جو لوگ اس وقت موجود ہیں وہ ان کو سنادیں جو موجود نہیں ہیں۔"

خطبہ کے اختتام پر آپ نے تمام مسلمانوں کو الوداع کہا[3]

اس کے بعد آپ قربان گاہ کی طرف تشریف لے گئے اور فرمایا کہ "قربانی کیلئے منیٰ کی کچھ تخصیص نہیں بلکہ منیٰ اور مکہ کی ایک ایک گلی میں قربانی ہوسکتی ہے" آپ کے ساتھ قربانی کے سو اونٹ تھے کچھ تو آپ نے خود اپنے ہاتھ سے ذبح کئے

---

[1] سنن ترمذی کتاب الصلوٰۃ باب فی فضل الصلوٰۃ مسند احمد ۵-۲۵۱

[2] صحیح البخاری کتاب الحج باب الخطبہ ایام الناس۔

اور باقی حضرت علیؓ کے سپرد کر دیئے کہ وہ ذبح کریںؓ اور حکم دیا کہ گوشت پوست جو کچھ ہو سب خیرات کر دیا جائے یہاں تک کہ قصاب کی مزدوری بھی اس سے ادا نہ کیجائے الگ سے دی جائے۔[۲]

قربانی سے فارغ ہو کر آپ نے معمر بن عبداللہ کو بلوایا اور سر کے بال منڈوائے[۳] اور فرط محبت سے کچھ بال خود اپنے دستِ مبارک سے ابو طلحہؓ انصاری اور ان کی بیوی ام سلیم اور بعض ان لوگوں کو جو پاس بیٹھے عنایت فرمائے۔ اور باقی ابو طلحہؓ نے اپنے ہاتھ سے تمام مسلمانوں میں ایک ایک دو دو کر کے تقسیم کر دیئے[۴] اس کے بعد آپ مکہ معظمہ تشریف لائے خانۂ کعبہ کا طواف کیا اس سے فارغ ہو کر چاہ زم زم کے پاس آئے۔

چاہ زمزم سے حاجیوں کو پانی پلانے کی خدمت خاندان عبدالمطلب سے متعلق تھی چنانچہ اس وقت اسی خاندان کے لوگ پانی نکال نکال کر لوگوں کو پلا رہے تھے، آپؐ نے فرمایا، یا بنی عبدالمطلب اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ مجھ کو ایسا کرتے دیکھ کر اور لوگ بھی تمہارے ہاتھ سے ڈول چھین کر خود اپنے ہاتھ سے پانی نکال پئیں گے، تو میں خود اپنے ہاتھ سے پانی نکال کر پیتا،[۵]

---

[۱] زاد المعاد ۲ ـ ۵۹ [۲] صحیح البخاری کتاب الحج باب تیصدق بجلود الہدیٰ۔
[۳] مسند احمد ۶ ـ ۱۰۰ [۴] صحیح البخاری کتاب الوضو باب ماء الذی یغسل بہ شعر الانسان،
صحیح مسلم کتاب الحج باب بیان ان السنۃ یوم النحر ای یرمی ثم ینحر،
[۵] صحیح مسلم کتاب الحج، باب حجۃ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
صحیح البخاری باب السقایۃ۔

حضرت عباسؓ نے ڈول میں پانی نکال کر پیش کیا، آپ نے قبلہ رُخ ہو کر کھڑے کھڑے پانی پیا[1] پھر یہاں سے منیٰ واپس تشریف لے گئے اور وہیں نماز ظہر ادا کی[2] بقیہ ایام التشریق یعنی ۱۲ ذی الحجہ تک آپ نے مستقل اقامت منیٰ ہی میں فرمائی، ہر روز زوال کے بعد رمیٔ جمار کی غرض سے تشریف لیجاتے اور پھر واپس آجاتے[3] ۱۳ ذی الحجہ کو سہ شنبہ کے دن زوال کے بعد آپ نے یہاں سے نکل کر وادی محصّب میں قیام کیا، اور شب کو اسی مقام پر آرام فرمایا[4] پچھلے پہر اٹھ کر مکہ معظمہ تشریف لے گئے اور خانہ کعبہ کا آخری طواف کرکے وہیں صبح کی نماز ادا کی[5] اس کے بعد قافلہ اسی وقت اپنے اپنے مقام کو روانہ ہوگیا، اور آپ نے مہاجرین وانصار کے ساتھ مدینہ کی طرف مراجعت فرمائی، مدینہ کے قریب پہنچ کر ذوالحلیفہ میں شب بسر کی صبح کے وقت ایک طرف سے آفتاب نکلا اور دوسری طرف کوکبۂ نبوی مدینہ منورہ میں داخل ہوا، اور مدینہ پر نظر پڑی تو یہ الفاظ فرمائے :

اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ	خدا بزرگ و برتر ہے اس کے سوا
لَا شَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ	کوئی خدا نہیں، کوئی اس کا شریک نہیں

---

[1] صحیح البخاری، کتاب الشرب، باب الشرب قائماً۔
[2] صحیح مسلم کتاب الحج، باب استحباب طواف الإفاضة یوم النحر۔
[3] زاد المعاد ۲-۲۹۰، صحیح البخاری باب رمی جمرة العقبة۔
[4] صحیح البخاری کتاب الحج باب طواف الوداع، وباب من صلی العصر یوم النحر بالأبطح
[5] صحیح البخاری کتاب الحج باب الحج،

الحمد وھو علی کل شئ قدیر۔	بس اسی کی سلطنت ہے اسی کیلئے
اٰئبون تائبون عابدون	حمد وستائش ہے وہ ہر بات پر
ساجدون لربنا حامدون	قادر ہے ۔ لوٹے آرہے ہیں توبہ کرتے
صدق اللہ وعدہ ونصر عبدہ	ہوئے فرمانبردارانہ زمین پر پیشانی
وھزم الاحزاب وحدہ[1]	رکھ کر اپنے پروردگار کی حمد وستائش

میں مصروف ہوکر خدا نے اپنا وعدہ سچ کیا، اپنے بندہ کی نصرت کی اور تمام مقابل کو تنہا شکست دی۔

وفات:

اِنَّکَ مَیِّتٌ وَّاِنَّھُمْ مَّیِّتُوْنَ۔ (زمر)

روح قدسی کو عالم جسمانی میں اسی وقت تک رہنے کی ضرورت تھی کہ تکمیل شریعت اور تزکیہ نفوس کا عظیم الشان کام درجہ کمال تک پہنچ جائے، حجۃ الوداع میں یہ فرض اہم ادا ہوچکا، توحید کامل اور مکارم اخلاق کے اصول عملاً قائم کرکے عرفات کے مجمع عام میں اعلان کردیا گیا کہ[2]:

---

[1] صحیح البخاری کتاب الحج باب النزول بذی طوی صحیح مسلم کتاب الحج باب مایقول اذا اقفل من سفر الحج وباب التعریس بذالحلیفہ۔

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب حجۃ الوداع ، سیرۃ النبی ۲۔ ۱۷۰

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ "آج کے دن میں نے تمھارے دین
وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ ، کو کامل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی"

سورہ فتح کا نزول خاص خاص صحابہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قرب وفات کی اطلاع دے چکا تھا۔ اور آپ حکم ربانی فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ۔ (نصر) کے مطابق زیادہ اوقات تسبیح وتہلیل میں بسر فرماتے تھے[1] آپ عموماً ہر سال رمضان مبارک میں دس دن اعتکاف میں بیٹھتے تھے، لیکن رمضان ۱۱ھ میں بیس دن اعتکاف میں بیٹھے۔ سال میں ایک دفعہ ماہ رمضان میں آپ پورا قرآن ناموس اکبر کی زبانی سنتے تھے، لیکن وفات کے سال دو دفعہ یہ شرف حاصل ہوا۔[2] حجۃ الوداع کے موقع پر مناسک حج کی تعلیم کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ اعلان بھی فرمایا کہ مجھے امید نہیں کہ آئندہ سال تم سے مل سکوں۔ بعض روایتوں میں یہ الفاظ اس طرح وارد ہوئے ہیں' شاید اس کے بعد حج نہ کر سکوں[3]

حجۃ الوداع کے موقع پر تمام مسلمانوں کو اپنے فیض دیدار سے مشرف فرمایا، اور ان کو حسرت کے ساتھ وداع کیا، شہدائے اُحد جو "بل ھم احیاء" کے مژدہ جانفزا سے فیضیاب تھے، آٹھ برس کے بعد آخری دفعہ آپ نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب التفسیر باب تفسیر اذا جاء نصر اللہ،
[2] صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن، باب کان جبرئیل یعرض القرآن علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم
[3] صحیح مسلم کتاب الحج باب استحباب رمی جمرۃ العقبہ،

ان کو بھی اپنی زیارت سے مشرف کرنا ضروری سمجھا۔ چنانچہ اسی زمانہ میں ان کی قبر پر تشریف لے گئے اور ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور اس رقت انگیز طریقہ سے ان کو وداع کیا کہ جس طرح ایک مرنے والا اپنے اعزہ کو وداع کرتا ہے۔ اس کے بعد ایک خطبہ دیا جس میں فرمایا' میں تم سے پہلے حوض پر جا رہا ہوں، اس کی وسعت اتنی ہے جتنی ایلہ سے جحفہ تک، مجھ کو تمام دنیا کے خزانوں کی کنجی دی گئی ہے، مجھے خوف نہیں ہے کہ میرے بعد تم شرک کروگے، لیکن اس سے ڈرتا ہوں کہ دنیا میں نہ مبتلا ہو جاؤ۔ اور اس کے لئے آپس میں کشت و خون نہ کرو تو پھر اسی طرح ہلاک ہو جاؤ جس طرح تم سے پہلی قومیں ہلاک ہوئیں۔ راوی کا بیان ہے کہ یہ آخری دفعہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خطبہ دیتے ہوئے سنا۔[1]

غزوات میں گذر چکا ہے کہ حضرت زید بن حارثہ کو حدود شام کے عربوں نے شہید کر ڈالا تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ان سے ان کا قصاص لینا چاہتے تھے، آغاز علالت سے ایک روز پہلے آپ نے اسامہ بن زید کو مامور کیا کہ وہ فوج لے کر جائیں اور ان شریروں سے اپنے باپ کا انتقام لیں۔[2]

۱۸، یا ۱۹، صفر سنہ ۱۱ھ میں آدھی رات کو آپ جنت البقیع میں جو عام

---

[1] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب الصلوۃ علی الشہید صحیح مسلم کتاب الفضائل باب اثبات حوض نبینا صلی اللہ علیہ وسلم، [2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث اسامہ،

مسلمانوں کا قبرستان تھا تشریف لائے تو مزاج ناساز ہوا[1] یہ حضرت میمونہ رضؓ کی باری کا دن تھا، پانچ دن تک آپؐ اس حالت میں بھی از راہِ عدل وکرم باری باری ایک ایک بیوی کے حجرہ میں تشریف لے جاتے رہے دوشنبہ کے دن مرض میں شدت ہوئی تو ازواج مطہرات سے اجازت لی کہ حضرت عائشہ رضؓ کے گھر قیام فرمائیں، خلقِ عمیم کی بنا پر اجازت بھی صاف اور علانیہ نہیں طلب کی بلکہ پوچھا کہ کل میں کس کے گھر رہوں گا، دوسرا دن (دوشنبہ) حضرت عائشہ رضؓ کے یہاں قیام فرمانے کا تھا، ازواجِ مطہرات نے مرضیٔ اقدس سمجھ کر عرض کی کہ آپ جہاں چاہیں قیام فرمائیں، ضعف اس قدر ہو گیا کہ چلا نہیں جاتا تھا، حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دونوں بازو تھام کر بہ مشکل حضرت عائشہ رضؓ کے حجرے میں لائے[2]

آمد و رفت کی قوت جب تک رہی آپ مسجد میں نماز پڑھانے کی غرض سے تشریف لاتے رہے۔ سب سے آخری نماز جو آپ نے پڑھائی وہ مغرب کی نماز تھی، سر میں درد تھا، اس لئے سر میں رومال باندھ کر آپ تشریف لائے اور نماز ادا کی جس میں سورہ "والمرسلات عرفاً" قرأت فرمائی[3] عشاء کا وقت آیا تو دریافت فرمایا کہ نماز ہو چکی؟ لوگوں نے عرض کی کہ سب کو

---

[1] مستدرک حاکم ۴-۵۶

[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ،

[3] " " " " " "

حضورؐ کا انتظار ہے، لگن میں پانی بھروا کر غسل فرمایا، پھر اٹھنا چاہا کہ غش آگیا۔ افاقہ کے بعد پھر فرمایا کہ نماز ہو چکی ؟ لوگوں نے پھر وہی پہلا جواب دیا، آپ نے پھر غسل فرمایا، اور پھر جب اٹھنا چاہا تو غش آگیا۔ افاقہ ہوا تو پھر دریافت فرمایا، اور لوگوں نے وہی جواب دیا، تیسری مرتبہ جسم مبارک پر پانی ڈالا، پھر جب اٹھنے کا ارادہ کیا تو پھر غشی طاری ہو گئی، جب افاقہ ہوا تو ارشاد فرمایا کہ ابوبکر نماز پڑھائیں، حضرت عائشہؓ نے معذرت کی کہ یا رسول اللہ ابوبکرؓ نہایت رقیق القلب ہیں، آپ کی جگہ ان سے کھڑا نہ ہوا جائے گا۔ آپ نے پھر یہی حکم دیا کہ ابوبکرؓ نماز پڑھائیں، چنانچہ کئی دن تک حضرت ابوبکرؓ نے نماز پڑھائی۔

وفات سے چار دن پہلے ظہر کی نماز کے وقت آپ کی طبیعت کچھ سکون پذیر ہوئی آپ نے حکم دیا کہ پانی کی سات مشکیں آپ پر ڈالی جائیں، غسل فرما چکے تو حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ تھام کر مسجد میں لائے، جماعت کھڑی ہو چکی تھی اور حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھا رہے تھے آہٹ پا کر حضرت ابوبکرؓ پیچھے ہٹے آپ نے اشارہ سے روکا اور ان کے پہلو میں بیٹھ کر نماز پڑھائی آپؐ کو دیکھ کر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت ابوبکرؓ کو دیکھ کر اور لوگ ارکان ادا کرتے جاتے تھے[1]

نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک خطبہ دیا، جو آپ کی زندگی

---

[1] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استخلاف الامام، صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم و وفاتہ ،

کا سب سے آخری خطبہ تھا، آپ نے فرمایا :

خدا نے اپنے ایک بندہ کو اختیار عطا فرمایا ہے کہ خواہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا خدا کے پاس (آخرت) میں جو کچھ ہے اس کو قبول کرے لیکن اس نے خدا ہی کے پاس کی چیزیں قبول کیں، یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ رو پڑے لوگوں نے ان کی طرف تعجب سے دیکھا کہ آپ تو ایک شخص کا واقعہ بیان کرتے ہیں یہ رونے کی کون سی بات ہے، لیکن راز دار نبوت سمجھ چکا تھا کہ وہ بندہ خود محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ نے اپنی تقریر کا سلسلہ آگے بڑھایا اور فرمایا سب سے زیادہ میں جس کی دولت صحبت کا ممنون ہوں ابوبکرؓ ہیں۔ اگر میں دنیا میں ——— کسی کو اپنی امت میں سے اپنا دوست بنا سکتا تو ابوبکرؓ کو بناتا، لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کیلئے کافی ہے، مسجد کے رُخ کوئی دریچہ ابوبکرؓ کے دریچہ کے سوا باقی نہ رکھا جائے[1]، ہاں تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبر کو عبادت گاہ بنالیا ہے دیکھو تم ایسا نہ کرنا[2]

زمانۂ علالت انصار آپ کی عنایات اور مہربانیوں کو یاد کرکے روتے تھے۔ ایک دفعہ اسی حالت میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عباسؓ کا گذر ہوا، انھوں نے انصار کو روتے دیکھا تو وجہ دریافت کی انھوں نے

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم سدوا الابواب الا باب ابی بکرؓ
[2] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن بناء المساجد علی القبور،

بیان کیا کہ حضور کی صحبتیں یاد آتی ہیں، ان میں سے ایک صاحب نے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا، آج اس کی تلافی کا موقع تھا، اس لئے اس کے بعد آپ نے انصار کی نسبت لوگوں کی طرف خطاب کر کے فرمایا "یَا اَیُّہَا النَّاس" (اے لوگو!) میں انصار کے معاملہ میں تم کو وصیت کرتا ہوں، عام مسلمان بڑھتے جائیں گے، لیکن انصار اس طرح کم ہو کر رہ جائیں گے، جیسے کھانے میں نمک وہ اپنی طرف سے اپنا فرض ادا کر چکے' اب تمھیں ان کا فرض ادا کرنا ہے' وہ میرے جسم میں بمنزلہ معدہ کے ہیں جو تمھارے نفع ونقصان کا متولی ہو (یعنی جو خلیفہ ہو) اس کو چاہیے کہ ان میں جو نیکوکار ہوں ان کو قبول کرے اور جن سے خطا ہوئی ہو ان کو معاف کرے[1]

اوپر گزر چکا ہے رومیوں کی طرف جس فوج کا بھیجنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تجویز کیا تھا، اس کی سرداری اسامہ بن زید کو تفویض فرمائی تھی' اس پر لوگوں نے (ابن سعد نے تصریح کی ہے کہ وہ منافقین تھے) شکایت کی کہ بڑے بوڑھوں کے ہوتے ہوئے نوجوانوں کو یہ منصب کیوں عطا ہوا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کی نسبت ارشاد فرمایا:

اگر اسامہ کی سرداری پر تم کو اعتراض ہے تو اس کے باپ زید کی سرداری پر بھی تم معترض تھے، خدا کی قسم وہ اس منصب کا مستحق تھا اور

---

[1] صحیح البخاری کتاب المناقب باب مناقب الانصار،

وہ مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اور اب اس کے بعد یہ سب سے زیادہ محبوب ہے [1]

اسلام اور دیگر مذاہب میں ایک دقیق فرق یہ ہے کہ اسلام شریعت کے تمام احکام کا واضع اور حاکم براہ راست خدائے پاک کو قرار دیتا ہے پیغمبر کا صرف اسی قدر فرض ہے کہ احکام الٰہی کو اپنے قول و عمل کے ذریعے سے بندوں تک پہنچا دے، چونکہ دوسرے مذاہب میں یہ غلط فہمی شرک و کفر تک ہو چکی تھی، اور اس کے نتائج پیش نظر تھے اسلئے ارشاد فرمایا:

"حلال و حرام کی نسبت میری طرف نہ کیجائے میں نے وہی چیز حلال کی ہے جو خدا نے اپنی کتاب میں حلال کی ہے اور وہی چیز حرام کی ہے جو خدا نے حرام کی ہے"

انسان کی جزا و سزا کی بنیاد خود اس کے ذاتی عمل پر ہے، آپؐ نے فرمایا:

"اے پیغمبر خدا کی بیٹی فاطمہ! اور اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ! خدا کے ہاں کیلئے کچھ کر لو میں تمھیں خدا سے نہیں بچا سکتا"

خطبہ سے فارغ ہو کر آپ حجرۂ عائشہؓ میں واپس تشریف لائے، آپؐ کو حضرت فاطمہ زہرؓا سے بے حد محبت تھی (اثنائے علالت) ان کو بلا بھیجا، تشریف لائیں تو ان سے کچھ کان میں باتیں کیں، وہ رونے

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب بعث اسامۃ

تھیں، پھر بلا کر کچھ کان میں کہا تو ہنس پڑیں، حضرت عائشہؓ نے دریافت کیا تو کہا پہلی دفعہ آپ نے فرمایا کہ اسی مرض میں انتقال کروں گا، جب میں رونے لگی تو فرمایا کہ میرے خاندان میں سب سے پہلے تمھیں مجھ سے آکر ملو گی تو ہنسنے لگی[1]

یہود و نصاریٰ نے انبیاء کے مزارات اور یادگاروں کی تعظیم میں جو افراط کی تھی وہ بت پرستی کی حد تک پہنچ گئی تھی، اسلام کا فرض اولین بت پرستی کی رگ و ریشہ کا استیصال کرنا تھا اس لئے حالتِ مرض میں جو چیز سب سے زیادہ پیش نظر تھی یہی تھی۔ اتفاق سے بعض ازواج مطہرات نے جو حبشہ ہو آئی تھیں، اس حالت میں وہاں کے عیسائی معبودوں کا اور ان کے مجسموں اور تصویروں کا تذکرہ کیا۔ آپ نے فرمایا ان لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی مرجاتا ہے تو اس کے مقبرہ کو عبادت گاہ بنا لیتے ہیں اور اس کا بت بنا کر اس میں کھڑا کرتے ہیں۔ قیامت کے روز اللہ عزوجل کی نگاہ میں یہ لوگ بدترین مخلوق ہوں گے[2] عین کرب کی شدت میں جب کہ چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے تھے اور کبھی گرمی سے گھبرا کر الٹ دیتے تھے۔ حضرت عائشہؓ نے زبان مبارک سے یہ الفاظ سنے :

لعنۃُ اللّٰہ علی الیھودِ والنصاریٰ "یہود و نصاریٰ پر خدا کی لعنت ہو انھوں

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ

[2] صحیح مسلم کتاب المساجد باب النہی عن بناء المساجد علی القبور

اتخذوا قبور انبیا ئہم نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو
مساجد[1] عبادت گاہ بنالیا"

اسی کرب و بے چینی میں یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس کچھ اشرفیاں رکھوائی تھیں دریافت فرمایا کہ وہ اشرفیاں کہاں ہیں؟ محمدؐ خدا سے بدگمان ہوکر ملے گا؟ جاؤ ان کو خدا کی راہ میں خیرات کردو[2]

مرض میں اِشتداد اور تخفیف ہوتی رہتی تھی جس دن وفات ہوئی (یعنی دوشنبہ کے روز) بظاہر طبیعت کو سکون تھا، حجرۂ مبارک مسجد سے ملا ہوا تھا، آپ نے (صبح کے وقت) پردہ اٹھاکر دیکھا تو لوگ (فجر کی) نماز میں مشغول تھے۔ دیکھ کر مسرت سے ہنس پڑے لوگوں نے آہٹ پاکر خیال کیا کہ آپ باہر آنا چاہتے ہیں، فرطِ مسرت سے تمام لوگ بے قابو ہوگئے اور قریب تھا کہ نمازیں ٹوٹ جائیں، حضرت ابوبکرؓ نے جو امام تھے چاہا کہ پیچھے ہٹ جائیں آپ نے اشارہ سے روکا اور حجرۂ شریف میں داخل ہوکر پردے ڈال دیئے[3]

یہ سب سے آخری موقع تھا کہ صحابہؓ نے جمال اقدس کی زیارت کی حضرت انسؓ بن مالک کہتے ہیں کہ آپ کا چہرہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ مصحف کا کوئی ورق ہے[4] یعنی سپید ہوگیا تھا۔

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ [2] مسند احمد
[3] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ،
[4] صحیح مسلم کتاب الصلوٰۃ باب استخلاف الامام۔

دن جیسے جیسے چڑھتا جاتا تھا آپ پر غشی طاری ہوتی تھی اور پھر افاقہ ہو جاتا تھا، حضرت فاطمہ زہراؓ یہ دیکھ کر بولیں "واکرب اباہ" ہائے میرے باپ کی بےچینی، آپؐ نے فرمایا تمھارا باپ آج کے بعد بےچین نہ ہوگا[1] حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ جب تندرست تھے تو فرمایا کرتے تھے کہ پیغمبروں کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ خواہ موت کو قبول کریں یا حیاتِ دنیا کو ترجیح دیں اس حالت میں اکثر آپ کی زبانِ مبارک سے یہ الفاظ ادا ہوتے رہے۔

مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ "اُن لوگوں کے ساتھ جن پر خدا نے انعام کیا"

اور کبھی یہ فرماتے:

اَللّٰهُمَّ فِى الرَّفِيْقِ الْاَعْلٰى "خداوندا بڑے رفیق ہیں"

وہ سمجھ گئیں کہ اب صرف رفاقتِ الٰہی مطلوب ہے[2]

وفات سے ذرا پہلے حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰنؓ خدمتِ اقدس میں آئے، آپ حضرت عائشہؓ کے سینہ پر سر ٹیک کر لیٹے تھے، عبدالرحمٰن کے ہاتھ میں مسواک تھی، مسواک کی طرف نظر جما کر دیکھا، حضرت عائشہؓ سمجھیں کہ آپ کرنا چاہتے ہیں، عبدالرحمٰن سے مسواک لے کر دانتوں سے نرم کی، اور خدمتِ اقدس میں پیش کی، آپؐ نے بالکل تندرستوں کی طرح

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ

[2] " " " " "

مسواک کی[1]، آپؐ کی وفات کا وقت قریب آرہا تھا، سہ پہر تھی[2]، سینہ میں سانس کی گھر گھراہٹ محسوس ہوتی تھی اتنے میں لب مبارک ہلے تو لوگوں نے یہ الفاظ سُنے۔

اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ　　"نماز اور غلام"

پاس پانی کی لگن تھی اس میں بار بار ہاتھ ڈالتے اور چہرہ پر ملتے چادر کبھی منہ پر ڈال لیتے اور کبھی ہٹا دیتے تھے، اتنے میں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: اَللّٰھُمَّ الرَّفِیْقَ الْاَعْلٰی　　"اور اب وہ بڑا رفیق درکار ہے"

یہی کہتے کہتے رُوح پاک عالمِ قدس میں پہنچ گئی[3]

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ صَلٰوۃً کَثِیْرًا کَثِیْرًا

عقیدتمندوں کو یقین نہیں آتا تھا کہ حضورؐ نے اس دنیا کو الوداع کہا چنانچہ حضرت عمرؓ نے تلوار کھینچ لی کہ جو کہے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی اس کا سر اڑا دوں گا[5]

---

[1] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم ووفاتہ، [2] ابن اسحاق نے سیرت میں لکھا ہے کہ وفات دوپہر کو ہوئی لیکن حضرت انس بن مالک سے بخاری ومسلم روایت ہے کہ اعلام یعنی دوشنبہ کے آخر وقت وفات فرمائی، حافظ ابن حجر نے دو روایتوں میں اس طرح تطبیق دی ہے کہ دوپہر ڈھل چکی تھی، [3] مستدرک حاکم ۳-۵۹ [4] صحیح البخاری کتاب المغازی باب مرض النبیؐ ووفاتہ، [5] سیرۃ ابن ہشام ۲-۶۵۵

لیکن حضرت ابوبکرؓ آئے اور انھوں نے تمام صحابہؓ کے سامنے خطبہ دیا کہ حضورؐ کا اس جہاں سے تشریف لے جانا یقینی تھا، اور قرآن مجید کی آیتیں پڑھ کر سنائیں تو لوگوں کی آنکھیں کھلیں اور اس ناگزیر واقعہ کا یقین آیا[1]

تجہیز و تکفین کا کام سہ شنبہ کو شروع ہوا، یہ خدمت خاص اعزہ واقارب نے انجام دی، فضل بن عباسؓ، اسامہ بن زیدؓ نے پردہ کیا، اور حضرت علیؓ نے غسل دیا، حضرت عباسؓ بھی موقع پر موجود تھے[2]

غسل و کفن کے بعد یہ سوال پیدا ہوا کہ آپؐ کو دفن کہاں کیا جائے؟ حضرت ابوبکرؓ نے کہا، نبی جس مقام پر وفات پاتا ہے وہیں دفن بھی ہوتا ہے۔ چنانچہ نعش مبارک اٹھا کر اور بستر الٹ کر حجرۂ عائشہؓ میں اسی مقام پر قبر کھودنا تجویز ہوا[3]

حضرت عائشہؓ کہتی ہیں کہ آپؐ کو کسی میدان میں اس لئے دفن نہیں کیا گیا کہ آخری لمحوں میں آپ کو یہ خیال تھا کہ لوگ فرط عقیدت سے میری قبر کو بھی عبادت گاہ نہ بنالیں، میدان میں اس کی دار و گیر مشکل تھی[4]

---

[1] سیرۃ ابن ہشام ۲۔ ۶۶۲
[2] سیرۃ ابن ہشام ۲۔ ۶۶۲
[3] سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز باب وفات النبی صلی اللہ علیہ وسلم
[4] صحیح البخاری کتاب الجنائز باب وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

اس لیے حضرت ابوطلحہؓ نے مدینہ کے رواج کے مطابق قبر کھودی جو لحدی بغلی تھی۔[1]

جنازہ تیار ہو گیا تو لوگ نماز کے لیے ٹوٹے جنازہ حجرے کے اندر تھا، باری باری سے لوگ تھوڑے تھوڑے کر کے جاتے تھے، پہلے مردوں نے پھر عورتوں نے پھر بچوں نے نماز پڑھی، لیکن کوئی امام نہ تھا۔[2]

جسم مبارک کو حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ، اسامہ بن زیدؓ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے قبر میں اُتارا۔[3]

کتابت: محمد شفیق دربھنگوی اپریل ۷۰ء

---

[1] ابن ہشام ۲- ۶۶۳

[2] ابن ہشام ۲ ۶۶۴

[3] ابوداؤد کتاب الجنائز

شہرہ آفاق کتاب

جو اس وقت دنیا کی چھ زبانوں (عربی، انگریزی، فرنچ، اردو، فارسی، ترکی) میں پڑھی جارہی ہے اور جس کے متعلق مشہور مستشرق پروفیسر سارجنٹ (کیمبرج یونیورسٹی) کو کہنا پڑا کہ "اگر برطانیہ میں کسی کتاب کی درآمد پر پابندی لگانے کا رواج ہوتا تو میری سفارش ہوتی کہ اس کتاب کے داخلے پر پابندی عائد کی جائے اس لئے کہ اس کتاب میں صرف مغربی تہذیب کی مذمت کی گئی ہے"

جس کو پڑھ کر مغربی دنیا کے نامور فاضل لندن یونیورسٹی میں مڈل ایسٹ سیکشن کے چیرمین ڈاکٹر بکنگھم نے ان الفاظ میں خراج تحسین پیش کیا کہ "اس صدی میں مسلمانوں کی نشاۃ ثانیہ کی جو کوشش بہتر سے بہتر طریقے پر کی گئی ہے یہ اس کا نمونہ اور تاریخی دستاویز ہے۔"

جس کو پڑھ کر عالم اسلام کے نامور مفکر اور مشہور صاحب قلم سید قطب شہیدؒ نے ان الفاظ میں داد دی کہ "اس موضوع پر تمام قدیم وجدید لٹریچر میں چند بہترین کتابیں جو میری نظر سے گزری ہیں ان میں یہ کتاب خاص مقام رکھتی ہے، یہ کتاب تاریخ نویسی کا ایک کامیاب نمونہ ہے" اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کو یورپ کے اسلوب نگارش سے بے نیاز ہو کر تاریخی مباحث پر کس طرح قلم اٹھانا چاہیئے اور کس انداز سے اس کو مرتب کرنا چاہیئے"۔

جس کو مشرق وسطیٰ کی عظیم تحریک اخوان المسلمین نے اپنے تربیتی کورس میں داخل کیا اور سعودی عرب کی وزارت تعلیمات نے اپنے کالجوں کے نصاب میں جگہ دی۔

جو مشرق کے لئے ایک تازیانہ اور مغرب کے لئے ایک چیلنج ہے۔

ناشر: فضل ربی ندوی

مجلس نشریات اسلام ۱-کے-۳ ناظم آباد مینشن ناظم آباد ۱ کراچی "۲۶"
فون نمبر ۶۲۱۸۱۷

مفکر اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی
کی چند اہم شاہکار تصنیفات
تاریخ دعوت و عزیمت مکمل
مسلم ممالک میں اسلامیت اور مغربیت کی کشمکش
انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر
منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین
دریائے کابل سے دریائے یرموک تک
تذکرہ فضل الرحمن گنج مراد آبادی
تہذیب و تمدن پر اسلام کے اثرات و احسانات
تبلیغ و دعوت کا معجزانہ اسلوب
مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں
نئی دنیا (امریکہ) میں صاف صاف باتیں
جب ایمان کی بہار آئی
مولانا محمد الیاسؒ اور اُن کی دینی دعوت
حجاز مقدس اور جزیرۃ العرب
عصر حاضر میں دین کی تفہیم و تشریح
تزکیہ و احسان یا تصوف و سلوک
مطالعہ قرآن کے مبادی اصول
سوانح شیخ الحدیث مولانا محمد زکریاؒ
خواتین اور دین کی خدمت
کاروان ایمان و عزیمت
سوانح مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ
نبی رحمت مکمل
حدیث کا بنیادی کردار
معرکۂ ایمان و مادیت
پرانے چراغ مکمل
ارکان اربعہ
نقوش اقبال
کاروانِ مدینہ
قادیانیت
تعمیر انسانیت
حدیث پاکستان
اصلاحیات
صحبتے با اہل دل
کاروانِ زندگی مکمل
مذہب و تمدن
دستور حیات
حیات عبدالحئیؒ
دو متضاد تصویریں
تحفۂ پاکستان
پاجا سراغ زندگی
عالم عربی کا المیہ
ناشر فضل ربی ندوی فون 621817
مجلس نشریات اسلام
اسٹاکسٹ: مکتبہ
297.63
496 س
* 23386 - EU - 64 *